بسم الله الرحمن الرحيم

فَمَن يُرِدِ ٱللَّهُ أَن يَهْدِيَهُۥ يَشْرَحْ صَدْرَهُۥ
لِلْإِسْلَٰمِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُۥ يَجْعَلْ صَدْرَهُۥ ضَيِّقًا حَرَجًا
كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى ٱلسَّمَآءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ ٱللَّهُ ٱلرِّجْسَ
عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾ وَهَٰذَا صِرَٰطُ رَبِّكَ
مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا ٱلْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾

ترجمہ:

پس خدا جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینے کو ایسا تنگ اور دشوار کر دیتا ہے جیسے آسمان کی طرف بلند ہو رہا ہو، وہ اسی طرح بے ایمانوں پر ان کی کثافت کو مسلط کر دیتا ہے۔ اور یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہے۔ ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے آیات کو مفصل طور پر بیان کر دیا ہے۔

(سورہ انعام: آیات ۱۲۵، ۱۲۶)

اسلامی علوم ومعارف اور علمی وثقافتی افکار وعقائد کا ترجمان
شمارہ: ۲۲۵-۲۲۶ ستمبر ۲۰۱۳ء تا فروری ۲۰۱۴ء

خصوصی شمارہ
حضرت فاطمہ زہرا علیہا سلام

خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، ۱۸- تلک مارگ، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۱
فون: ۳۴، ۳۳، ۲۳۳۸۳۲۳۲، فیکس: ۲۳۳۸۷۵۴۷
newdelhi@icro.ir
http://newdelhi.icro.ir

شمارہ: ۲۲۵-۲۲۶ / ستمبر ۲۰۱۳ء تا فروری ۲۰۱۴ء

چیف ایڈیٹر: علی فولادی

مشاورین علمی

آقایان احمد عالمی، ڈاکٹر اختر مہدی رضوی و مولانا نذرِ امام

مدیر اجرائی	:	**احمد عالمی**
ایڈیٹر	:	**ڈاکٹر سید سلمان رضوی**
تزئین جلد	:	عائشہ فوزیہ
صفحہ آرائی و کمپوزنگ	:	قاری محمد یاسین
ناظر چاپ	:	حارث منصور
پریس	:	الفاآرٹ، نوئڈا، یو۔پی

ISSN: 2349 – 0950

ارسال شدہ مقالہ کا خوشخط ہونا ضروری ہے۔ اگر ممکن ہو تو ٹائپ شدہ MSword فائل ارسال فرمائیں۔ صرف غیر مطبوعہ مقالہ ہی ارسال فرمائیں۔

مقالہ کے متن میں جن مآخذ و مدارک کا استعمال کیا گیا ہو ان کا ذکر ضرور فرمائیں۔

اگر ممکن ہو تو مقالہ، بذریعہ ای میل ichdelhi@gmail.com پر ارسال فرمائیں۔

مقالہ ایران کلچر ہاؤس کے پتہ پر پوسٹ بھی کر سکتے ہیں۔

مقالے کی اشاعت کے لئے ایڈیٹوریل بورڈ کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

آپ کے ارسال کردہ مقالہ کی اشاعت یا عدم اشاعت کے لئے ادارہ کو اختیار ہوگا۔

نوٹ: آپ اپنا مقالہ ۲ مہینہ کے اندر ادارہ کو ارسال کر دیں۔ مذکورہ شرائط نہ پائے جانے کی صورت میں مقالہ، شامل اشاعت نہیں ہوگا۔

فہرست

شمارہ: ۲۲۵۔۲۲۶ ستمبر ۲۰۱۳ء تا فروری ۲۰۱۴ء

ادار یہ:		ز
قرآن کی نظر میں عورت کی قدر و منزلت	ندر حافی	۱
حسب و نسب کی شاہکار حضرت زہرا (س)	مولانا سید طیب رضا	۹
روش زندگی حضرت فاطمہ زہرا (س)	ڈاکٹر مظفر سلطان حسن ترابی	۱۸
تصور حقوق و مساوات۔۔۔	سیدہ بلقیس فاطمہ حسینی	۴۰
روش زندگی فاطمہ زہرا (س)	محمود حسن، ضیاء بوترابی	۴۸
حضرت فاطمہ زہرا (س) خواتین کے لئے نمونۂ عمل	ڈاکٹر عذرا عابدی	۵۵
خانوادہ کی تکمیل اور معاشرہ کی تعمیر میں خواتین کا کردار	مہدی باقر خان	۶۵
حضرت فاطمہ (س) کی منزلت قرآنی نقطۂ نظر سے	ڈاکٹر سید علی سلمان رضوی	۷۴
حضرت فاطمہ زہرا کی منزلت رسولؐ و آل رسولؐ کی نظر میں	مولانا کوثر مجتبیٰ	۸۴
فاطمہ بنت محمد، شخصیت وافکار	پروفیسر شاہ محمد وسیم	۹۲
بعض مفسرین اہلسنت کی نظر میں فاطمہ زہرا کی عظمت	پروفیسر عراق رضا زیدی	۱۰۰
فیضان فاطمہ سلام اللہ علیہا	سید جعفر رضا بلگرامی	۱۰۹
بیسویں صدی کے مفکروں کی نظر میں سیرت فاطمہ زہرا (س)	ڈاکٹر سید کلیم اصغر	۱۱۹
یورپی ممالک اور اسلامی معاشرہ میں عورتوں کے حقوق	علی ظہیر نقوی	۱۲۷

اسلام اور مغربی ممالک میں خواتین کے حقوق	مریم جوانمرد	۱۳۶
حضرت فاطمہ زہرا اہلسنت والجماعت کی کتابوں میں	مولانا سید نذر امام نقوی	۱۴۳
فاطمہ زہرا (س) کی روش زندگی	ڈاکٹر ریحان حسن	۱۶۷
حضرت فاطمہ زہرا (س) کتب اہلسنت کی نظر میں	عادل فراز نقوی	۱۷۲
فضائل فاطمہ زہرا بعض کتب صحاح کے حوالے سے	ڈاکٹر سید شہوار حسین نقوی	۱۸۴
پردہ۔ حد بندی یا حفاظت	حجۃ الاسلام والمسلمین احمد عالمی	۱۹۲
حجاب: حفاظت یا حد بندی	سید مسعود حسن رضوی	۱۹۹
مصحف فاطمہ علیہا السلام حقیقت کے آئینے میں	مولانا سید غلام حسین رضوی ہلوری	۲۰۶
ادعیہ ومناجات حضرت زہرا (س)	مولانا ناظم علی واعظ خیر آبادی	۲۲۱
مسند فاطمہ زہرا۔ ایک تعارف	پروفیسر سید فرمان حسین	۲۳۳
مصحف حضرت فاطمہ زہرا (س)	مولانا سید محمد رضا رضوی (غروی)	۲۴۸

اداریہ

پروردگار عالم کا شکر ہے کہ اس کی توفیقات کے طفیل ہم مجلّہ راہ اسلام کے ایک اور شمارہ کی اشاعت میں کامیاب رہے۔ زیر نظر شمارہ، صدیقہ طاہرہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات والا صفات سے متعلق خصوصی شمارہ ہے، آپ ہر دور کی مسلم و غیر مسلم خواتین کے لئے نمونۂ عمل ہیں چنانچہ اس کے مشمولات میں آپ کے آفاقی مرتبہ و منزلت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتیں ہر دور میں ظلم و زیادتی کا نشانہ بنتی رہی ہیں اور ان کی داستان بڑی دلسوز داستان ہے۔ بعض معاشروں میں عورت جملہ اقتصادی، سیاسی و سماجی حقوق کے تعلق سے ایک غیر مستقل حیثیت کی مالک سمجھی جاتی تھی اور بعض ممالک کے گوشہ و کنار میں گذشتہ صدیوں تک یہ سلسلہ جاری رہا، بطور مثال ان میں بعض کا سر دست تذکرہ کیا جارہا ہے۔

یونان: یونانی لوگ، عورت کو شیطان کی اولاد سمجھتے تھے اور اسے کسی بھی کام میں مداخلت کا حق نہیں دیتے تھے اور محض اسے اپنی جنسی ضرورت پوری کرنے کا ذریعہ اور خدمت کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ بڑی آسانی سے عورت کو جنس بدل کے طور پر ایک دوسرے کے حوالے کردیتے تھے۔

روم: گوکہ روم والوں نے قانون دانی اور حقوق میں خاصی ترقی کرلی تھی مگر عورتوں سے متعلق ان کا نظریہ یہ تھا کہ چونکہ عورت کے پاس انسانی روح نہیں ہے لہٰذا اسے روز قیامت محشور کئے جانے کے قابل نہیں سمجھنا چاہئے۔ رومیوں کی نظر میں عورت شیطان اور مختلف قسم کی موذی ارواح کا مظہر سمجھی جاتی تھی چنانچہ وہ اس سے بات کرنے اور اس کے سامنے ہنسنے سے پرہیز کرتے تھے اور کھانے کے وقت کے علاوہ اکثر اوقات اس کے منھ کو بند رکھتے تھے۔ یہاں عورتوں پر ایک کفیل کا مسلط ہونا لازمی سمجھا جاتا تھا۔ مالک کے مرجانے کے بعد اسے میراث کے طور پر تقسیم کرلیا جاتا تھا۔

چین: اگر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اعزاء و اقرباء، باپ اور دیگر نزدیکی رشتہ داروں کو انتہائی افسوس کے ساتھ تعزیت پیش کرتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ مار ڈالتے تھے یا ریگستانوں میں پھینک آتے تھے یا وہ

بردہ فروشی کی نذر ہو جاتی تھی۔ چینیوں کا خیال تھا، لڑکے، اللہ کی مخلوق ہوتے ہیں اور لڑکیاں شیطان کی چنانچہ ان کی نظر میں لڑکے بابرکت ہوتے تھے لڑکیاں باعث بدبختی ولعنت۔ اپنے خداؤں کے لئے لڑکیوں کی قربانی کا چلن چین میں عام تھا۔

عرب کی جاہلیت: دور جاہلیت کے عرب میں عورتوں کی صورت حال بڑی ناگفتہ بہ تھی، انتہائی بدترین زندگی کا سامنا تھا، معمولی اجناس کی طرح خرید وفروخت ہورہی تھی اور وہ ہر قسم کے سماجی، انفرادی حق ومیراث سے محروم تھیں۔ کیونکہ عرب، عورتوں کو جانوروں کی صف میں شمار کرتے تھے اور ان کی حیثیت بس زندگی کی جملہ ضروریات کی سی تھی، قحط ودیگر خوف کے سبب انہیں زندہ درگور کردیا جاتا تھا۔

یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ جملہ آسمانی ادیان میں سب سے زیادہ دین اسلام نے عورت کی شخصیت کو زندہ اور اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ اسلام کی تعلیمات نے گوکہ عورتوں کی شخصیت کو مؤثر ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی مگر بہت سے حقائق پھر بھی جہل وخرافات کے سبب پردۂ اخفاء میں رہ گئے اور خواتین کو اسلامی تہذیب کی روشنی میں وہ مقام نہ مل سکا جس کی وہ حقدار تھیں۔

اسلام نے بیٹی کو رحمت خدا سے تعبیر کیا ہے، رسول خداﷺ اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود اپنی بیٹی فاطمہ(س) کا ہاتھ چومتے تھے اور سفر سے لوٹنے پر بالخصوص انہیں دیکھنے آتے تھے آپﷺ نے فرمایا ہے: **نعم الولد البنات ملطفات، مجھزات، مونسات، مفلیات**، بیٹی بہترین اولاد ہے وہ محبتی، مددگار، مونس، منزّہ اور پاک کرنے والی ہے۔ اسلام کے فکری نظام میں عورت کو غیر معمولی منزلت اور اہم ذمہ داریوں کی مالک فرد کے طورپر پہچنوایا گیا ہے، اگر اسے اس کا اصلی مقام حاصل ہو جائے تو خانوادوں اور معاشرہ کی بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی اور جب اسے اس کا مقام نہ دیکر دوسرا رویہ اختیار کیا جاتا ہے تو شہوت پرستوں کی قربانگاہ میں اس کی شخصیت کی قربانی ہو جاتی ہے اور پھر ایسے میں اس سے ایک صالح انسان کی تربیت کی توقع کرنا جو سارے ادیان کا مقصد ہے بے جا ہوگا۔ یہ طے ہے کہ خواتین کی ہدایت ورہنمائی کے لئے ایک مکمل نمونۂ عمل کی ضرورت ہے اور اسلام نے اس نمونۂ عمل کو پہچنوایا بھی ہے تاکہ وہ ہر دور اور ہر زمانے میں ساری نسلوں کے لئے بھروسہ اور پیروی کے قابل ہو۔

حضرت فاطمہ زہرا (س) اسلام کی وہ آئیڈیل خاتون ہیں جو قطعہ زمین کے ہر دور وہر زمانے کی ساری نسلوں کے لئے ہدایت وسرفرازیوں کی ضمانت ہیں۔ وہ کوئی معمولی خاتون نہیں تھیں بلکہ ایک روحانی، ملکوتی، انسان کامل کانمونہ تھیں وہ ایک ایسی ملکوتی خاتون تھیں جو انسان کی شکل میں عورت کے قالب میں اس دنیامیں ظہور پذیر ہوئیں تھیں تاکہ دنیا بھر کی ساری خواتین اور زمانے بھر کی نسلوں کے لئے نمونۂ عمل قرار پائیں۔

یہ وہ واقعیتیں ہیں جن کی طرف احادیث معصومین اور روایات میں اشارہ ہوا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہ (س) سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کیاتم خوش نہیں ہو کہ سیدہ عالمیان ہو؟ مومن عورتوں کامکمل نمونہ ہو، مسلمان عورتوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہو؟ حضرت فاطمہ سیدۃ نساء العالمین ہیں، بضعۃالرسول، قرینہ ولی اللہ اور اہل بیت رسولؐ ہیں۔ وہ اکلوتی خاتون ہیں جو اپنے بابا اور ہمسر کی طرح منصب عصمت وطہارت پر فائز تھیں ایسے اجتماع کی سرخیل تھیں جہاں ام سلمہ کو شرکت کی اجازت نہ تھی۔

اہل بیت رسولؐ کے مابین حضرت سیدہ کو خصوصی محوریت حاصل ہے، ان پر ائمہ معصومینؑ کو فخر ہے، آپ کا وجود سارے اہل بیتؑ کے لئے حجت ہے گوکہ اہل بیتؑ ہی حجت ہیں اسی لحاظ سے وجود حضرت زہرا (س) بھی خدا کی حجتّوں میں سے ایک حجت ہے جیسا کہ حکیم، خبیر، عالم، بصیر حضرت امام خمینیؒ فرماتے ہیں: عورت اور انسان کی شخصیت کے وہ تمام پہلو جن کا تصور ممکن ہے، شخصیت حضرت زہرا(س) میں جلوہ گر ہیں۔

آپ (س) منزل نبوت سے قطع نظر، علم واخلاق وکمالات میں کاملًا اپنے بابا کی طرح تھیں اور دیگر ائمہ معصومین کی طرح ان کی سیرت، رفتار وگفتار، احکام الٰہی ہے،۔ وہ افضل الانبیاء کی گودی کی پلی اور چشمہ وحی الٰہی سے سیراب، الٰہی اقدار اور انسانی فضائل سے آراستہ وپیراستہ اور تمام رذائل وخطا سے پاک ہیں۔ وہ عفاف وعصمت، حجاب وکرامت میں اسلام کی خاتون اوّل کی حقیقت سے نمونہ اور اسوہ ہیں، آپ جملہ معنوی، اخلاقی، عبادی، تربتی، اقتصادی، سیاسی وسماجی محاذ پر بے مثال اور دنیا بھر کی خواتین کی سب سے مناسب نمونۂ عمل ہیں۔ پوری زندگی کا ماحصل وہ آپ کاسادہ ساگھر جس کی فضاؤں میں فرشتوں کی تسبیح کے ذریعے جمال حق متجلی تھا، جس کی ساری خوبیاں اچھائیاں فضیلتیں، برکتیں وہ درس ہیں جو

ہر بیدار اور پیاسی روح انسانی کو تا قیام قیامت سیراب کرتی رہے گی۔

سرانجام مجھے ان تمام قلمکاروں اور دانشوروں کا شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے زیر موضوع پر اپنے بیش قیمت مقالے ہمیں ارسال کیے۔ظاہر سی بات ہے سارے مقالے شامل نہیں کیے جاسکتے تھے اس لئے جن مقالوں کو اشاعت کے لئے مناسب تر سمجھا گیا انہیں شائع کیا گیا ہے انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں بھی اس روش کو مزید دقت نظر کے ساتھ ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔

قابل ذکر امر یہ ہے کہ زیر نظر شمارہ سے ہمارے مجلّہ کو بین الاقوامی مجلّہ کی حیثیت بھی حاصل ہوئی ہے یعنی راہ اسلام کو (ISSN) نمبر بھی مل گیا ہے۔امید ہے ایران کلچر ہاؤس نئی دہلی سے گذشتہ تیس سال سے شائع ہونے والے اس مجلّہ سے متعلق، بہت سے لائبریرین، دانشور اور طلاب کے لئے یہ قدم سہولت کا باعث ہوگا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری یہ کوشش خداوند عالم کی رضا کا سبب اور قارئین کرام کے لئے باعث استفادہ قرار پائے گی۔

علی فولادی

رایزن فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران

قرآن کی نظر میں عورت کی قدر و منزلت

نذر حافی

انسانی معاشرہ اپنے ابتدائی ایام سے ہی جہاں خوف و خطر، جنگ و جدال اور مار دھاڑ کے ساتھ نبرد آزما رہا وہیں انسان کے دل و دماغ میں ایک پرامن اور فلاحی معاشرے کی تشکیل کا خواب بھی وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔ کسی نے اس خواب کا نام مدینۃ الفاضلہ رکھا، کسی نے اسے بہشتِ ارضی کا نام دیا لیکن اس کے باوجود یہ خواب ازل سے خواب ہی ہے۔ تاریخ کے کسی بھی موڑ پر انسان اپنے اس خواب کی تعبیر نہیں پا سکا۔ فطری طور پر انسان جہالت، پسماندگی، غربت، افلاس، کرپشن، خوف، جنگ اور مار دھاڑ کو پسند نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود وہ اپنی پوری تاریخ میں انہی ناپسندیدہ عناصر کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور رہا ہے۔ برس ہا برس کی محنت اور جدوجہد کے باوجود آج کا انسان بھی قدیم زمانے کے انسان کی طرح معاشرتی عدمِ مساوات، غربت، جہالت اور پسماندگی کا شکار ہے۔ اگر ہم تاریخ بشریت کو خاتونِ دوعالم حضرت فاطمہؑ کے نعلینِ مبارک کی نوکِ مقدس پر رکھ کر تقسیم کریں تو دیکھیں گے کہ موجودہ دور کی طرح خاتونِ جنت کی ولادت باسعادت سے پہلے بھی عورت انسانی معاشرے کی ایک مسترد شدہ اکائی تھی اور شاید سابقہ اقوام کی پسماندگی اور جہالت کا ایک بڑا سبب "عورتوں کو سماجی اعتبار سے نظر انداز کرنا" ہی تھا۔ ناسمجھ، ضدی اور ہٹ دھرم افراد، ان پڑھ عورتوں سے ہی جنم لیتے اور جاہل عورتوں کی آغوش میں ہی تربیت پاتے ہیں۔ چنانچہ دین اسلام نے دیگر تمام ادیان کے مقابلے میں سب سے زیادہ عورتوں کے حقوق اور خواتین کی تعلیم و تربیت پر توجہ دی ہے۔ ۱۔ تاریخی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مصر میں ورودِ اسلام سے پہلے تک یہ رسم موجود تھی کہ ہر سال اہالیانِ مصر، دریائے مصر کے پانی میں اضافے کی نیت سے ایک لڑکی کو دریائے مصر میں قربانی کے طور پر پھینکا کرتے تھے۔ ۲۔ زمانہ جاہلیت کی ادبی کتابوں کی شعر و شاعری اور نثر نگاری اس بات کی شاہد ہے کہ اس زمانے کے لوگ عورت کے لیے کسی قسم کے تقدس، عفت اور پاکدامنی کے قائل نہیں تھے۔ ۳ اسی طرح بیٹی کی ولادت کو منحوس جاننا، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا، بیوہ سے شادی کو معیوب سمجھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب ظہور اسلام سے پہلے کی خرافات و مکروہات ہیں۔ ۴۔ اس حقیقت کی طرف قرآن مجید نے کچھ یوں اشارہ کیا ہے: " وَ إِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَ هُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ "اور جب خود ان میں سے کسی کو لڑکی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ خون

کے گھونٹ پینے لگتا ہے قوم سے منہ چھپاتا ہے کہ بہت بری خبر سنائی گئ ہے۔[شرم کے مارے وہ سوچتا ہے کہ] اب اس لڑکی کو ذلّت سمیت زندہ رکھے یا خاک میں دفنا دے یقینا یہ لوگ بہت برا فیصلہ کر رہے ہیں۔۵۔ دین اسلام میں عورت کی اہمیّت دین اسلام نے خواتین کے اجتماعی احساسات، موروثی جذبات، خاندانی اوصاف، فطری خواہشات، جنسی میلان، فکری استعداد اور دینی جذبات کے حوالے انہیں ان کا حقیقی مقام دلوایا۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کا تیسرا سورہ سورۂ نساء " یعنی "خواتین "کے نام سے ہےاور خداوند عالم نے قرآن مجید کی دیگر سورتوں میں متعدد مقامات پر خواتین کی عظمت اور حقوق کے حوالے سے گفتگو کی ہے۔۶۔ جس معاشرے میں لوگ بیوہ سے شادی کرنے کو شرم کا باعث سمجھتے تھے، پیغمبر اسلام ﷺ نے بیواؤں سے شادیاں کیں اور اسی دور میں جب خاتون کو پست ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا، پیغمبر اسلام ﷺ نے اسی معاشرے اور اسی دور میں "بتولؑ" جیسی معصومہ کی پرورش اور تربیت کی۔ اسی معاشرے میں جہاں عورت کو مال مویشیوں کی طرح ملکیت سمجھا جاتا تھا، دین اسلام نے عورت کی آغوش کو دنیا کی پہلی درس گاہ قرار دیا، جہاں عورت کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا، پیغمبر اسلام ﷺ نے جنت کو ماں کے قدموں تلے قرار دیا، جہاں پر لوگ بیٹی کو باعثِ ننگ و عار سمجھتے تھے وہیں پر پیغمبر اسلام ﷺ اپنی بیٹی کے احترام میں کھڑے ہو کر استقبال کیا کرتے تھے اور جہاں لوگ بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے وہیں دین اسلام نے عورت کو میراث میں وارث قرار دیا۔ عورت کو میراث میں حصہ دار ٹھہرایا۔ اس ضمن میں قرآن مجید میں ارشاد پروردگار ہے: " لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ الْأَقْرَبُونَ وَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ الْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا"۷۔ مردوں کے لئے ان کے والدین اور اقربا کے ترکہ میں ایک حصہّ ہے اور عورتوں کے لئے بھی ان کے والدین اور اقربا کے ترکہ میں سے ایک حصہّ ہے وہ مال بہت ہو یا تھوڑا یہ حصہّ بطور فریضہ ہے۔ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا اس ضمن میں ایک مقام پر اس طرح سے ارشاد ہوا ہے: " يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يحَلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ النِّسَاءَ كَرْهًا وَ لَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَ عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسىَ أَن تَكْرَهُواْ شَيًْا وَ يجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيرًْا كَثِيرًا"۸ اے ایمان والو تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ جبراً عورتوں کے وارث بن جاؤ اور خبردار انہیں منع بھی نہ کرو کہ جو کچھ ان کو دے دیا ہے اس کا کچھ حصہّ لے لو مگر یہ کہ واضح طور پر بدکاری کریں اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرو اب اگر تم انہیں ناپسند بھی کرتے ہو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور خدا اسی میں خیر کثیر قرار دے دے۔ عورت کا اعتماد بحال کیا وہ معاشرہ جہاں پر عورت کو ہمراز بنانے کو عیب سمجھا جاتا تھا وہیں پر پیغمبر اسلام ﷺ کی خفیہ تبلیغ کے دوران بھی خواتین کو نظر انداز نہیں کیا اور انہیں مخفی طور پر دین اسلام کی دعوت اور انہیں اپنا ہمراز بنایا۔۹ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بیعت عقبہ ثانی کے موقع پر دو عورتوں نے حضور ﷺ کی بیعت کی جن

میں سے ایک نسیبہ دختر کعب تھیں اور دوسری اسماء دختر عمرو بن عدی تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر مردوں کی طرح عورتوں سے بھی بیعت لی گئی جسے "بیعت النساء "کہا جاتا ہے۔اس بارے میں قرآن مجید کی آیت ملاحظہ فرمائیں: "يَأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِينَ وَ لَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَ أَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔"۱۰ اے پیغمبرؐ اگر ایمان لانے والی عورتیں آپ کے پاس اس امر پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ کسی کو خدا کا شریک نہیں بنائیں گی اور چوری نہیں کریں گی۔ زنا نہیں کریں گی۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھ پاؤں کے سامنے سے کوئی بہتان (لڑکے کا شوہر پر) گھڑکے نہیں آئیں گی اور کسی نیکی میں آپ کی مخالفت نہیں کریں گی تو آپ ان سے بیعت کا معلہ کرلیں اور ان کے حق میں استغفار کریں کہ خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔اخروی اجر میں بھی عورتوں کا حصہ قرار دیا دین اسلام نے دنیا کی طرح آخرت میں بھی عورتوں کو اجر اخروی کا وارث قرار دیا ہے۔اس آیہ قرآنی کو ملاحظہ فرمائیں۔"إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَ الْمُصَّدِّقَاتِ وَ أَقْرَضُواْ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ "۱۱ بیشک خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور جنہوں نے راہ خدا میں اخلاص کے ساتھ مال خرچ کیا ہے ان کا اجر دوگنا کردیا جائے گا اور ان کے لئے بڑا باعزّت اجر ہے۔اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد پروردگار ہے:" يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ بِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تجرِى مِن تحتها الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ "۱۲ اس دن تم باایمان مرد اور باایمان عورتوں کو دیکھوگے کہ ان کا نورِ ایمان ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہاری بشارت کا سامان وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور تم ہمیشہ ان ہی میں رہنے والے ہو اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔سورۂ احزاب میں اس حقیقت کو کچھ اس طرح بیان کیاگیا ہے:"إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتٰتِ وَ الصَّادِقِينَ وَ الصَّادِقٰتِ وَ الصَّابِرِينَ وَ الصَّابِرَاتِ وَ الْخَاشِعِينَ وَ الْخَاشِعَاتِ وَ الْمُتَصَدِّقِينَ وَ الْمُتَصَدِّقَاتِ وَ الصَّآئِمِينَ وَ الصَّآئِمَاتِ وَ الحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَ الْحَافِظَاتِ وَ الذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَ الذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ أَجْرًا عَظِيْمًا" ۱۳ بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی عفّت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور خدا کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں،اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور عظیم اجر مہیّا کررکھا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی عورتوں کو شریک قرار دیا قرآن مجید نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی عورتوں کو شریک قرار دیا ہے۔ نمونے کے طور پر یہ آیت ملاحظہ فرمائیں۔ "وَالْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" ۔۱۴ اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں، وہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا، بے شک اللہ عزیز اور حکمت والا ہے۔ ماں کے خصوصی احترام کا حکم اسی طرح احترام والدین کا حکم دیتے ہوئے خداوندِ عالم نے نہ صرف یہ کہ ماں کو باپ کے برابر قرار دیا ہے بلکہ ماں کے ایثار کو خصوصیت کے ساتھ سراہا بھی ہے۔ " وَ قَضىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُواْ إِلَّا إِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍ وَّ لَا تَنهَرْهُمَا وَ قُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا" ۔۱۵ اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے پاس ہوں اور بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا بلکہ ان سے عزت و تکریم کے ساتھ بات کرنا۔ اور مہر و محبت کے ساتھ ان کے آگے انکساری کا پہلو جھکائے رکھو اور دعا کرو: پروردگارا! ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پالا تھا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشادِ پروردگار ہے: " وَ وَصَّيْنَا الْانسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَ وَضَعَتْهُ كُرْهًا وَ حَمْلُهُ وَ فِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَ بَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلىٰ وَالِدَيَّ وَ أَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَ أَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ" ۔۱۶ یعنی ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ پر احسان کرنے کا حکم دیا، اس کی ماں نے تکلیف اٹھا کر اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور تکلیف کے ساتھ اسے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگ جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ رشد کامل کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو کہنے لگا: پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جس سے تو نے مجھے اور میرے والدین کو نوازا اور یہ کہ میں ایسا نیک عمل کروں جسے تو پسند کرے اور میری اولاد کو میرے لیے صالح بنا دے، میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ عورت معاشرے کا اہم ترین جزو ہی نہیں بلکہ روح رواں بھی ہے، کائنات کی زیبائی، اولاد کی تربیت، زندگی کا حسن ایک بااخلاق، عفیف اور پاکدامن عورت سے ہی قائم ہے۔ ایک شخص نے پیامبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا میں کس سے نیکی کروں؟ آپؐ نے فرمایا ماں سے، اس نے دوبارہ پوچھا آپ نے پھر وہی جواب دیا، اس نے

تیسری مرتبہ پوچھاآپ نے پھر وہی جواب دیا، حتّیٰ کہ اس نے چوتھی مرتبہ پوچھاآپ نے فرمایا باپ کے ساتھ۔۱۷؎

حضرت امام خمینیؒ کی نگاہ میں عورت کی عظمت:

حضرت امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں خواتین کااثر خاص خوبیوں کا حامل ہے۔ کسی بھی معاشرے کی تعمیر و تخریب اس معاشرے کی خواتین کی تعمیر و تخریب سے ہی جنم لیتی ہے۔ عورت واحد عنصر ہے جواپنے دامن سے ایسے افراد معاشرے کے سپرد کر سکتی ہے کہ جن کی برکات سے ایک معاشرہ نہیں بلکہ کئی معاشرے عزت و استقامت اور اعلیٰ انسانی اقدار میں ڈھل سکتے ہیں اور عورتوں کے باعث ہی اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔۱۸؎ اسی طرح ایک اور مقام پرآپ فرماتے ہیں کہ معاشرے کی تربیت عورت کرتی ہے۔ عورت کی گود سے ہی انسان جنم لیتے ہیں۔ عورت اور مرد دونوں کے صحیح و صالح ہونے کا پہلا مرحلہ عورت ہی کی گود ہے۔ عورت انسانوں کی تربیت کرتی ہے۔ممالک کی خوش بختی اور بد بختی عورتوں کے وجود پر ہی منحصر ہے۔ عورت ہی انسانوں کی تربیت کرتی ہےاور صحیح تربیت کرکے ممالک کو آباد کرتی ہے۔ تمام خوش بختیوں کا سرچشمہ عورت کی گود ہی ہے۔۱۹؎

رہبر معظم سید علی خامنہ ای کی نگاہ میں عورت کا مرتبہ:

رہبرِ معظم سید علی خامنہ ای نے عورت کے مقام و مرتبے کے حوالے سے فرمایاہے کہ اسلامی نکتہ نظر سے بعنوان انسان کامل کے تمام مراحل عورت کو طے کرنے چاہیے۔ عورت بھی مرد کی طرح ایک دانشمند، موجداور فلسفی بن کر سیاسی، دفتری اور حکومتی کاموں میں معاشرے کی خدمت کر سکتی ہے۔۲۰؎ رہبر معظم نے ایک اور مقام پر عورت کے بارے میں مشرک قوتوں کے افکار کااسلامی افکار سے فرق کچھ اس طرح بیان کیاہے کہ "الحادی طاقتیں عورت سے اس کے بنیادی اوصاف جیسے حجاب، عفّت اور پاکدامنی کو چھیننے پر تلی ہوئی ہیں جبکہ اسلام عورت کواس کی تمام تر صفات کے ساتھ معاشرے میں ممتاز اور سربلند دیکھنا چاہتاہے"۔آپ نے فرمایاہے کہ "یہ اسلامی نگاہ ہے کہ عورت کے تمام احساسات اور خوابوں کو زنانہ خصوصیات کے ساتھ ہی محفوظ کیا گیا ہے۔اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا گیاہے عورت کے تمام احساسات اور فطرت کا محور "عورت ہونا ہی" ہے۔اسلام نے جیسے عورت کے عورت ہونے کی حفاظت کی ہے اسی طرح علم، معنویت، پرہیزگاری اور سیاسی میدان کے دروازے بھی اس کے لیے کھولے ہوئے ہیں اور اسے بھی حصول علم کی رغبت دلائی ہے۔۲۱؎ ہمارا موجودہ معاشرہ اور عورت کی تعلیم وتربیت اتنی اہمیت کے باوجود ہمارے یہاں موجودہ دور میں زمانۂ جاہلیت کی طرح خواتین کی تعلیم وتربیت پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جارہی ہے۔اس عدم توجہ کا نتیجہ افلاس، پسماندگی، جہالت

اور دہشت گردی کی صورت میں آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ظاہر ہے جہاں پر عورت کو پسماندہ رکھا جائے اور اس کی تعلیم وتربیت پر قابل ذکر توجہ نہ دی جائے وہاں پر اچھی، پروقار اور باشعور نسل جنم نہیں لے سکتی۔ان پڑھ اور غیر تعلیم یافتہ ماؤں کی گود میں دہشت گرد اور سماج دشمن افراد ہی پروان چڑھا کرتے ہیں۔چنانچہ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی دنیا میں میں قرآن وسنّت کی تعلیمات کے مطابق خواتین کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی جائے۔ یہ حقیقت بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ اپنے دینی جذبے اور مستحکم ایمان و عقیدے کے باعث ہمارے یہاں کے والدین اپنی بچیوں کو تعلیم وتربیت کے لیے اچھے اداروں میں بھیجنا چاہتے ہیں لیکن پورے ملک کے طول و عرض میں اس طرح کے ایک ملّی ادارے کا شدید فقدان ہے کہ جہاں پر قرآنی والٰہی ماحول میں بچیوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔اسلامی دنیا میں جیسے اسلامی ملک میں خواتین کے لیے کسی معیاری یونیورسٹی کا نہ ہونا یقیناً افسوس کا باعث ہے لیکن اس سے بھی زیادہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ دینی حلقوں کی طرف سے بھی اس ضمن میں کوئی خاص پیشرفت دیکھنے میں نہیں آرہی ہے۔عام طور پر زیادہ سے زیادہ بچیوں کے لیے چھوٹا موٹا دینی مدرسہ بنانے پر ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے یا پھر ہاسٹل وغیرہ بنا لینے کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ بچیوں کو تعلیم دلانے کا رجحان ایک تو ویسے ہی کم ہے ،والدین جس طرح بچوں کی تعلیم کے بارے میں فکر مند ہوتے ہیں اس طرح بچیوں کے بارے میں حسّاس نہیں ہوتے۔جس کی وجہ سے بہت ساری بچیاں یا تو اسکولوں میں داخل ہی نہیں کرائی جاتیں اور اگر داخل ہو بھی جاتی ہیں تو جلد ہی تعلیم نامکمل چھوڑ کر گھر بیٹھ جاتی ہیں۔بہت سارے علاقوں میں اگر بچیاں میٹرک کر بھی لیں تو اس کے بعد دینی ماحول نہ ہونے کے باعث مجبور ہو کر انہیں تعلیم ترک کرنا پڑتی ہے۔ معاشرتی بے حسی اور بے توجہی کے باعث اس مسئلے کو زیادہ اہم نہیں سمجھا جا رہا ہے۔اس سلسلے میں کوئی پیشرفت کے اثرات دیکھنے میں نہیں آرہے ہیں۔ اسلامی دنیا میں جیسے اسلامی اور نظریاتی ملک میں قرآن و سنّت کے سائے میں خواتین کی تعلیم وتربیت کا مناسب انتظام نہ ہونا انتہائی افسوسناک امر ہے۔اگرچہ کچھ ادارے اس حوالے سے سرگرم نظر آتے ہیں لیکن ان کا دائرہ کار یا تو انتہائی محدود ہے اور یا پھر زیادہ تسلی بخش نہیں ہے۔خصوصاً میٹرک کے بعد والدین کو بچیوں کی تعلیم کے حوالے سخت مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یوں تو ہمارے اکثر سرکاری تعلیمی اداروں میں مناسب رہنمائی، دینی ماحول اور الٰہی افکار کا سایہ خالی ہی نظر آتا ہے اور اربابِ اقتدار کو اس سلسلے میں کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں ہے ۔ لیکن ایسے میں اپنی نوجوان نسل خصوصاً طالبات کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا یقیناً بہت بڑی غلطی ہے۔ہمیں چاہیئے کہ اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں سے غفلت نہ برتیں اور اس ضمن میں ہر ممکنہ تگ ودو کریں۔ آج اسلامی دنیا میں میں خواتین کی تعلیم وتربیت کی جتنی شدید ضرورت ہے ، تعلیمی وتربیتی اداروں کی اتنی ہی شدید کمی بھی ہے۔ایسا ماحول اور ایسے تعلیمی ادارے جن میں بچوں کا ایمان بھی محفوظ نہ رہ سکتا ہو وہاں پر بچیوں کو کس امید پر داخل کرایا جائے۔ آج

اسلامی دنیا میں عوامی سطح پر خواتین کی دینی و دنیاوی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک ایسی مستقل یونیورسٹی کا خلا واضح طور پر موجود ہے جس کی شاخیں دیگر ممالک میں پھیلی ہوئی ہوں اور اس یونیورسٹی تک خواتین کی رسائی بھی آسان ہو اور والدین اور دینی حلقے بھی اس کے ماحول اور تربیت کے حوالے سے مطمئن ہوں۔۔۔ اگر اسلامی معاشرے میں خواتین کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے خواتین کوان کا حقیقی مقام عطا کیا جائے اور ان کے لیے بہترین تعلیمی اداروں خصوصاً دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے تو ملت اسلامی کے مسائل کافی حد تک کم ہو سکتے ہیں اور اسلامی دنیا میں ایک حقیقی اسلامی معاشرے کی تشکیل کے خواب کو پورا کرنے میں کافی حد تک مدد مل سکتی ہے۔ آج ضرورت ہے عورت کو استعماری سازشوں کا شکار ہونے سے بچایا جائے اور عورت کو اس بات سے یقین کرایا جائے کہ وہ شیطانی افکار کے مطابق "صرف جنسی حیوان" نہیں ہے بلکہ ماں بہن، بیٹی اور بیوی جیسے حسین رشتوں کے امتزاج کا باعث ہے۔ چنانچہ گھٹیا لٹریچر، فلموں اور ڈراموں میں عورت کو، محبوبہ، مظلومہ اور مجبور بنا کر پیش کرنے کے بجائے، اس کی حقیقی تصویر پیش کی جائے اور اسے قوم کی عزّت ہونے کے ناطے اس کا حقیقی کردار ادا کرنے کی ترغیب دلائی جائے تاکہ وہ معاشرے میں مفید اور موثر کردار ادا کر سکے۔ ملکی ترقی اور قومی خوشحالی کے لئے والدین اور ارباب حل و عقد کو اپنی دیگر ترجیحات میں خواتین کی تعلیم وتربیت کو بھی شامل کرنا ہوگا۔ خواتین کی تعلیم وتربیت کے بغیر ملکی و ملی تعمیر وترقی کے سارے منصوبے پانی کی موجوں پر نقشے بنانے کے مترادف ہیں۔

حوالے:

۱۔ سید محمد حسین طباطبائی، تفسیر المیزان، ج۲، ص۲۶۷
۲۔ صبح الاعشی، ج ۳، ص۲۹۱
۳۔ ویل دورانت، تاریخ تمدن، ج ۴، عصر ایمان ترجمہ ابوطالب صارمی، ص ۲۰۲
۴۔ شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار، ج۱، ص۱۹۷
۵۔ سورۂ نحل، آیت ۵۹ و ۵۸۔ دکتر عباس زریاب، سیرۂ رسول اللہ، ص۷۸ او۱۷۹
۶۔ سورۂ نساء، آیت ۷
۷۔ سورۂ نساء، آیت ۷
۸۔ سورۂ نساء، آیت ۱۹
۹۔ تاریخ اسلام، مہدی پیشوائی، ج۱، ص ۱۶۵
۱۰۔ سورۂ ممتحنہ، آیت ۱۲

۱۱۔ سورۂ حدید، آیت ۱۲
۱۲۔ سورۂ حدید، آیت ۱۲
۱۳۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۵
۱۴۔ سورۂ توبہ، آیت ۷۱
۱۵۔ سورۂ اسراء، آیت ۲۳ و ۲۴
۱۶۔ سورۂ احقاف، آیت ۱۵
۱۷۔ وسائل الشیعہ، جلد ۱۵، ص ۲۰۷
۱۸۔ سیمای زن در کلام امام خمینیؒ، ص ۱۷۱
۱۹۔ ایضاً، ص ۱۷۱
۲۰۔ آئینہ زن۔ دفتر مطالعات و تحقیقات زن، ص ۱۷۷
۲۱۔ ایضاً، ص ۲۱،۱۷

حسب ونسب کی شاہکار حضرت زہرا علیہا السلام

مولانا سید طیب رضا

جب کوئی فرد بشر اس دنیا میں آتاہے تو اس کا ایک نسبی رشتہ ہوتاہے جو اس کے وجود سے وابستہ ہوتاہے۔اجدادی رشتہ کو سلسلۂ نسب سے تعبیر کیا جاتاہے،نسب کے ساتھ دوسرا لفظ حسب استعمال کیاجاتاہے جس سے انسان کے ذاتی کمالات اور نقائص مراد ہوتے ہیں اگر ذاتی کمالات اچھے ہیں تو ایسا انسان اسلام کی نظرمیں محبوب و مستحسن ہے اگر ذاتی کمالات نقائص کی شکل میں ہیں تو اسلام ایسے انسان کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ کبھی ایسا ہوتاہے تو حسب پست ہوتاہے۔ اسلام کی نظر میں حسب ونسب دونوں کی اہمیت ہے قرآن میں ایسی بیشتر مثالیں موجود ہیں جن میں حسب اور ذاتی کردار کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے اس کے بالمقابل نسب کام آتاہے مگر نظرنہیں آتا مثلاً فرزند جناب نوحؑ اور برادران یوسفؑ کی مثالیں ہمارے پیش نگاہ ہیں کنعان (فرزندنوح) بلند نسب کا مالک تھا چونکہ اس کے حسب میں کوئی کمال نہیں تھاجس کی بناپر نبی کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھایا،باپ نے کشتی میں سوار ہونے کی دعوت اور عذاب الٰہی کی دھمکی بھی دی بیٹے نے باپ کی ایک نہ سنی جس کے نتیجہ میں ہلاکت وتباہی ملی۔ برادران جناب یوسفؑ بھی ایک پیغمبر کی اولاد تھے حضرت یعقوب کے فرزند تھے مگر اپنے حسب کی پستی اور حقیر اور معمولی ہونے کے باعث حضرت یوسفؑ پر مظالم ڈھاتے ہیں اور کنویں میں ڈال دیتے ہیں اور پیغمبر خدا کی دل آزاری کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے برعکس جب ہم اصحاب پیغمبرؐ کی بزم کا مشاہدہ کرتے ہیں تو حضرت عمار بن یاسر، حضرت بلال ،میثم تمار۔ حضرت مقداد اور حضرت سلمان فارسی جیسے اصحاب وغیرہ یہ وہ حضرات ہیں جن کے حسب اور ذاتی کمالات ایسے ہیں کہ اب کوئی انسان ان حضرات کے نسب پر نہ تو کوئی بحث کرتاہے نہ ہی سوال اٹھاتاہے۔حقیقت میں بات یہ ہے کہ جب کسی کا حسب بلند ہوجاتاہے تو پھر نسب کی کمزوری پر نظر نہیں جاتی۔

جب ہم خاتون جنت کے نسب نامہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو آپ کے اجداد میں دنیائے عرب کی مشہور ہستیاں سامنے آتی ہیں۔ آپ کا خاندان دنیا کا نجیب ترین خاندان، والد بزرگوار

سیدالمرسلین، سراج منیر، بشیر ونذیر ، شافع روز محشر ساقی کوثر، صاحب قاب وقوسین، صاحب خلق عظیم جن کی ذات گرامی تمام کمالات وصفات حمیدہ کی جامع، جس کا اسوۂ حسنہ انسانیت کا آخری معیار ہے۔ آپ کی پاکیزہ ذات رسالت وعبدیت کی منتہائے کمال ہے۔

آپ کے نسب کے لئے کیا یہ کم ہے کہ آپ کائنات کے عظیم ترین پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر ہیں آپ کے شوہر سیدالعرب اور فرزند جوانان جنت کے سردار ہیں۔ قرآنی زبان میں آپ کو کوثر کہا گیا ہے، آپ کے القابات حسب ذیل ہیں۔ **ام الحسن، ام الحسین، الحصان۔ الحرہ، ام الائمہ، ام المحسن۔ امّ ابیہا ، فاطمہ، البتول، السیدہ، العذراء ، الحوراء، المبارکہ، الطاھرہ۔ الزکیہ۔ الراضیہ، المرضیہ، ام المریم۔ الصدیقہ الکبریٰ۔**[1]

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات گرامی عظمت کا وہ منارہ ہے کہ اسلامی خواتین کے معاشرہ میں آپ کی اطاعت فرض ہے آپ کی ذات گرامی اس فکر کی سچی تصویر اور نمونہ ہے جسے اسلام نے خواتین کی رہنمائی کے لئے پیش کیا ہے۔ نزول آیۂ تطہیر میں آپ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ آپ اُن خمسہ نجبا میں ہیں جنہیں آنحضرتؐ نصاریٰ کے مقابلے کے لئے میدان مباہلہ میں لے کر گئے تھے۔ تاریخی روایات واحادیث شاہد ہیں کہ آپ کی ذات گرامی پیغمبرؐ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھی جب کبھی حضور سفر پر تشریف لے جاتے تو سب کے آخر میں آپ سے ملاقات کرکے جاتے اور جب سفر سے واپس فرماتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد آپ سے ملنے تشریف لے جاتے، پیغمبرؐ کے نزدیک آپ کی یہ عظمت ایک بیٹی ہونے کی حیثیت سے نہیں تھی (اس کے ذیل میں ہم بعض احادیث مقالہ کے آخر میں تحریر کریں گے) ایسا ہر گز نہیں تھا، اس لئے کہ پیغمبر کی ذات عام بشر کی طرح نہیں تھی۔ قرآن آپ کی نسبت فرماتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[2]

ترجمہ۔" میرا رسولؐ اپنی مرضی سے نہیں بولتا بلکہ اس کا کلام وحی الٰہی ہوتا ہے۔"

دوم۔ فطری طورپر ہر باپ اپنی بیٹی سے محبت کرتا ہے لیکن اس جلالت قدر کے ساتھ اس طرح کی تعظیم نہیں کرتا جبکہ یہ امر طرفین کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ ، حضرت زہرا(س) کی تعظیم فرماتے اور آپ کی قدر کرتے تھے اور آپ کی کنیت۔" ام ابیہا" فرمائی ہے نیز آپ کے بارے میں فرمایا فاطمہؑ کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور ناراض ہونے

سے خدا ناراض ہوتا ہے۔

فاطمه بضعة منّی من سرّها فقد سرّنی ومن سائها فقد سائنی

ترجمہ: زہرا(س) میرا پارۂ جگر ہے جس نے اسے خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

انّ فاطمةَ بضَعة منّی وهی نُورُ عَینِی وثَمرة فُؤَادی سُؤنی مَاسٰاء ها وَیسرنی ماسرّها وَاِنّها اوّل من یلحقنی۔ یقینا فاطمہ (س) میرا پارۂ جگر ہے میری خنکی چشم اور میوۂ دل ہے جس نے اسے تکلیف واذیت دی اس نے مجھے اذیت دی (اہلبیت) میں سے پہلے فاطمہ (س) (مجھے میرے وصال کے بعد) ملاقات کریں گی۔

امّا ابنتی فاطمة فَانها سَیّدةُ نِسٰاء العٰالَمِین مِنَ الاوّلینَ والاٰخَرین

ترجمہ: فاطمہؑ اولین وآخرین میں عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔

زہرا(س) کا غضب، غضب الٰہی۔ **انّ اللّٰه لیغضب لغضب فاطمة ویرض لرضاها** ۳؎

ترجمہ: فاطمہؑ کے غضبناک ہونے سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور اس کی رضا سے خدا راضی ہوتا ہے۔

زہراؑ جوانان جنت کی مادر گرامی ہیں۔ جوانان جنت جن کے بارے میں آنحضرت کے ارشادات حسب ذیل ہیں۔

قال رسول الله (ص): الحسَن والحُسین سَیّد اشباب اهل الجنّة وَاَبُوهما خَیرٌ مِنْهُما

ترجمہ: حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں دونوں کے والدین ان سے افضل ہیں۔

قٰالَ اِنَّ حَسَناً وَحُسَیْناً سیّدا شباب اهل الجنّة۔

ترجمہ: یقینا حسن وحسین جوانان جنت کے سردار ہیں۔

قالَ: مَن کاَنَ یَجنبی فلیجب ابنی هذین فان الله امرنی بحبهما

ترجمہ: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے میرے دونوں نواسوں سے محبت کرنا چاہئے۔ اللہ نے مجھے ان دونوں سے محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

قالَ: اَللّٰهُمَّ اَحَبُّ حسناً وَّحُسیناً وَاَحَبُّ مَن یُحِبُّهُمٰا ۴؎

ترجمہ: پروردگار حسنؑ و حسینؑ کو دوست رکھتا ہے اور حسن و حسینؑ سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔

آنحضرتؐ سے مذکورہ تمام روایات اگر کسی امر پر دلالت کرتی ہیں تو اس کے سوااور کچھ

نہیں کہ پیغمبرؐ حضرت زہرا(س) کا احترام آپ کے ذاتی کمالات نفسانی خوبیوں پاکیزہ سیرت بلند اہداف اور عظیم شخصیت کے باعث فرماتے تھے نیز جہالت زدہ معاشرہ کو درس دینا مقصود تھا کہ عورت ہونے کے سبب فضیلت سلب نہیں ہوجاتی بلکہ اگر عورت انسانی اور روحانی فضائل کی مالک ہوتو اسکا مقام مردوں سے کہیں آگے ہے۔چنانچہ حضرت زہرا(س) نے اپنے حسن عمل اور پاکیزہ سیرت سے یہ ثابت کردکھایا کہ اولاد کے اخلاق وکردار بلندفکری ، علو ہمتی ، عزائم ورجانات اور صلاحیتوں کی تخلیق میں ماں کا کتنا بڑا حصہ ہوتاہے۔مسلم خواتین کے لئے آپ کی سیرت طیبہ اسوۂ پیغمبرؐ کی روشن مثال ہے جوہر دور اور ہر زمانہ میں مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ کی ذات وہ نورانی نقش کامل ہے جو تاابدتابندہ اور پائندہ رہے گی۔آپ اپنے والد کی فرمانبردار بیٹی اور شافع روز جزا کی مزاج شناس تھیں صاحب خلق عظیم کا نمونہ اخلاق وعادات اور گفتگو میں رسولؐ اللہ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں، ایثار اور سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اپنے درسے کبھی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتی تھیں، رسالت مآب کو بے پناہ عزیز تھیں جب آپ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ کھڑے ہوکر احترام کرتے اور اپنی جگہ بٹھاتے، رحمۃللعالمین کا حضرت فاطمہؑ کے لیے حد درجہ پیار اور محبت بھری تکریم سیدہ کی فضیلت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔آپ کے بلند مرتبہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس عالی گوہر خاتون نے آغوش رسالت میں اصول زندگی سیکھے اور ان پر کماحقہ عمل کیا چنانچہ معرفت الٰہی، اطاعت رسولؐ، تقویٰ اور پاکیزگی ،عفت مآبی توکل اور راضی برضائے الٰہی کے باعث آپ کی ذات گرامی آسمان الٰہی کا درخشندہ ستارہ بن گئی۔

انہیں صفات کمال کے سبب مفکر اسلام علامہ "اقبال رموز بے خودی" میں فرماتے ہیں۔

۱۔ مزرع تسلیم را حاصل بتول — مادرآن را اسوۂ کامل بتول

ترجمہ: تسلیم ورضائے الٰہی کی زراعت کا حاصل بتولؑ ہیں جو ماؤں کے لئے نمونہ کامل ہیں

۲۔ برمحتاج دلش آن گونه سوخت — بایهودی چادر خود را فروخت

ترجمہ: ضرورت مند اور محتاج کے لئے آپ کا دل اس طرح بے قرار ہوا کہ آپ نے اس کی ضرورت پوری کرنے کے لئے یہودی کواپنی ردا فروخت کردی۔

۳۔ نورو هم آتش فرمان برش — گم رضایش در رضای شوهرش

ترجمہ: نوری (مسلمان) اور ناری (یہودی) دونوں آپ کے تابع فرمان ہیں اور آپ کی رضا اپنے شوہر کی رضا میں گم ہے۔

۴- آن ادب پروردۂ صبرو رضا آسیاگردان ولب قرآن سرا

ترجمہ: حضرت زہراؑ کی ایسے صبر و رضا کے ماحول میں پرورش ہوئی ہے کہ چکی، چلاتے وقت بھی آپ کے لبہائے مبارک تلاوت کلام الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔

۵- گریہ هائی او زبالین بی نیاز گوهر افشاندی به دامان نماز

ترجمہ: آپ گردش لیل ونہار کا شکوہ کرتے ہوئے اپنے بستر پر اشک افشانی نہیں کرتیں بلکہ خوف وخشیت الٰہی میں آپ کے آنسوں مصلیٰ عبادات پر ٹپکتے ہیں۔

۶- اشک او بر چید جبرئیل امین هم چون شبنم ریخت بر عرش برین

ترجمہ: حضرت زہراؑ کے آنسوؤں کو جبرئیل امین عرش الٰہی پر لے گئے اور انہیں شبنم کے مانند پیش کیا۔

۷- رشته آئین حق زنجیر پاست پاس فرمان جناب مصطفی است

ترجمہ: میں اطاعت الٰہی کی زنجیر میں گرفتار ہوں اور پیغمبرؐ کے ارشاد کا لحاظ میرے پیش نگاہ ہے۔

ورنه گرد تربتش گردیدمی سجدها برخاک او پاشیدمی

ترجمہ: ورنہ میں (اقبال) حضرت زہرا(س) کی تربت کا طواف کرتااور اپنے سجدے آپ کی خاک تربت پر قربان کردیتا۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا میں صفات انبیاء کی جھلکیاں

۱۔شرافت وآدمیت میں حضرت آدم کی اقتداہے۔

۲۔ یاد الٰہی وگریہ وزاری میں آدم ثانی جناب نوحؑ کی اقتدا ہے۔

۳۔جودوسخا میں حضرت ابراہیمؑ کی اقتدا ہے۔

۴۔صبر و رضا میں حضرت اسمٰعیلؑ کی اقتدا ہے۔

۵۔راضی برضائے الٰہی میں حضرت ایوبؑ کی اقتدا ہے۔

۶۔زندگی کے سوزوگداز میں حضرت ذکریاؑ کی اقتداہے۔

۷۔غربت وسادگی میں حضرت یحیٰؑ کی اقتداہے۔

۸۔امت پر شفقت ومہربانی میں حضرت موسیٰؑ کی اقتداہے۔

۹۔مکان ولباس میں سادگی حضرت عیسیٰؑ کی اقتداہے۔

۱۰۔شرافت وکرامت ، صبر و رضا، شفقت ومہربانی اور ایثار ووفا میں اپنے والد بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اقتدا اور سیرت کامکمل کانمونہ ہیں جن کی نسبت ارشاد الٰہی ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ

عَظِیْم۔ اے رسولؐ آپ اخلاق کے عظیم مرتبہ پر فائز ہیں۔

حضرت زہراؑ مصداق کوثر

(اے رسولؐ) بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا۔ لہٰذا آپ اپنے رب کے لئے نمازیں پڑھیں اور قربانی دیں۔یقینا آپ کا دشمن بے اولاد رہے گا۔۵؎

ہمیں یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ خداوند عالم اپنے حبیب کو کوثر کے عطاکرنے (خیر کثیر) کا مژدہ اس وقت سنارہاہے کہ ابھی تک اس خیر کثیر کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ یہ ایسی پیش گوئی تھی جو مستقبل قریب اور مستقبل بعید کے لئے کی جارہی تھی جو اعجاز آمیز اور پیغمبر اکرم کی دعوت کی حقانیت کو بیان کرنے والی خبر ہے۔ اس عظیم نعمت اور خیر فراواں کے لئے بہت ہی زیادہ شکر کرنے کی ضرورت ہے۔

معنی کوثر:

صاحب "مجمع البیان" (شیخ طبرسی) نے اپنی تفسیر میں کوثر کے معنی میں اس طرح افادات پیش کئے ہیں۔

الکوثر فوعل من الکثرۃ وھو الشی الذی من شانہ الکثرۃ

والکوثر. الخیر الکثیر۔ یعنی کوثرفوعل کے وزن پر کثرت سے ہے جس کے معنی اس چیز کے ہیں جس کی شان میں کثرت ہو اور کوثر خیر کو کہتے ہیں۔ شیخ مزید فرماتے ہیں مجاہد نے کہا ہے ابتر اس ذات کو کہتے ہیں جس کے پیچھے کوئی نہیں ہوتا۔درحقیقت یہ قریش کے اس قول کا جواب ہے جس میں وہ کہتے تھے محمدؐ کے بعد رہنے والوں میں کوئی باقی نہیں ہے اس سے تم مطمئن ہوجاؤ انکا دین ختم ہوجائے گا ان کا کوئی قائم مقام نہیں ہے۔ (شیخ فرماتے ہیں) اس سورہ میں پیغمبرؐ کی صداقت اور آپ کی نبوت کی دلالت ہے۔

اول: آپ کے دشمنوں کے دل میں موجودہ بات کی خبر دی گئی ہے۔

دوم: آپ کو کوثر عطاکیاگیا ہے۔آپ کا لایاہوا دین کتنا پھیلا۔ ذریت میں کس قدر کثرت ہوئی اور ہر نسب سے آپ کا نسب آگے بڑھ گیا۔

سوم: سورہ کے مختصر ترین ہونے کے باوجود تمام عرب کے فصحا اور بلغاً اس کا جواب پیش کرنے سے عاجز ودرماندہ رہ گئے جس کا انہیں چیلنج کیا گیا تھا۔

چہارم: اللہ نے اپنے رسولؐ کی ان کے دشمنوں پر مددکا دعویٰ فرمایا تھا اور ان کے خاتمہ کی خبر

دی تھی (جو مستقبل قریب میں ہو کر رہی) ۶

صاحب "تفسیر کبیر" (فخر رازی) نے کوثر کے معنی میں حسب ذیل افادات بیان کئے ہیں۔

الکوثر اولادہ قالو ا الان ھٰذہ السورۃ انما نزلت رداً علی من ظاھراً عابَہ علیه السّلام بعدم الاولاد۔ فالمعنی انّه یعطیه نسلاً یبقون علی مرّ الزمان فانظر کم قتل من اھل البیت ثمّ العالم ممتلئ منھم ولم یبقَ من بنی امیه احد یعبأبه ثم انظر کم کان فیھم من الاکابر من العلماء، کالباقر والصادق والکاظم والرضا علیھم السّلام والنّفس الزکیه وامثالھم۔ ۷

ترجمہ: کوثر سے آنحضرتؐ کی اولاد مراد ہے لوگوں کے (بطور دلیل) بیان ہے، چونکہ یہ سورہ ان لوگوں کی رد میں نازل ہوا ہے جنہوں نے آنحضرتؐ کو اولاد نہ ہونے کا طعنہ دیا تھا جس کے معنیٰ ہیں خدا آپ کو ایسی اولاد عطا فرمائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔ ذرا غور کرو آنحضرتؐ کی ذریت کو کس قدر موت کے گھاٹ اتارا گیا اس کے باوجود کائنات ان کے وجود سے بھری پڑی ہے اور آپ پر طعنہ زنی کرنے والے بنی امیہ میں سے ایک فرد بشر بھی باقی نہیں بچا اور یہ بھی غور کرو کیہ آنحضرتؐ کی ذریت میں باقرؑ وصادقؑ، کاظم و رضا علیہم السلام نفس ذکیہ اور انہیں جیسی علمی شخصیتیں پیدا ہوئیں۔

صاحب "تفسیر المیزان" نے کوثر کے معنیٰ اس طرح بیان کیے ہیں۔

اس سے خیر کثیر مراد ہے۔ جنت میں نہر مراد ہے۔ جنت اور محشر میں پیغمبرؐ کی نہر ہے، آپ کے اصحاب اور دوست ہیں جو قیامت تک آتے رہیں گے۔ جماعت علماء امت ہیں قرآن اور اس کے بیشتر فضائل، نبوّت مراد ہے۔ قرآن کی آسان اور تخفیف شرائع اسلام اور توحید۔ علم وحکمت آنحضرتؐ کے فضائل مقام محمود بھی بیان کیے گئے ہیں۔

نتیجہ: مذکورہ تمام معنی بیان کرنے کے بعد صاحب "تفسیر المیزان" فرماتے ہیں بہر حال جو بھی ہو سورہ کا آخر یہ ہے "اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الاَبتَر" ابتر کا ظاہر یہ ہے کہ جس کی نسل منقطع ہو۔ جس سے پیغمبر کی ذرّیت کی کثرت مراد ہے۔ ۸

صاحب "تفسیر نمونہ" نے کوثر کے کم وبیش وہی معنی بیان کئے ہیں جنہیں صاحب "مجمع البیان" نے بیان کیا ہے مزید فرماتے ہیں: کوثر ایک جامع اور وسیع معنی رکھتا ہے اوروہ خیر کثیر اور فراواں ہے اور اس کے بہت زیادہ مصادیق ہیں لیکن بہت سے بزرگ شیعہ علماء نے اس کے واضح ترین معنیٰ میں سے ایک مصداق فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے وجود مبارک کو سمجھا ہے چونکہ آیہ کی شان نزول سے ظاہر ہے کہ دشمن پیغمبرؐ کو ابتر ہونے سے متّہم کرتے تھے۔ قرآن

ان کی بات کی نفی کے ضمن میں کہتا ہے " ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے اس تعبیر کا یہی مطلب ہے کہ یہ خیر کثیر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہی ہیں کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ کی نسل اور ذریت اس دختر گرامی کے ذریعہ سارے عالم میں منتشر ہوئی جو نہ صرف پیغمبرؐ کی جسمانی اولاد ہی تھیں بلکہ انہوں نے آپ کے دین اور اسلام کی تمام اقدار کی حفاظت کی اور اسے آنے والوں تک پہونچایا نہ صرف ائمہ معصومینؑ جن کی اپنی ایک مخصوص حیثیت تھی بلکہ ہزاررہا فرزند ان فاطمہؑ عالم میں پھیل گئے جن میں بڑے بڑے بزرگ علماء مؤلفین ، فقہاء محدثین مفسرین والا مقام اور عظیم حکمراں ہو کر گذرے جنہوں نے ایثار وقربانی اور فداکاری کے ساتھ دین اسلام کی حفاظت کی کوشش کی۔۹

مذکورہ تفاسیر کی روشنی میں تمام کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ کوثر کے تمام معنی کی بازگشت خیر کثیر ہے اور خیر کثیر بارگاہ قدرت میں وجود حضرت زہرا علیہا السلام ہے ، بیشک جتنا خیر کثیر خدا نے اپنے پیغمبر کو عطا فرمایا اتنا کسی اور کونہیں دیا انتہا یہ ہے کہ آپ کے دشمن کو ابتر بنا دیا اور اس کی نسل کو منقطع کرکے آپ کی نسل کو حضرت زہراؑ کے ذریعہ قیامت تک کے لئے باقی اور دائمی بنادیا جس کے نتیجہ میں آپ سے نماز اور قربانی کا مطالبہ کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ جب بھی کوئی خیر اور نعمت نصیب ہو تو اس کا فرض ہے کہ شکر خدا کرے اور شکریہ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ نماز قائم کرے اور راہ خدا میں قربانی دے۔

ہم اپنے مقالہ کا اختتام حضرت زہرا کی طرف نسبت کیے گئے علّامہ اقبال کے ذیلی نورانی اشعار پر کررہے ہیں۔

ای ردایت پردۂ نـاموس مـا
تاب تو سرمایۂ فانوس ما

اے وہ ذات (حضرت زہراؑ) جس کی ردا ہمارے ناموس کا حجاب ہے ۔
اور آپ کی طاقت وتوانائی ہمارے قانون (دین) کا سرمایہ ہے۔

طینت پاک تو مارا رحمت است
قوت دین واساس ملّـت اسـت

آپ کی پاکیزہ ، سیرت ہمارے لئے رحمت ہےجو دین وملّت کی قوت ہے۔

می تراشد پر توِ اطوار ما
فکر ما گفتار ما کردار مـا

آپ کی پاکیزہ سیرت کی چھوٹ ہماری فکر ، گفتار اور کردار کو روشنی بخشتی ہے۔

ای امین نعمت آئین حق

در نفس هائی تو سوز دین حق

اے حق کی امانتدار آپ کی ہر ہر سانس میں دین کا سوز ہے۔

آنکه نازد بروجودش کائنات

ذکر او فرمود باطیب وصلوٰت

اے وہ ذات گرامی جس پر کائنات افتخار کرتی ہے جس کا ذکر خیر درود وصلوات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

حوالے:

۱۔ بحار الانوار، ملا باقر مجلسی، نظامی پریس لکھنؤ سن اشاعت ۱۹۹۹، ص ۲۰

۲۔ سورۂ نجم، آیت ۲

۳۔ میزان الحکمہ مؤلف، والمحمدی الری شہری، ناشر، مکتب الاعلام الاسلامی، ص ۲۲۹

۴۔ میزان الحکمہ، ص ۲۳۵

۵۔ ترجمہ سورۂ کوثر

۶۔ مجمع البیان، تفسیر القرآن، مؤلف شیخ ابو علی الفضل من الحسن الطبری، انتشارات ناصر خسرو طہران، ایران، الجزء التاسع، ص ۸۳۸

۷۔ تفسیر کبیر امام فخر رازی۔المجلد العاشر، دار احیا التراث العربی بیروت، ص ۱۲۴

۸۔ المیزان فی تفسیر القرآن تالیف شیخ محمد حسین الطبا طبائی، ج ۲، منشورات مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات بیروت، لبنان، ص ۳۷۸

۹۔ تفسیر نمونہ، ج ۔ ۱۵۔ مؤلف استاد محقق آیت اللہ العظمیٰ ناصرمکارم شیرازی، ناشر مصباح القرآن ٹرسٹ گنگارام بلڈنگ، تاریخ اشاعت ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ۔

روش زندگی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

ڈاکٹر مظفر سلطان حسن ترابی

خالق کائنات اور مالک موجودات پروردگار نے اشرف المخلوقات اور افضل موجودات مخلوق انسان کی تخلیق کے سلسلے میں لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ[1] (ہم نے انسان کو بہترین پیکر اور اسٹکر کچر میں پیدا کیا۔) کے اعلان کے ساتھ اسے ظاہری اور جسمانی طور پر بہترین شکل و صورت میں پیدا کرتے ہوئے اور اس کی تخلیق میں تسویہ وتناسب اور عدل واعتدال سے کام لیتے ہوئے معتدل اور متناسب اعضاء وجوارح پر مشتمل بہترین پیکر عطا کیا اور اپنی اس اعلیٰ اور خوبصورت ترین مخلوق کو گویا اپنا شاہکار قرار دے کر اپنے حُسنِ خلقت پر ناز فرماتے ہوئے اعلان کیا کہ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ[2] (بابرکت و باعظمت وجلالت ہے وہ خدا جو بہترین خالق ہے۔)

ظاہری اور مادی و جسمانی اعتبار سے انسان کو بہترین پیکر میں پیدا کرنے کے ساتھ ہی خالق کریم نے یہ بھی چاہا کہ اس کے حُسنِ خلقت کا یہ شاہکار حُسنِ صورت کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کے ذریعے حُسنِ سیرت و حُسنِ اخلاق اور حُسنِ کردار و حُسنِ صفات سے آراستہ و پیراستہ ہو کر باطنی اور معنوی و روحانی اعتبار سے بھی باوقار ثابت ہو اور اوصاف حمیدہ کا مالک اور صفاتِ ستودہ کا حامل رہے۔ چنانچہ اس کی شخصیت سازی اور سیرت آرائی کی غرض سے اس کی تعمیر ذات و تطہیرِ صفات اور تزکیہ نفس کے لئے اپنے کچھ منتخب اور برگزیدہ اور پسندیدہ نمائندوں کو رسالت و نبوت کے منصب پر فائز کرکے اور اپنی شریعت کا امین و نقیب بنا کر انسانوں کی رشد و ہدایت اور ان کے کردار کی آرائش و زیبائش کے مقصد کے پیش نظر آئیڈیل شخصیت اور مثالی کردار کی حیثیت سے ان کو نبوت و رسالت اور امامت و ولایت کے عہدے پر سرفراز کرکے ان کے درمیان بھیجا۔

عورت ذات کی عزت و حرمت کو برقرار رکھنے کے لئے خواتین کی جماعت سے بھی حضرت حوّا و ہاجرہ، حضرت سارہ و آسیہ اور حضرت مریم و خدیجۃ الکبریٰ جیسی قابل فخر اور مایۂ ناز مخدراتِ باعظمت و جلالت کو بھی حُسنِ سیرت و حُسنِ کردار کی نعمت و دولت عطا کرکے ممتاز اور صاحبِ اعزاز بنا کر مثالی اور آئیڈیل اُسوہ و نمونہ کے طور پر طبقۂ نسواں سے منتخب کیا جو اپنے حُسنِ سیرت و حُسنِ کردار اور حُسنِ عمل و حُسنِ اخلاق کے ذریعے خاتون خانہ ہو کر بھی اور مخالف ماحول اور ناسازگار حالات میں رہ کر بھی خانگی و

خارجی ہر منزل ومقام اور ہر موقع ومحاذ پر عزت وعظمت نسواں کی علامت اور ضمانت بن کر تاریخ سیرت وتاریخ انسانیت کے صفحات کی زیب وزینت قرار پائیں۔ یہاں تک کہ ان کی پاکیزہ سیرت و کردار کے نقش و نگار خدا کی مقدس کتاب قرآنِ کریم کے پاک اوراق پر بھی ثبت ہیں۔

یہ باعظمت و جلالت حق شناس و حق شعار مخدرات اپنے اپنے عہد، اپنے اپنے دَور اور اپنے اپنے زمانے میں کچھ مخصوص طبقہ نسواں کے محدود حلقے اور علاقے کے لئے نمونۂ عمل اور آئینہ کردار قرار دی گئی تھیں۔ لیکن ان سب سے منفرد و ممتاز، معزز و موقر اور محترم و مکرم ذات پاک پیکرِ عصمت وعفت، مرکز تقدس و طہارت، محورِ شرافت و نجابت، بانوئے عظمت وجلالت، منبع کرامت وفضیلت، مہبط دین وشریعت، منزل حق وصداقت، شریکِ کارِ رسالت، رفیق فریضہ امامت، بضعۃ الرسول، ام الائمہ، خاتونِ جنت، صدیقہ کبریٰ، سیّدہ طاہرہ، انسیہ حوراء، بتول عذراء حضرت فاطمہ زہرا (س) کی ہے جنہوں نے اپنے مختصر سے دورِ حیات میں ہی سقیفائی غصب وغضب، حکومتی جبر و قہر اور فسطائی دار وگیر کے پُر ہول ماحول اور پُر آشوب زمانے میں بھی گھر اور گھرانے اور مکان اور خاندان سے لے کر گھر بار اور سرکار اور دربار تک اور محرابِ عبادت سے لے کر میدان کارزار تک اسلامی اور انسانی سماج اور شرعی و بشری معاشرے کے لئے شاہراہ حیات میں ہر ہر قدم پر سیرت کی تعمیر و تطہیر اور تہذیب نفس وتدبیرِ منزل کے ایسے روشن وتابناک نقوش وخطوط ثبت کئے ہیں جو ہر سن و سال، ہر فرد و نوع، ہر طبقہ و جماعت اور ہر صنف و جنس کے لئے اسوۂ حسنہ و نمونۂ عمل کی بہترین مثال، روشن مشعل اور نشان منزل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا (س) کی عظمت وفضیلت کو بیان کرتے ہوئے علّامہ عبداللہ عبدالعزیز ہاشمی لکھتے ہیں کہ :

> "خدا کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ ہر زمانے میں اس نے مردوں میں ممتاز افراد پیدا کئے جیسے اس نے ہر زمانے میں انبیاء کو مبعوث فرمایا جو اپنے زمانے میں جدا شخصیت کے حامل تھے...... اسی طرح خدا نے ہر زمانے میں عورتوں میں بھی ممتاز کردار والی خواتین کو خلق کیا تاکہ وہ اپنے زمانے کی خواتین کے لئے نمونۂ عمل بن سکیں جیسے جناب مریم بنت عمرانؑ جو اپنے زمانے کی ممتاز خاتون تھیں جن کی روزی کی ذمہ داری خدا نے لی تھی۔ جب مریمؑ کا یہ عالم ہے کہ خدا اُن پر خوانِ نعمت جنت سے نازل فرماتا ہے جب کہ مریمؑ صرف اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں تو اُس فاطمہ (س) کی کیا منزلت ہوگی جو عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اسی لئے خدا نے فاطمہ (س) کو خلق کیا تاکہ مومنین و مومنات کے لئے زندگانیٔ دنیا میں

نمونۂ عمل موجود رہے۔ اگر فاطمہ (س) جداگانہ شخصیت کی حامل نہ ہوتیں تو خدا ان کی رضا کو اپنی رضا اور ان کے غضب کو اپنا غضب قرار نہ دیتا۔" [۳]

طینت و خلقتِ حضرت فاطمہ زہرا (س)

چونکہ خالق حکیم اور ربِ قدوس نے اس عصمت مآب اور عفت پناہ فخر تقدس وطہارت خاتون کو تمام دنیائے انسانیت اور خصوصاً اور عالم نسوانیت کے لئے ہر رشتہ و رتبہ اور ہر حلقہ و طبقہ کے لحاظ سے ایک نہایت عدیم النظیر اور فقید المثال ممتاز و منفرد نمونۂ عمل بنانے کاارادہ فرمایا تھا اس لئے اس نورانی ذاتِ پاک کی طینت و خلقت کی تخمیر و تعمیر اور اس کی سیرت و شخصیت کی تشکیل و تکمیل کے سلسلے میں اس کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد ہر منزل اور ہر مرحلہ میں قدرت نے بڑی احتیاط اور بڑے اہتمام کا مظاہرہ کیا۔ ایک طرف تو نور حضرت فاطمہ زہرا (س) کی عظمت کو اُجاگر کرنے کی غرض سے یہ اہتمام کیا کہ اپنے حبیب کو یہ مقدس نور ودیعت کرنے کے لئے معراج پر بلایا اور جنت کی سیر کرائی جیسا کہ صاحب "علل الشرائع" نے جناب ابن عباس سے واقعہ معراج کی کیفیت کی تفصیلات کے سلسلے میں روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

> "ایک مرتبہ جناب عائشہ جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ اپنی لخت جگر کو بوسے دے رہے تھے۔ جناب عائشہ نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ انھیں بہت دوست رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر تم اس کے ساتھ میری محبت کا اندازہ کر سکو تو ضرور ان سے محبت بڑھاؤگی۔ یہ ارشاد فرما کر رسول اللہؐ نے کیفیت معراج بیان فرمائی۔ اور آسمانوں کی کیفیتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب میں حجاب کے پاس پہنچا تو جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت میں داخل کیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شجر نورانی ہے۔ جس کے سائے میں دو فرشتے بیٹھے ہوئے حلے اور زیورات چن رہے ہیں میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ درخت کس کے لئے ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کے بھائی علی ابن ابی طالبؑ کی مِلکیت ہے۔ اور یہ فرشتے قیامت تک ان کے لئے حلے اور زیورات چنتے رہیں گے۔ پھر میں آگے بڑھا۔ میں نے ایک رطب دیکھا جو مسکہ سے زیادہ نرم مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ میں نے یہ رطب لے کر نوش کیا۔ پس یہ یہ رطب نطفہ بن گیا۔ جب میں واپس آیا تو یہ نطفہ رحم مطہر خدیجہ میں قرار پایا۔ پس فاطمہ (س) انسانوں میں حور ہے۔ جب

میں جنت کا مشتاق ہوتاہوں تو فاطمہ (صلوات اللہ علیہا) کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔" ۴؎

مذکورہ واقعہ کے حوالے سے طینت و خلقت حضرت زہرا (س) کی تخمیر و تعمیر کے سلسلے میں علّامہ نجم الحسن کراروی "مدارج النبوۃ اور اعلام الوریٰ" کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مدارج النبوۃ" میں ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ جناب سیدہ (س) کو جب کہ وہ کمسن تھیں۔ اکثر اپنی گود میں بٹھالیا کرتے تھے اور ان کے لبوں کو بوسہ دیتے تھے۔ اس پر حضرت عائشہ نے کہا کہ آپ جناب فاطمہ (س) کے بوسے دیتے ہیں اور اپنی زبان ان کے منہ میں دے دیتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، تمھیں معلوم نہیں، جب میں معراج پر گیا تھا جبرئیل نے مجھے ایک سیب جنت دیا تھا۔ میں نے اسے کھایا تھا اور اسی سے فاطمہؑ کا نطفہ وجود قائم ہوا۔ اے عائشہ جب میں جنت کا مشتاق ہوتا ہوں فاطمہؑ کی خوشبو سونگھتاہوں اور دہن فاطمہ (س) سے میوۂ جنت کا لطف اٹھاتا ہوں۔" ۵؎

دوسری طرف نورِ حضرت زہرا (س) کی طہارت و لطافت کی حفاظت وضمانت کے مقصد سے اس کی تشکیل و تکمیل میں خدا نے اس قدر احتیاط کو پیش نظر رکھا ہے کہ اس کے لئے نہایت پاکیزہ اور باصفا فضا قائم کی اور روحانی و نورانی حالات و مقدمات فراہم کئے۔ جس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے علّامہ عبداللہ عبدالعزیز ہاشمی رقمطراز ہیں کہ:

"خدا نے اپنے حبیب کو پابند کیا کہ آپ چالیس روز تک اپنے گھر تشریف نہ لے جائیں جہاں آپ کی زوجہ خدیجہ بنت خویلد رہتی ہیں۔ نبیؐ نے حکم الٰہی کی تعمیل فرمائی کیونکہ آپ باخبر تھے کہ کوئی خاص بات ہے کہ جس کی بنا پر خدا نے یہ حکم دیا ہے چنانچہ نبیؐ فاطمہ بنتِ اسد کے گھر جاکر مقیم ہوگئے اور چالیس شب و روز عبادت و ریاضت میں گذار دئے ادھر نبیؐ خدیجہ کی زیارت کے مشتاق تھے ادھر خدیجہ بھی آپ کی زیارت کی مشتاق تھیں جب چالیس روز مکمل ہوگئے تو جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا خدا نے آج آپ کے افطار کا انتظام کیا ہے جب افطار کا ہنگام آیا تو ایک خوان نبیؐ کے سامنے آیا جو رومال سے ڈھکا ہوا تھا اس خوان میں تروتازہ انگور اور کھجور تھے نبیؐ نے طعام نوش فرمایا اور تھوڑا پانی پیا جب آپ نے چاہا کہ اپنے ہاتھ دھوئیں تو جبرئیل نے آپ کے دست مبارک پر پانی ڈالنا شروع کیا اور میکائیل نے آپ

کے ہاتھوں کو دھونا شروع کیا اس کے بعد میکائیل نے ایک رومال سے آپ کے دست مبارک کو خشک کیا۔ یہ ملائکہ فاضل طعام لے کر واپس آسمان کی طرف چلے گئے اب نبیؐ نے چاہا کہ نماز ادا فرمائیں تو جبرئیل امین نے بڑھ کر فرمایا اے نبیؐ آپ گھر تشریف لے جایئے آج کی شب خدا آپ کے صلب سے ایک پاکیزہ ذات خلق کرنے والا ہے۔ یہ تھے وہ مقدمات جن کو خلقت فاطمہ (س) سے قبل اپنا یا گیا۔ منشائے الٰہی یہ تھا کہ زہراؑ کی خلقت طعام جنت سے قرار پائے۔"[۶]

ولادتِ باسعادت

چونکہ رب قدوس نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو مادی و معنوی، ظاہر و باطنی اور جسمانی و روحانی ہر اعتبار سے خواتین عالم کے لئے ایک مثالی کردار کی حیثیت سے کامل و اکمل نمونۂ عمل بنانے کا ارادہ کیا تھا اس لئے جس طرح آپ کی طینت وخلقت میں طہارت و پاکیزگی کا مکمل اہتمام فرمایا تھا کہ اس پر کسی بھی طرح کے رِجس و نجاست کا کہیں سے کوئی سایہ اور شائبہ تک نہ آنے پائے اسی طرح آپ کی ولادت باسعادت کے سلسلے میں بھی پوری احتیاط برتی اور اس بات کا پورا خیال رکھا کہ آپ کی ولادت کے موقع پر کوئی ایسی ذات شریک نہ ہو اور کسی ایسی عورت کا ہاتھ نہ لگے جس کی عظمت و فضیلت میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ ہو یا جس کی سیرت و شخصیت حضرت فاطمہ زہرا (س) کی عصمت و طہارت کے منافی ہو۔ چنانچہ مشیت ایزدی اور مصلحت الٰہی سے خود بخود ایسے حالات و معاملات پیدا ہوگئے تھے کہ آپ کی ولادت کے ایسے نازک وقت میں بھی زنان قریش اور خواتین مکہ نے آپ کی مادر گرامی حضرت خدیجہ علیہا اسلام کا بائیکاٹ کر کے کسی بھی طرح کی کوئی مدد کرنے سے بالکل صاف طور پر انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ اس وقت خدا نے ان کی مدد کرنے کے لئے دایہ اور قابلہ کی حیثیت سے حضرت سارہ زوجۂ حضرت ابراہیمؑ، حضرت آسیہ بنت مزاحم، حضرت مریم بنت عمران اور حضرت کلثوم خواہر جناب موسیٰؑ کو بھیجا اور خادمہ کی حیثیت سے حوران جنت کو مامور فرمایا۔ چنانچہ علّامہ عبد اللہ عبدالعزیز الہاشمی، مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین اور مولانا نجم الحسن کراروی نے زنان قریش کے ذریعے جناب خدیجہ علیہا اسلام کے بائیکاٹ کی تفصیلات اور حضرت فاطمہ زہرا (س) کی ولادت باسعادت کے حالات اس طرح قلمبند کئے ہیں کہ:

"شب روز ایسے ہی گذرتے رہے جیسے ہی ولادت کا وقت قریب آیا تو قریش کی عورتوں نے خدیجہؑ کو طعنے دینا شروع کئے کہ تم نے فقیر و تنگ دست سے نکاح کیا ہے ہم اس مشکل گھڑی میں تمہارے کام نہ آئیں گے۔ جناب خدیجہؑ ان حالات میں

غمگین و پریشان تھیں۔ دیکھتی ہیں کہ چار خواتین آپ کے حجرے میں داخل ہوئیں ان میں سے ایک نے کہا: اے خدیجہ غم نہ کرو ہم کو تمہارے پروردگار نے تمہاری خدمت میں بھیجا ہے، ہم تمہاری بہنیں ہیں میں سارہ ہوں اور یہ آسیہ بنت مزاحم یہ جنت میں تمہاری ہم نشین ہیں اور یہ مریم بنت عمران ہیں، یہ کلثوم جناب موسیٰ کی خواہر ہیں۔ ان چار خواتین میں سے ایک جناب خدیجہؑ کے دائیں طرف ایک بائیں طرف ایک سامنے اور ایک پشت پر کھڑی ہو گئیں۔ اور جناب زہرا(س) کی ولادت ہو گئی۔ اس وقت ایک نور زمین سے ساطع ہوا جس سے مکہ کے تمام گھر روشن ہو گئے۔ زمین میں شرق و غرب تک یہ نور پھیل گیا۔ خانۂ خدیجہؑ میں دس حوریں نمودار ہوئیں جن کے ہاتھوں میں ایک طشت تھا جو آب کوثر سے پُر تھا جناب زہرا کو آب کوثر سے غسل دیا گیا اور ایک پارچہ میں لپیٹ دیا گیا اس پارچہ سے مشک و عنبر کی خوشبو آرہی تھی۔ اب جناب زہرا(س) نے اپنی زبان مبارک سے کلمۂ شہادتین جاری کئے۔ اہلِ سماوات ایک دوسرے کو اس مبارک گھڑی میں مبارکباد دے رہے تھے۔"[۷]

تعلیم و تربیت:

جس طرح نورِ حضرت زہراؑ کی نورانی طینت و خلقت کے معاملے میں خالق قدوس نے خاص اہتمام و احترام کا مظاہرہ کیا تھا اسی طرح اس ذاتِ پاک کی آموزش و پرورش کا انتظام بھی نہایت نورانی و روحانی فضا اور لاہوتی و ملکوتی ماحول میں ہوئی جہاں حوروں کے تبسم تسبیح کی صداؤں میں ڈھل رہے تھے، غلمان کی ہنسی میں تقدیس کی پاکیزگی گھل رہی تھی اور فرشتوں کے قہقہوں سے تکبیر کے زمزمے اُبل رہے تھے۔ گویا پوری فضا اور سارا ماحول مکمل طور پر قدسی و بہشتی رنگ و آہنگ میں دُھلا، ڈھلا اور رنگا ہوا تھا۔ چنانچہ مولانا حکیم سید ذاکر حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

> "جناب سیدہؑ اسی عالم میں پرورش پا رہی تھیں۔ تکبیر و تہلیل کی صدائیں ان کی لوریاں تھیں۔ فرشتوں کے پر ان کے جھولے تھے۔ جبرئیل مگس رانی کے لئے کمر بستہ تھے۔ ملائکۂ مقربین روحانی تحفے ان کے سامنے لالا کر چنتے تھے۔ طائران قدس اپنے چہچہوں سے دل بہلاتے تھے۔ اور اس طرح رسول اللہؐ کی نور نظر حقیقی مسرتوں کے دامن میں پرورش پا رہی تھیں۔"[۸]

خدائے علیم و حکیم کی منتخب و برگزیدہ ہستیاں اور اس کی خاص نمائندہ شخصیتیں عام انسانوں کی طرح اس دنیا میں آکر دنیوی اعتبار سے ظاہری طور پر تعلیم و تربیت کی محتاج و نیاز مند نہیں ہوتیں بلکہ وہ عالم علم لدنّی ہونے کے حیثیت سے علم کسبی نہیں بلکہ علم وہبی کی حامل ہوتی ہیں۔ حضرت فاطمہؑ زہرا (س) بھی بضعۃالرسولؐ، جزونور پیغمبرؐاور شریک کار رسالت ہونے کے اعتبار سے دنیا کی عام عورتوں کی طرح کوئی معمولی خاتون نہیں تھیں بلکہ آپ تمام عورتوں میں ایک منفرد و ممتاز اور صاحب اعجاز واعزاز شخصیت کی مالک " عالمۂ غیر معلّمہ " کے لقب سے سرفراز نہایت بلند مرتبہ خاتون تھیں جنھیں اس دنیا میں کسی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرکے تعلیم وتربیت حاصل کرنے کی حاجت و ضرورت نہیں تھی۔ اس سلسلے میں مولانا نجم الحسن کراروی صاحب لکھتےہی کہ :

> "جناب سیدہ(س) میں بچپن کے وہ آثار ہی نہ تھے جو عام لڑکیوں میں ہوا کرتے ہیں۔ امّ سلمہؓ سے کہا گیا کہ فاطمہ (س) کو اصول تہذیب سکھائیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں مجسمہ عصمت وطہارت کو اخلاق و عادات کی کیا تعلیم دے سکتی ہوں۔ میں تو خود اس بچی سے تعلیم اصول حاصل کیا کرتی ہوں۔"۹

اگر ظاہری رسم و رواج کو پیش نظر رکھیں تو بھی آپ دنیوی روایت کے مطابق خاندان رسالت اور خانوادۂ نبوت کے بچوں کی تعلیم و تربیت عام بچوں کی طرح عام لوگوں کے زیر نگرانی نہیں ہوئی ہے بلکہ ان کی تعلیم وتربیت آغوش نبوت وامامت اور گہوارۂ عصمت و طہارت میں ہوئی ہے جہاں لعاب دہن رسالت وامامت سے ان کی تعلیم وتربیت ہوتی ہے تو وحیٔ ربانی کے زیر سایہ اور آیات قرآنی کے زیر سرپرستی ان کی تعلیم وتربیت ہوتی ہے۔ جیساکہ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین تحریر فرماتے ہیں کہ :

> " حالات اہلبیتؑ میں تو ایسے واقعات کثرت سے موجود ہیں جن سے صاف روشن ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار ہرگز تعلیم ظاہری کے محتاج نہ تھے۔ یہی کلیہ جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا کی شان میں جاری ہوگا کہ وہ اس تعلیم عرفی کی محتاج نہ تھیں۔ اسی طرح تربیت ظاہری کی ان کو ضرورت نہ تھی۔ وہ تو خود مربیٔ عالَم تھیں...... لیکن امور بالا سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر ہم بالکل ظاہری نظر سے دیکھیں تو ہمیں کم از کم شان رسالت کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اور کہنا پڑے گا کہ جناب سیّدہؑ نے آغوش رسولؐ میں پرورش پائی ہے۔ وہ رسولؐ جس کا خاصّہ یہ ہے کہ لاَ یَلھو وَلاَ یَلعَب وہ ہرگز لہوولعب میں مشغول نہیں ہوتے۔ پس اندازہ کرنا چاہئے کہ اپنی لخت جگر کی تربیت آپ نے کس رنگ پر فرمائی ہوگی۔"۱۰

جناب فاطمہؑ زہرا کی اس خصوصی روحانی وعرفانی فضااور وحیٔ الٰہی اورآیات قرآنی کے نورانی ماحول میں ارشادات

ربانی کے زیر نگرانی اور معلم عالم ملکوت رسولؐ رحمت کے زیر سرپرستی خاص تعلیم و تربیت کے سلسلے میں علامہ عبد اللہ عبد العزیز الہاشمی رقمطراز ہیں کہ :

> "جناب زہرا (س) کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے اس باپ کے گھر میں آنکھیں کھولی تھیں جو گھر رسولؐ کا اور وحی کے نزول کی آماجگاہ تھا۔ آپ کے معلم آپ کے پدر بزرگوار تھے جن سے آپ نے معارف و عقائد کی تربیت و تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت میں آپ کا مربی یکتائے زمان تھا جو اسلام و ایمان کا پیغمبر بن کر دنیا میں آیا تھا۔ دوسری طرف رسول مقبولؐ اپنی دختر کی استعداد سے واقف تھے چنانچہ آپ نے بھی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔" [۱۱]

اخلاق و کردار

خلق مجسم رسول اکرمؐ جیسے معلم اخلاق پدر بزرگوار کے سایۂ شفقت و محبت میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے والی اور پیکر ایثار و اخلاص خدیجۃ الکبریٰ جیسی مادر مہربان کی آغوش عاطفت و عافیت میں پرورش و پرداخت پانے والی فاطمۂ زہرا (س) جیسی سراپا عصمت و عفت خاتون ہر ایک اعتبار سے اپنے پدر بزرگوار اور مادر مہربان کے تمام اوصاف حمیدہ اور صفات ستودہ کی حامل اور ان کے جملہ فضائل و کمالات اور اخلاق حسنہ کی ورثہ دار تھیں۔ اور ان کے طاعت و اطاعت، عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، جود و سخاوت، صبر و شکر اور ایثار و قناعت کے جذبے سے سرشار تھیں۔ چنانچہ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ :

> "اب غور کرو کہ اُدھر معلم و مربیّ تو رسول اللہؐ ہیں۔ جن کی شفقت و رحمت میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ اِدھر جس کی تربیت کی جارہی ہے وہ جزو نور احمدیؐ ہے۔ جس کی قابلیت اور استعداد روز روشن کی طرح آشکار ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی کہا جائے گا کہ جناب فاطمۂ زہرا صلوات اللہ علیہا مکتب رسالت سے اخلاق و سیرت محمدیؐ کی تصویر بن کر نکلیں، اور کمالات احمدیہؐ کو انھوں نے اس طرح اخذ کر لیا جس طرح ایک ہونہار طالب علم اپنے شفیق استاد کے اخلاق و عادات و آداب و علم کا مرقع بن جاتا ہے۔" [۱۲]

حضرت فاطمہ زہراؑ کی مثالی سیرت و شخصیت اور ان کا قابل تقلید اخلاق و کردار یقیناً صنف نسواں کی عزت و ناموس، غیرت و حمیت اور وقار و اعتبار کی حفاظت اور ان کی فلاح و بہبود، ترقی و تحفظ، عظمت و

سعادت اور سکون و راحت کی ضمانت قرار دیا جاسکتا ہے۔اس سلسلے میں علامہ عبد اللہ عبدالعزیز الہاشمی تحریر کرتے ہیں کہ:

> " آپ گویا اپنی ذات میں مکمل صفاتِ حمیدہ کو سموئے ہوئے تھیں ۔اگر آج کی خاتون جناب زہرا(س) کو اپنا آئیڈیل بنائیں تو ابلیس اور اس کے ہمنوا اپنی سازشوں میں ناکام ہو جائیں گے۔اگر آپ کی سیرت پر عمل کیا جائے تو دنیا ہی جنت ہو جائے گی انسان سعید ہو جائے گا اس کے گلستان میں بہار واپس آجائے گی چمن مہکے گا انسان دنیا میں سانس لینے میں سکون محسوس کرے گا۔" ۱۳

ظاہر ہے کہ معدن قدس و طہارت میں دست قدرت سے تشکیل و تکمیل شدہ ،مکتب ربّانیت و لدنّیت کی پروردہ وپرداختہ ، دامنِ نبوت و رسالتؐ میں تربیت یافتہ اور زیورِ عصمت و عفت سے آراستہ و پیراستہ، پیکرِ دین و شریعت ذات وصفات کی حامل فاطمہ زہراؑ جیسی جامع فضائل و کمالات خاتون سیرت و شعار کے کن بلند و بالا مقامات ومنازل پر فائز اور اخلاق و کردار کے کن ارفع واعلیٰ مدارج ومراتب پر سرفراز ہوں گی وہ انسانی تصور اور بشری تخیل سے بھی برتر و بالا ہے ۔ یقیناًحضرت فاطمہ زہرا(س) کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ اور آپ کی سیرت و شخصیت کا ایک ایک واقعہ اس حقیقت کا گواہ ہے کہ آپ کے پاکیزہ عادات و اطوار اور شائستہ روش و رفتار ہر معیار و اعتبار سے ہر موقع پر ہر رشتہ وطبقہ کے افراد و اشخاص کے لئے لائق تقلید اور قابل پیروی مثالی نمونۂ عمل اور اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی ذات پاک ایک باپ کے لئے جاں نثار و غم گسار اور فداکار بیٹی ،ایک ماں کے لئے مونس و غم خوار رفیق تنہائی ، ایک خوشدامن کے لئے فرمانبردار اور خدمت گزار بہو ،ایک شوہر کے لئے وفادار و مددگار اور اطاعت شعار زوجہ ،اپنے بچوں کے لئے دل و جان سے قربان ہو جانے والی مہربان ماں، ایک کنیز کے لئے شفیق ورفیق اور رحم دل مالکہ ، ہمسایوں کے لئے مخلص ہمدرد و خیر خواہ مومنوں اور محبوں کے لئے شفاعت کی خواستگار اور نجات کی طلبگار اور اپنے پروردگار کے دربار میں قائمۃ اللیل و صائمۃ النہار اور عابدۂ شب زندہ دار ثابت ہوئی ہے۔آپ کی پاکیزہ سیرت و شخصیت اور اخلاق و کردار کی روشنی میں آپ کی ذات پاک کو صنف نسواں اور عالم بشریت کے لئے پروردگار کا ایک قابل فخر و مباہات اور لائق صد افتخار تحفہ قرار دیتے ہوئے علامہ عبداللہ عبدالعزیز الہاشمی لکھتے ہیں کہ:

> "اے خواتین عالم تمہارے فخر و مباہات کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ تمہارے درمیان جناب زہرا(س) جیسی ہستی خلق ہوئی جو بشری عقول کو منور کرنے والی اور رب کا بشر کے لئے تحفہ ہیں جن کے فضائل انسانی فکر سے باہر

ہیں۔ کیونکہ آپ ایک طرف مثالی زوجہ تو دوسری طرف مثالی والدہ کے کردار سے آراستہ ہیں۔ جناب زہراؑ اخلاق کی بلندیوں پر طہارت و پاکیزگی میں، زہد و ایثار میں ایک مکمل نمونہ تھیں۔ صبر کی منزل یہ تھی کہ پانچ سال صرف ایک بستر پر گزار دئے تو عبادت کی منزل یہ تھی کہ محراب عبادت میں اتنا وقت صرف کرتی تھیں کہ پیروں میں ورم آجاتا وہیں امور خانہ داری میں کبھی ایسا ہوتا کہ کام کرتے کرتے ہاتھ زخمی ہو جاتے تھے۔ کبھی خادمہ کو تنہا امور خانہ انجام نہیں دینے دیتیں۔"[۱۴]

پدر بزرگوار کی فداکار و جان نثار لخت جگر

اکثر یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ بیٹیاں فطری طور پر اپنے باپ سے بہت زیادہ قریب اور مانوس ہوتی ہیں۔ ان کی تکلیف سے تڑپ اٹھتی ہیں۔ آلام و مصائب میں ان کی حفاظت کرتی ہیں، ہمیشہ ان کی خبر گیری کرتی رہتی ہیں اور بیماری اور پریشانی کی حالت میں ہر وقت ان کی خدمت میں مصروف رہتی ہیں۔ مگر ایک بیٹی کے دل میں اپنے باپ کے لئے بے پناہ مادرانہ محبت کا جذبہ صرف حضرت فاطمہ زہرا (س) کی ذات پاک سے مخصوص ہے کیونکہ آپ بیٹی ہوتے ہوئے بھی اپنے بابا جان سے بالکل ایک شفیق ماں جیسی والہانہ محبت کرتی تھیں۔ آپ گھر کے اندر ہی نہیں بلکہ گھر کے باہر خانہ کعبہ اور مسجد الحرام میں بھی اپنے پدر بزرگوار کی بہداشت اور نگہداشت کا پورا پورا خیال رکھتی تھیں اور دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتی تھیں اور ان کے شر کو اپنے والد محترم سے دفع کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ زہرا (س) کی اس والہانہ اور مادرانہ محبت کا اعتراف واظہار کرتے ہوئے خود پیغمبر اکرمؐ نے اپنی اس لخت جگر کو اُمّ اَبِیهَا یعنی اپنے باپ کی ماں کی کنیت اور لقب سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کی اپنے بابا سے اس محبت کو علامہ عبداللہ عبدالعزیز الہاشمی جناب ابن عباس کے حوالے سے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

"جب بھی زہرا (س) مسجد الحرام میں جاتیں تو والد کو حجر اسمٰعیل میں تلاوت قرآن میں مشغول پاتیں اور دوسری طرف اس حالت میں مشرکین مکہ آپ کو اذیت بھی دیتے تھے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ زہرا (س) نے حالت سجدہ میں اپنے والد کی کمر پر غلاظتیں ڈالتے ہوئے کفار مکہ کو دیکھا تھا مگر اس حالت میں بھی آپ نبوت کی مکمل مددگار تھیں۔ آپ والد بزرگوار کے کپڑے صاف کرتیں اور کفار مکہ آپ کا مضحکہ اڑاتے مگر صبر و تحمل کا پیکر سب برداشت کرتا رہا مگر ایمان کی حفاظت

کرتا رہا۔ چنانچہ ابن عباس نقل کرتے ہیں کہ قریش مکہ حجر اسمٰعیل میں جمع ہوتے تھے اور اپنے خداؤں کی شان میں قصیدے پڑھتے تھے مگر محمدؐ تنہا رب کی عبادت کرتے اگر زہرا(س) آپ کی مددگار نہ ہوتیں تو لوگ محمدؐ کو قتل کر دیتے۔"۱۵

حضرت فاطمہ زہرا(س) ہر لحاظ سے اسم با مسمّٰی اور اپنے بارے میں قول پیغمبر اکرمؐ "**فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنّي**" کی مجسم تصویر اور مکمل تفسیر تھیں۔ جس طرح جسم کے کسی عضو میں درد ہوتا ہے تو پورا جسم اس درد سے متاثر ہوتا ہے اسی طرح حضرت زہراؑ بھی اپنی کمسنی کے باوجود اپنے والد بزرگوار کی ہر اذیت و تکلیف سے متاثر ہوتی تھیں اور پوری ہمت و حوصلے کے ساتھ اس کو اپنے بابا سے دور کرتی تھیں جیسا کہ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین "روضۃ الصفا" سے نقل کرتے ہیں کہ:

"صاحب "روضۃ الصفا" کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ خانۂ کعبہ میں بحالت سجدہ ایک کافر نے ابو جہل کے اشارے سے آپ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی اور یہ اوجھڑی کسی کو اتارنے بھی نہ دیتے تھے۔ جناب سیّدہ تشریف لائیں اور آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے اسے الگ کیا۔ سن آپ کا نہایت کم تھا مگر رعب و جلال کا یہ عالم تھا کہ کسی کافر کو تعرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اللہ اللہ! بے رحم انسانوں کی یہ نازیبا حرکتیں اور جناب معصومہ کا اس طرح عملی تسکین کے لئے قدم بڑھانا کس حد تک رسولؐ کے قلب کی تسکین کا باعث ہوتا ہوگا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیّدہ صلوات اللہ علیہا اس کمسنی کے عالم میں اپنے پدر بزرگوار کی غمگساری کے لئے ہمہ تن وقف تھیں اور رسولؐ کے رنج و اندوہ کو ہلکا کرنے کے لئے سیّدۂ عالم کی ذات ایک نعمت الٰہی تھی۔"۱۶

بابا جان کے لئے حضرت فاطمہ زہرا(س) کی محبت اور خدمت کا یہ جذبہ صرف گھر کی چہار دیواری ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ گھر اور محلّہ کی حدود سے آگے نکل کر وقت ضرورت انھیں میدان جنگ میں بھی کھینچ لاتا تھا جس کی گواہ کئی مشہور اور خونریز جنگیں ہیں۔ علّامہ عبداللہ عبد العزیز الہاشمی جنگ احد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اسی جنگ کے ہنگام ابلیس کی چیخ میدان میں گونجی کہ محمدؐ قتل ہو گئے ہیں یہ بات جناب زہرا(س) کے لئے کتنی گراں تھی کہ آپ کے والد شہید ہو گئے ہیں۔ جناب زہرا(س) کے ہمراہ جناب صفیہ میدان میں آئیں تو دیکھا کہ اصحاب کے لاشوں کو رسولؐ جمع کر رہے ہیں ان کے درمیان جناب حمزہ کی بھی میت تھی ......جناب

زہرا(س) اور جناب صفیہ نے جنازے پر نوحہ و گریہ شروع کیا۔ رسول اللہؐ بھی گریہ فرمارہے تھے اثنائے گریہ جناب زہرا (س) نے دیکھا کہ بابا کے چہرے پر زخم ہیں جن سے خون بہہ رہا تھا آپ آگے بڑھیں اور زخموں کو صاف کرنے لگیں علیؑ پانی ڈالتے جاتے اور آپ زخم دھوتی جاتیں مگر خون بہہ رہا تھا آخر میں جناب زہرا(س) ایک چٹائی لائیں اور اس کو جلایا اور اس کی راکھ زخموں پر بھر دی جس کے سبب خون کا جریان رُک گیا۔" ۱۷

میدان جنگ میں حضرت رسول اکرمؐ کے لئے حضرت فاطمہؑ کی محبت اور خدمت کے جذبے کے سلسلے میں حجۃ الاسلام میثم زیدی نے اپنے مضمون "بے مثال شخصیت" میں کئی اہم جنگوں کے ضمن میں مسند احمد بن حنبل ، موسوعۃ الکبریٰ عن فاطمۃ الزہرا(س)، فاطمہ برترین بانوئ جہان (آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی) اور ذخائر العقبی جیسی اہم کتابوں کے حوالے سے حضرت فاطمہ زہرا (س) کی ہمہ جہت خدمت و محبت کا احاطہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"**جنگ اُحد** :جب اُحد کی جنگ ختم ہو چکی تھی ، دشمن بھاگ چکے تھے ، رسول اسلامؐ کے دندان مبارک شہید ہو چکے تھے اور پیشانی زخمی ہو چکی تھی ، رسول اسلامؐ ابھی میدان جنگ ہی میں تھے کہ حضرت زہرا (س) فوراً میدان اُحد پہنچیں۔ اگر چہ اس وقت آپ کی عمر کم تھی مگر مدینہ اور اُحد تک کا راستہ پیدل طے کیا، باپ کے چہرے کو پانی سے دھویا، خون صاف کیا، پیشانی سے خون جاری تھا لہٰذا چٹائی کا ایک حصہ جلا کر اس کی راکھ زخم پر رکھی ، جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔" ۱۸

"**جنگ خندق** :اسلام کی سخت ترین جنگ ، جنگ خندق ہے جس میں حضرت فاطمہ (س) رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں پیغمبر اکرمؐ کو چند دنوں سے کھانے کے لئے کچھ نہیں ملا تھا لہٰذا آپ نے نہایت سادہ غذا رسول اللہؐ کے لئے تیار کی۔" ۱۹

"**فتح مکہ** :فتح مکہ کے موقع پر حضرت فاطمہ زہرا (س) نے رسول اکرمؐ کے لئے خیمہ نصب کیا نیز رسولؐ کے نہانے دھونے کے لئے پانی مہیا کیا تاکہ رسول اکرمؐ اپنے بدن کی گرد و خاک صاف کرکے مسجد الحرام جا سکیں۔" ۲۰

مادر مہربان کی مونس و غمخوار بیٹی

تجربہ بتاتا ہے کہ عام طور پر بیٹیاں اپنی ماؤں کی عالم تنہائی میں مونس و ہمدم ہوتی ہیں۔ گھریلو کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ اور خاص طور پر اکلوتی بیٹی اپنی ماں کی محرم راز ہوتی ہے اور دکھ درد میں اس کی شریک و سہیم ہوتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت فاطمہ زہرا (س) کی خاص اور ممتاز خصوصیت یہ تھی زمانہ حمل سے لے کر بعد ولادت ایام طفولیت میں بھی جب کہ خواتین قریش نے حضرت خدیجہ سے قطع رحم کرتے ہوئے ان کا پوری طرح سے مقاطعہ اور مکمل طور پر سوشل بائیکاٹ کر رکھا تھا اور طنز اور طعنوں کے ذریعہ ان کو ذہنی و روحانی اور قلبی و نفسیاتی اذیت پہنچایا کرتی تھیں۔ ایسے نازک موقع پر اس مشکل اور سختی کے وقت حضرت فاطمہ زہرا (س) اپنی مادر مہربان کی مونس و ہمدم اور غمخوار و غمگسار بن کر انھیں صبر کی تلقین کرتی تھیں، اپنی محبت آمیز باتوں سے ان کی دلجوئی اور ان کی دلبستگی کا سامان فراہم کرتی تھیں۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین ان حالات و واقعات کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

> "چنانچہ سیّد عالم و عالمیان نے جب حسب مشیت ایزدی رحم جناب خدیجہ (س) میں قیام فرمایا تو اس وقت جناب خدیجہ (س) اپنی تنہائی سے بہت پریشان رہتی تھیں۔ مکہ کی عورتوں نے آپ سے میل جول ترک کر دیا تھا......اس حالت میں ایک تو تنہائی کا صدمہ حضرت خدیجہ (س) کو ستاتا تھا۔ دوسرے جناب رسول اللہؐ کی طرف سے بھی ملول رہا کرتی تھیں۔ اس لئے کہ کفار ہر وقت آپ کی اذیت کے درپے رہا کرتے تھے۔ پس خداوند عالم نے جناب خدیجہ (س) کی تسکین کا سامان کیا۔ یعنی جناب سیّدہ صلوات اللہ علیہا آپ کی تسکین کا ذریعہ قرار پائیں۔ مفضل ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جناب سیّدہ (س) کی ولادت کس طرح ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب خدیجہ (س) سے جناب رسول اللہؐ نے شادی کی تو مکہ کی عورتوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ نہ وہ ان کے پاس آتی تھیں۔ نہ ان کو سلام کرتی تھیں۔ اور نہ کسی عورت کو ان کے پاس آنے دیتی تھیں۔ اس واسطے جناب خدیجہ (س) کو بہت وحشت ہوئی۔ اور ادھر جناب رسول اللہؐ کی طرف سے بھی خوف دامن گیر تھا۔ اسی حالت میں جناب سیّدہ کا حمل قرار پایا۔ جناب سیّدہ حضرت خدیجہ (س) سے باتیں کیا کرتی

تھیں۔ اور انھیں تسلی و دلاسہ دیتی رہتی تھیں۔ خدیجہ (س) نے رسول اللہؐ سے یہ بات چھپا رکھی تھی۔ ایک روز رسول اللہؐ تشریف لائے تو آپ نے سنا کہ خدیجہ (س) جناب فاطمہ (س) سے باتیں کر رہی ہیں۔ پوچھا یہ کس سے باتیں کر رہی ہو۔ خدیجہ (س) نے عرض کی کہ یہ بچہ جو میرے شکم میں ہے مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ اور میری وحشت کو دور کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے خدیجہ (س) جبرئیل نے مجھے بشارت دی ہے کہ یہ "لڑکی" ہے۔ یہ نسل طاہرہ و میمونہ ہے۔ خداوند عالم میری نسل اسی سے قرار دے گا......"۲۱

خوشدامن کی خوش اطوار و خوش کردار بہو

گھریلو ماحول اور خانگی معاملات میں کشیدگی اور آپسی تناؤ کا سبب عام طور پر ساس بہو کے درمیان اختیار و اقتدار کی کشمکش و کشاکش ہوتی ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اگر ساس بہو آپسی سمجھ بوجھ سے کام لے کر ساس اپنی بہو کو بیٹی کا مقام دیتے ہوئے اس کو گھر کی ذمہ داری سونپ دے اور بہو اپنی ساس کو ماں جیسا احترام دیتے ہوئے اس کی سرپرستی قبول کر لے تو گھر کا ماحول ہمیشہ سازگار اور خوشگوار بنا رہے گا۔ حضرت فاطمہ زہرا (س) جیسی بہو اور حضرت فاطمہ بنت اسد جیسی ساس میں یہ سوجھ بوجھ، یہ سمجھداری اور یگانگی و ہم آہنگی اس لئے بدرجۂ اتم موجود تھی کہ حضرت فاطمہ (س) کو بھی یہ معلوم تھا کہ ان کے پدر بزرگوار نے حضرت فاطمہ بنت اسد کے زیر سرپرستی پرورش پائی ہے اور بابا جان انھیں مثل اپنی ماں کے سمجھتے ہیں۔ اور حضرت فاطمہ بنت اسد کو بھی یہ احساس تھا کہ فاطمہ زہرا (س) اس رسولِ خداؐ کی لاڈلی اور چہیتی بیٹی ہیں جن کو میں نے مثل اولاد کے پال پوس کر پروان چڑھایا ہے اس لئے یہ بھی میری اولاد کی طرح ہیں۔ اس طرح یہ رشتہ باعث راحت و فرحت، سبب بہجت و مسرت اور ذریعۂ نشاط و انبساط قرار پایا۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین رقمطراز ہیں کہ:

> "جب فاطمہ زہرا (س) صلوات اللہ علیہا اس نئے مکان میں تشریف لائی ہیں تو اُس وقت فاطمہ بنت اسد جن کی گود میں رسول اللہؐ نے پرورش پائی تھی حیات تھیں۔ ان مقدس و مطہر بی بیوں کے ہرگز وہ حالات نہیں ہو سکتے جو ساس بہو میں عام طور پر دیکھے جاتے ہیں۔ بلکہ جناب فاطمہ بنت اسد کے لئے اس سے زیادہ کون سا مسرت و انبساط کا وقت ہوگا کہ انہوں نے رسولؐ کی بیٹی کو اپنی بہو بنتے دیکھ لیا۔"۲۲

ساس بہو کے خوشگوار اور پُر خلوص تعلقات کے سلسلے میں ایک طریقۂ کار جو کافی معاون اور مفید ثابت

ہوتا ہے وہ تقسیم کار کا اصول ہے۔ اگر ساس بہو حفظ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اور ایک دوسرے کے سن و سال اور جذبات و احساسات کا خیال رکھتے ہوئے تقسیم کار کے اصول پر کاموں کو آپس میں اس طرح تقسیم کر لیں کہ خانگی امور مثلاً گھر داری کی ذمہ داری بہو سنبھال لے اور سماجی معاملات مثلاً شادی بیاہ اور موت و حیات وغیرہ کے مواقع پر تبریک و تہنیت اور عیادت و تعزیت وغیرہ کی ذمہ داری ساس اپنے اوپر لے لے تو ساس بہو کے آپسی مسائل بخوبی اور بآسانی حل ہو جائیں گے۔ اس نقطہ کی اہمیت و برکت کو حضرت فاطمہ زہرا (س) اور حضرت فاطمہ بنت اسد نے بہت اچھی طرح سے سمجھا، برتا اور اُس پر عمل کیا۔ جیسا کہ مولانا نجم الحسن کراروی تحریر فرماتے ہیں کہ؛

> "فاطمہ زہرا (س) کی شادی کے وقت جناب فاطمہ بنت اسد زندہ تھیں۔ ساس بہو کے تعلقات اکثر و بیشتر ناخوشگوار ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن فاطمہ (س) نے ایسا دستور اور رویہ اختیار کیا کہ کبھی بھی تعلقات میں کشیدگی پیدا نہ ہونے پائی۔ فاطمہ بنت اسد کے سپرد اعزاء و اقرباء کی ملاقات، شادی اور غمی میں شرکت وغیرہ قرار دیا اور اپنے ذمہ امور خانہ داری۔ مثلاً چکی پیسنا، روٹی پکانا وغیرہ رکھ لیا تھا۔" ۲۳

شوہر نامدار کی خدمت گذار و اطاعت شعار رفیقۂ حیات

کامیاب اور خوشگوار ازدواجی کے لئے شوہر اور زوجہ کے مزاج اور افتاد طبع میں اتحاد و اتفاق، فکر و نظر میں یگانگت و یکسانیت اور قول و فعل میں یکجہتی اور ہم آہنگی بہت ضروری ہوتی ہے اور یہ بات شوہر و زوجہ کے درمیان باہمی اعتماد اور ایک دوسرے سے اعتبار سے پیدا ہوتی ہے۔ اور چونکہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہرا (س) یہ دونوں ہی مقدس ہستیاں ایک دوسرے کے مقام و مرتبہ اور عظمت و فضیلت سے بخوبی آشنا تھیں۔ اس لئے ان کا باہمی اتحاد و اتفاق نہایت محکم و مستحکم اور اعتماد و اعتبار بہت مضبوط و مربوط تھا۔ اور ہر مرحلہ میں دونوں ہی کو ایک دوسرے کا پُر خلوص تعاون حاصل تھا۔ اس لئے کہ دونوں ہی ایک دوسرے کے حقوق و فرائض سے اچھی طرح واقف تھے اور اسی کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے چنانچہ عبد اللہ عبد العزیز ہاشمی رقمطراز ہیں کہ:

> "زن و شوہر کی زندگی میں سب سے درخشاں پہلو یہ ہوتا ہے کہ زوجہ و شوہر میں فکری اعتبار سے اتحاد ہو۔ زندگی وہاں تباہ ہوتی ہے جہاں زن و شوہر کی فکر جدا ہو۔ اگر فکری اتحاد ہو تو زندگی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ جناب زہر (س) اور حضرت علیؑ میں اس جہت سے ہم آہنگی تھی کیونکہ جناب زہرا (س) حضرت علیؑ کی شان و منزلت سے واقف تھیں کہ

آپ جہاں والد بزرگوار کے برادر ہیں وہیں بابا کے وصی و جانشین بھی ہیں۔ اور حضرت علیؑ بھی منزلت زہرا (س) سے واقف تھے کہ آپ رسولؐ کا جزو ہیں، آپ سیّدۂ نساء العالمین ہیں، تمام فضائل و کمالات کا مجموعہ ہیں۔ مگر اتنے کمالات کے باوجود جناب زہرا (س) امور خانہ خود انجام دیتی تھیں اور امامؑ آپکی پوری مدد فرماتے تھے........"۲۴؎

ان دونوں مقدس ہستیوں اور پاکیزہ شخصیتوں کی ذہنی و فکری ہم آہنگی اور مزاج شناسی کا روشن ثبوت صبح عروسی کا وہ مشہور اور حکمت آمیز و نصیحت آموز واقعہ ہے جب سرکار رسالت نے حضرت علیؑ سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا تو انہوں نے جواب دیا کہ "طاعت و عبادت پروردگار میں بہترین معاون و مددگار۔" اور جب یہی سوال حضرت فاطمہ زہرا (س) سے کیا تو آپ نے جواب دیا کہ " بہترین شریکِ حیات اور رفیق زندگی۔" یہ جواب سن کر رسول اللہؐ نے دونوں کے حق میں دعا فرمائی کہ خداوندا! ان دونوں سے پریشانی اور تفرقے کو دور رکھ اور ان کے دلوں میں الفت و محبت پیدا کر۔ ۲۵؎

حضرت فاطمہ زہرا (س) بچپن ہی سے نہایت حساس طبیعت واقع ہوئی تھیں۔ انھوں نے اپنے عہد طفولیت ہی سے اپنے بابا جان اور مادر مہربان کے ساتھ قریش کے لوگوں کا معاندانہ برتاؤ اور مخاصمانہ سلوک دیکھا تھا۔ ساتھ ہی عسرت و تنگدستی کے حالات کا بھی مشاہدہ و مقابلہ کیا تھا۔ ان تمام حالات و معاملات اور مشکلات نے آپ کو بہت حساس مزاج بنادیا تھا۔ آپ کو حضرت علیؑ کی مالی حیثیت و استطاعت اور معاشی و اقتصادی حالات کا بھی احساس تھا اس لئے بہت ہی صبر و شکر کے ساتھ قناعت پسندی اور کفایت شعاری سے آپ کے ساتھ حُسنِ معاشرت کرتی تھیں۔ بقول مولانا نجم الحسن کراروی:

" حضرت فاطمہ (س) حقوق خاوند سے جس درجہ واقف تھیں کوئی بھی واقف نہ تھا۔ انھوں نے ہر موقع پر اپنے شوہر حضرت علیؑ کا لحاظ و خیال رکھا ہے۔ انھوں نے کبھی ان سے کوئی ایسا سوال نہیں کیا جس کے پورا کرنے سے حضرت علیؑ عاجز رہے ہوں۔"۲۶؎

بچوں پر دل و جان سے قربان مادر مہربان

یوں تو ماں کی مامتا مشہور ہے اور ہر ماں کو فطری طور پر اپنی اولاد سے الفت و محبت ہوتی ہے اور ماں کی محبت کا سایہ گویا خدا کی رحمت کے سائے کے مترادف تصور کیا جاتا ہے۔ اور پھر جب بات رسول رحمتؐ جیسے شفیق باپ کے سایۂ شفقت اور ملیکۃ العرب خدیجۃ الکبریٰ جیسی ماں کے دامن محبت میں پلنے والی خاتون جنت اور سراپا مہر و مروت حضرت فاطمہ زہرا (س) جیسی ماں کی ہو تو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ انھوں نے کس شفقت و محبت اور کتنی محنت و مشقت سے اپنی عزیز جان اولاد کو ان پر سَو سَو جان سے

قربان ہو کر پالا پوسا ہوگا۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے اپنے بچوں کو آوازِ تسبیح کے ساتھ جھولا جھلا جھلاکے، آیاتِ کلام پاک کی لوریاں سنا سناکے، صدائے تکبیر کے ساتھ چکی پیس پیس کر اور فاقے پر فاقے کرکے بڑی محنتوں اور محبتوں سے پالا تھا اور خدا کے دین کی حفاظت کے لئے پروان چڑھا کر آمادہ و تیار کیا۔ آپ اپنے بچوں کے کپڑے خود اپنے دستِ مبارک سے دھو کر پہناتی تھیں، اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر اپنے ساتھ بٹھا کر انھیں بڑے پیار سے کھلاتی تھیں اور ان کے لئے خلد بریں سے جنتی لباس اور بہشتی حُلے منگاتی تھیں ان کی ناز برداری اور خدمت گذاری کے لئے جبرئیل اور میکائیل جیسے فرشتے حاضر رہتے تھے۔ غرض کہ فاطمہ زہرا (س) نے اپنی قناعت پسند طبیعت، فاقہ کش مزاج، کفایت شعار اصول زندگی اور سادہ طرز حیات کے باوجود اپنے بچوں کی تربیت اور پرورش بہت ہی ناز و نعم کے ساتھ روحانی ماحول اور نورانی فضا میں کی تھی۔ جیسا کہ مولانا حکیم ذاکر حسین نقل فرماتے ہیں کہ:

> "منقول ہے کہ ایک روز جناب سیّدہ کو رسول اللہؐ نے اس حال سے ملاحظہ فرمایا کہ چمڑے کی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ ہاتھ میں چکی ہے اور اپنے فرزند کو دودھ بھی پلاتی جاتی ہیں۔ رسول اللہؐ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے۔ اے نورِ نظر دنیا کی تلخیاں آخرت کی شیرینی کے سامنے چند روزہ ہیں۔ جناب سیدہؑ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ خدا کا شکر ہے اس کی نعمتوں پر اور ہزار ہزار شکر ہے اس کی داد پر۔" [۲۷]

تدبیرِ منزل، نظامِ عمل اور امورِ خانہ داری

خانگی ذمہ داریاں اور گھریلو کام کاج اگرچہ شرعی طور پر زوجہ کے فرائض میں داخل اور شامل نہیں ہیں مگر گھر کو سجانے سنوارنے اور اسے جنت بنانے میں تدبیرِ منزل اور انتظام خانہ کے لئے نظامِ عمل تیار کرنے میں زوجہ کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے بڑی مہارت اور کافی تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اس کے لئے معلم کائنات رسولِ رحمتؐ نے اپنی لاڈلی اور چہیتی بیٹی کو بچپن ہی کے زمانے سے اپنے گھر کے امور خانہ داری کو ان کے سپرد کرکے آئندہ اس کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لئے تیار کر دیا تھا۔ بقول مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین:

> "اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے گھر کا اندرونی انتظام جناب فاطمہؑ کو سپرد کر رکھا تھا۔ باوجودیکہ آپ اس وقت بہت کمسن تھیں۔ اور آٹھ برس سے کچھ ہی زیادہ عمر ہوگی۔ لیکن رسول اللہؐ نے اپنے خانگی معاملات آپ کے ہی سپرد کر رکھے تھے۔ گویا اس زمانے میں آپ کی انتظامی قابلیت اس قابل تھی کہ خدا کا رسولؐ اعتماد کرسکے۔ اسی سے روشنی پڑتی ہے آپ کی تعلیم و

تربیت پر بلکہ آپ کے کمالاتِ وہبی پر۔"۲۸؎

حضرت رسول اللہؐ کی تعلیم وتربیت اور حضرت خدیجہ (س) کی تعلیم وتربیت کی برکت سے حضرت فاطمہ زہرا (س) کو بچپن ہی محنت ومشقت کی عادت پڑ گئی تھی اور تمام خانگی امور اور خانہ داری کے کام کاج کی مہارت حاصل ہو گئی تھی۔اس لئے آپ نے کبھی بھی گھر کے معمولی کام کاج کو بھی انجام دینے میں عار یا شرم محسوس نہیں کی بلکہ تمام گھریلو کام اکیلے ہی بخوشی انجام دئے۔ چنانچہ مولانا نجم الحسن کراروی رقمطراز ہیں کہ:

> " امورِ خانہ داری میں جناب سیّدہ (س) آپ ہی اپنی نظیر تھیں۔ ۷ھ تک آپ کے پاس کوئی کنیز نہ تھی۔ کنیز نہ ہونے کی صورت میں گھر کا سارا کام خود کرتی تھیں۔ جھاڑو دیتیں، پانی بھرتیں، چکی پیستیں، آٹا چھانتیں، آٹا گوندھتیں، تندور روشن کرکے روٹی پکاتی تھیں۔"۲۹؎

تدبیرِ منزل اور امورِ خانہ داری کے معاملے میں حضرت فاطمہ زہرا (س) نے جو طرزِ عمل اور طریقۂ کار اختیار کیا اور جس حُسنِ انتظام اور نظامِ حیات کا مظاہرہ کیا وہ ہر زمانے میں خوشگوار، سازگار، قناعت پسند، اطمینان بخش اور پُر سکون زندگی گزارنے کے لئے خصوصاً صنف نسواں کے لئے قابلِ تقلید اور لائق اتباع نمونۂ عمل ہے جیساکہ مولانا نجم الحسن کراروی تحریری فرماتے ہیں کہ:

> " شوہر کے گھر جانے کے بعد آپ نے جس نظام زندگی کا نمونہ پیش کیا وہ طبقۂ نسواں کے لئے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔آپ گھر کا تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ جھاڑو دینا، کھانا پکانا، چرخا کاتنا، چکی پیسنا اور بچوں کی تربیت کرنا۔ یہ سب کام اور اکیلی سیّدۂ عالمؑ، لیکن کبھی تیوری پر بل آئے نہ کبھی شوہر سے اپنے لئے مددگار یا خادمہ کی فرمائش کی۔"۳۰؎

تدبیرِ منزل اور امورِ خانہ داری سے متعلق تمام کام کاج حضرت فاطمہ زہرا (س) اتنے اشتیاق و انہماک اور ایسی دلچسپی و دلجمعی کے ساتھ انجام دیتی تھیں کہ خود کو ہمہ وقت اور ہمہ تن مختلف کاموں میں مصروف رکھتی تھیں۔آپ کے اس طرزِ عمل کی تعریف کرتے ہوئے خود حضرت علیؑ نے اس کو فخریہ طور پر بیان فرمایا ہے چنانچہ:

> "منقول ہے کہ ایک شخص سے علی مرتضیٰؑ نے فرمایا: کیوں نہ میں تجھ سے فاطمہ (س) کا حال بیان کروں۔ وہ میرے پاس رہتی تھیں۔ اور سب سے زیادہ مجھے محبوب تھیں۔ مشک اٹھاتے اٹھاتے ان کے سینے پر گھٹّا پڑ گیا تھا۔ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھ زخمی ہو جاتے تھے گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے میلے ہو جاتے تھے اور

چولھا پھونکنے سے لباس سیاہ رہتا تھا۔"۳۱؎

کنیز کے لئے شفیق و رفیق اور رحم دل مالکہ

ہمارے غیر مساویانہ انسانی سماج میں غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ عموماً غیر انسانی سلوک اور ظالمانہ و بے رحمانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ان سے وقت بے وقت ہر طرح کی سخت سے سخت خدمت لینے کے باوجود ان کو بڑی ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ہر وقت بہانے بہانے سے بے جا بات پر ان کی تحقیر و تذلیل کی جاتی ہے۔ اور اس رویہ کو ایک روایت قرار دے کر گویا سماجی طور پر اسے منظوری بھی دے دی گئی ہے۔ اور اس پست و پامال بد حال طبقے نے بھی گویا اسے اپنا نصیب اور اپنی تقدیر کی لکھی ہوئی تحریر سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ لیکن جب کبھی اس دبے کچلے طبقے کا ضمیر بیدار ہوتا ہے اور ان میں حُرّیت و آزادی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو پھر بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور پورا معاشرہ فتنہ و فساد سے دوچار اور خونریزی و غارتگری کا شکار ہو جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اس طبقے کے ساتھ اپنے طرزِ عمل اور حُسنِ سلوک سے اس غیر منصفانہ مذموم ذہنیت اور اس قبیح روایت کو یکسر بدل دیا۔ آپ نے کنیز کو خدمت گذار کے درجے میں نہیں رکھا بلکہ رفیق کار کا مرتبہ عطا کر کے کنیز کے وقار و معیار کو بہت بلند کر دیا۔ یقیناً یہ عادلانہ و منصفانہ برتاؤ کنیزوں کے لئے باعث فخر و مباہات اور سرمایۂ افتخار ہے۔ اس سلسلے میں مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں کہ :

> "پھر جب ۷ھ میں پیغمبر خداؐ نے ایک خادمہ عطا کی جو فضہ کے نام سے مشہور ہیں، تو رسول اللہؐ کی ہدایت کے مطابق سیّدۂ عالم فضہ کے ساتھ ایک کنیز کا سا نہیں، بلکہ ایک عزیز اور رفیق کار جیسا برتاؤ کرتی تھیں اور ایک دن گھر کا کام خود کرتی تھیں اور ایک دن فضہ سے کام لیتی تھیں۔ اور اس طرح خادمہ کو خادمہ ہونے کا تصور پیدا نہ ہونے دیتی تھیں۔ دراصل یہ مساواتِ محمدیؐ کی اعلیٰ مثال ہے۔"۳۲؎

خانۂ حضرت فاطمہ (س) میں جناب فضہ کو ایک گھریلو خادمہ کی حیثیت نہیں بلکہ ایک فردِ خانہ کی اہمیت حاصل تھی۔ وہ صرف گھریلو کاموں کے لئے خدمت گزار ہی نہیں تھیں بلکہ عبادت، ریاضت اور سخاوت ہر کام میں اہلبیتِ اطہارؑ کے شریک کار تھیں۔ چنانچہ سورۂ دہر کے نزول میں اہلبیتؑ کے ساتھ جناب فضہ کی شرکت ایک مسلّمہ تاریخی اور قرآنی حقیقت ہے۔ گھر کے کاموں کی تقسیم کے سلسلے میں حضرت فاطمہ زہرا (س) نے جناب فضہ کے ساتھ انسانی و اسلامی مساوات کا پورا خیال رکھا تھا۔ جیسا کہ مولانا نجم الحسن کراروی کا بیان ہے کہ :

"فضہ کے آجانے کے بعد کام تقسیم کرلیا گیا تھا۔ بلکہ باری باندھ لی تھی۔ ایک دفعہ سرورِ عالم خانۂ سیّدہؑ میں تشریف لائے۔ دیکھا سیّدہ گود میں بچے کو لئے چکی پیس رہی ہیں۔ فرمایا: بیٹی ایک کام فضہ کے حوالے کردو۔ عرض کی بابا جان! آج فضہ کی باری کا دن نہیں ہے۔" ۳۳؎

امورِ خانہ داری کی انجام دہی کے معاملے میں تقسیم کار کے اصول اور دستور پر حضرت فاطمہ زہراؑ پوری طرح کاربند تھیں اور ہمیشہ اسی کے مطابق عمل کرتی تھیں۔ اس سلسلے میں اپنے پدر بزرگوار کے ارشاد گرامی کو ہر وقت پیش رکھتی تھیں۔ چنانچہ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین تحریر فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے ایک لونڈی حضرت کو عطا فرمائی تھی جس کا نام فضہ تھا۔ اس کے ساتھ حضرت کا یہ برتاؤ تھا کہ ایک دن گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں۔ اور ایک دن کنیز سے کام لیتی تھیں۔ سلمانِ فارسی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن خانۂ اطہرِ سیّدہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ جناب سیّدہ جو پیسنے میں مشغول ہیں۔ اور چکّی کے ہتھے پر دستِ اقدس کا خون بہہ رہا تھا۔ اور حُسینؑ ایک گوشہ میں بھوک کی شدّت سے تڑپ رہے تھے میں نے کہا اے دُخترِ رسول اللہؐ آپ یہ زحمت اُٹھا رہی ہیں۔ آخر فضہ کس لئے ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک دن تم کام کرو۔ اور ایک دن فضہ سے کام لو۔ چنانچہ آج میری باری ہے۔" ۳۴؎

ہمسایوں اور پرایوں کی خیر خواہ اور ہمدرد

حضرت فاطمہ زہراؑ کے دلِ اطہر اور قلب مطہر میں صرف اپنے متعلقین و لواحقین ہی کے لئے ہمدردی و دلسوزی کا جذبہ نہیں تھا بلکہ ہمسایوں اور پرایوں یہاں تک کہ غیروں اور بیگانوں کے لئے بھی خیر خواہی و خیر اندیشی کے جذبات آپ کے وسیع اور پاکیزہ قلب مبارک میں موجزن تھے۔ اور آپ اپنی عام زندگی میں تو ان کی ہر ممکن امداد و اعانت کرتی ہی رہتی تھیں مگر خاص طور سے نمازوں میں بھی ان کے لئے دعائے خیر کیا کرتی تھیں۔

"تاریخ میں لکھا ہے کہ رات بھر جناب فاطمہ زہراؑ اپنے بچوں کے ساتھ محراب عبادت میں مشغول عبادت رہیں اور جب دعا مانگنے کا وقت آیا تو آپ نے صرف دوسروں کے حق میں دعا مانگی اپنے لئے ایک بار بھی بارگاہِ الٰہی میں کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ بچوں نے یہ دیکھ کر

سوال کیا، اے مادرِ گرامی! آپ نے رات بھر دوسروں کے حق میں تو دعا مانگی لیکن اپنے لئے ایک بار بھی دعا نہیں کی؟ حضرت فاطمہ زہراؑ نے جواب دیا: "یا بنیّ الجار ثمّ الدّار" اے بیٹے پہلے پڑوسیوں کا حق ہے پھر گھر والوں کا حق ہے۔"۳۵

حوالہ جات:

۱۔ سورۂ والتین، آیت ۴
۲۔ سورۂ مومنون، آیت ۱۴
۳۔ فاطمۃ من قبل الولادۃ الیٰ بعد الاستشھاد، ص۹، عبداللہ عبدالعزیز ہاشمی (اُردو ترجمہ)
۴۔ علل الشرایع بحوالہ سیرۃ الفاطمہ، ص۴۰، ۴۱۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور
۵۔ مدارج النبوۃ، ص۱۹۲، اعلام الوریٰ، ص۹۱۔ بحوالہ چودہ ستارے، ص۹۳۔ مولانا نجم الحسن کراروی، مطبوعہ نظامی پریس، لکھنؤ
۶۔ فاطمۃ من قبل الولادۃ الیٰ بعد الاستشھاد۔ ص۱۳، ۱۴۔ عبداللہ عبدالعزیز ہاشمی (اردو ترجمہ) مطبوعہ لکھنؤ
۷۔ فاطمۃ من قبل الولادۃ الیٰ بعد الاستشھاد۔ ص ۱۴، ۱۵، سیرۃ الفاطمہ، ص۴۳، ۴۴، چودہ ستارے، ص۹۱
۸۔ سیرۃ الفاطمہ، ص۷۰۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور
۹۔ چودہ ستارے، ص۹۳۔ مولانا نجم الحسن کراروی۔ مطبوعہ نظامی پریس، لکھنؤ
۱۰۔ سیرۃ الفاطمہ، ص۶۰۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور
۱۱۔ فاطمۃ من قبل الولادۃ الیٰ بعد الاستشھاد۔ ص۱۳، ۱۴۔ عبداللہ عبدالعزیز ہاشمی (اردو ترجمہ) مطبوعہ لکھنؤ
۱۲۔ سیرۃ الفاطمہ ص۶۰۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور
۱۳۔ فاطمۃ من قبل الولادۃ الیٰ بعد الاستشھاد۔ ص۱۲۔ عبداللہ عبدالعزیز ہاشمی (اردو ترجمہ) مطبوعہ لکھنؤ
۱۴۔ فاطمۃ من قبل الولادۃ الیٰ بعد الاستشھاد۔ ص۱۲۔ عبداللہ عبدالعزیز ہاشمی (اردو ترجمہ) مطبوعہ لکھنؤ
۱۵۔ فاطمۃ من قبل الولادۃ الیٰ بعد الاستشھاد۔ ص۱۶۔ عبداللہ عبدالعزیز ہاشمی (اردو ترجمہ) مطبوعہ لکھنؤ
۱۶۔ سیرۃ الفاطمہ، ص۶۷۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور

۱۷۔ فاطمة من قبل الولادة الیٰ بعد الاستشهاد۔ ص۲۲۔ عبداللہ عبدالعزیز ہاشمی (اردو ترجمہ) مطبوعہ لکھنؤ

۱۸۔ مسند احمد بن حنبل، ج۵ ۔ ص ۳۳۰ ، موسوعة الکبریٰ عن فاطمة الزهراؑ ج ۸ ۔ ص۵۸ ،بحوالہ ششماہی اُمّ الائمہ ج۲ شمارہ۔ ۴ ، ص۶۱

۱۹۔ فاطمہؑ برترین بانوئے جہان ۔آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی، ذخائر العقبیٰ۔ ص۴۷ ،بحوالہ ششماہی اُمّ الائمہ ج۲ شمارہ ۴ ص۶۱

۲۰۔ مضمون "بے مثال شخصیت" ۔ حجۃالاسلام میثم زیدی مطبوعہ ششماہی اُمّ الائمہ ،ج۲ ، شمارہ ۴، ص۶۱

۲۱۔ سیرة الفاطمہ، ص۴۲، ۴۳۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور

۲۲۔ سیرة الفاطمہ ،ص۱۱۶،۱۱۷۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور

۲۳۔ چودہ ستارے، ص۹۸۔ مولانا نجم الحسن کراروی۔ مطبوعہ نظامی پریس، لکھنؤ

۲۴۔ فاطمة من قبل الولادة الی بعد الاستشهاد۔ ص۲۱۔ عبداللہ عبدالعزیز الہاشمی (اردو ترجمہ) مطبوعہ لکھنؤ

۲۵۔ سیرة الفاطمہ، ص۱۰۰۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور

۲۶۔ چودہ ستارے، ص۹۷،۹۸۔ مولانا نجم الحسن کراروی۔ مطبوعہ نظامی پریس، لکھنؤ

۲۷۔ سیرة الفاطمہ، ص۱۲۶۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور

۲۸۔ سیرة الفاطمہ، ص۸۰۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور

۲۹۔ چودہ ستارے، ص۹۷ ۔ مولانا نجم الحسن کراروی۔ مطبوعہ نظامی پریس، لکھنؤ

۳۰۔ چودہ ستارے، ص۹۸ ۔ مولانا نجم الحسن کراروی۔ مطبوعہ نظامی پریس، لکھنؤ

۳۱۔ سیرة الفاطمہ، ص۲۰۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور

۳۲۔ سیّدہؑ کی عظمت ،ص ۵ ۔ مولانا کوثر نیازی ۔بحوالہ چودہ ستارے، ص۹۶ ۔ مولانا نجم الحسن کراروی۔ مطبوعہ نظامی پریس، لکھنؤ

۳۳۔ چودہ ستارے، ص۹۷ ۔ مولانا نجم الحسن کراروی۔ مطبوعہ نظامی پریس، لکھنؤ

۳۴۔ سیرة الفاطمہ، ص۱۲۱۔ مولانا حکیم سیّد ذاکر حسین۔ مطبوعہ افتخار بک ڈپو، لاہور

۳۵۔ مضمون "بے مثال شخصیت" ۔ حجۃالاسلام میثم زیدی، مطبوعہ ششماہی اُمّ الائمہ، ج۲، شمارہ ۴، ص۶۱

تصور حقوق و مساوات

عورت، مسائل، فرائض اور اہمیت

سیدہ بلقیس فاطمہ حسینی

ارشاد رب العزت ہے: أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۔[۱]

ترجمہ: کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا اور تم ہماری طرف پلٹا کر نہیں لائے جاؤ گے۔ جب تخلیق عبث نہیں تو انجام با مقصد ہو گا۔

کائنات در حقیقت حکم رب ہے۔ یہ کن فیکون کا مرقع ہے۔ جہاں ہر چیز کا ایک اہم مقام متعین ہے۔ ہر چیز اندازہ کے مطابق بنائی۔ حکم رب جب قالب میں ڈھلتے ہیں تو محسوسات و معقولات کی فرد قرار پاتے ہیں۔ روح اسی معقولات کی ایک فرد ہے۔ یہاں روح کی اصطلاح اور دقیق تعریف مقصد نہیں ہے اور اس کی صحیح ترجمانی بھی مشکل ہے۔ ارشاد باری ہے۔ يَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ روح کیا ہے؟ امر رب ہے یہ وہ شئی ہے جو بظاہر عدم سے وجود میں لائی گئی ہے۔ بیجان کو جاندار بناتی ہے۔ قالب کو احساسات کی دنیا میں لے جاتی ہے۔ روح لذتوں کا ادراک کرتی ہے۔ روح درد کا احساس کرتی ہے، روح دلوں کی دھڑکن کا باعث ہے، خون میں حرارت کا سبب، روح نہ ہو تو آنسوؤں کا سیل خشک ہو جائے۔ روح مایل بہ پرواز، پرواز علامت بلندی، غرض بیحد لطیف ہے۔

انسان کی پیدائش کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات میں اسے عقل دے کر ممتاز بنایا نیز زن و مرد کو ایک ہی جوہر یعنی نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ انسانی تولید و تربیت کے سلسلے کو بڑھانے کے لئے عورت کو مونس جاں قرار دیا۔ اگر عورت کا وجود نکال دیجئے تو نہ دنیا میں کیف رہے گا۔ نہ رنگینی، نہ ہمہمہ ہوگا، نہ گہما گہمی ایک جمود و سکوت کی حکومت ہو گی۔ اگر عورت کا وجود نہ ہو تو دنیا سے احساسات، جذبات، لذتیں سب کی موت ہو جائے۔ اب مرد جیئے تو کس کے لئے، گھر بنائے تو کس کے لئے، کمائے تو کس کے لئے، نہ کوئی انیس نہ ہمدم، نہ اولاد، نہ ماں نہ بہن، نہ احساس قربانی، نہ خود غرضی کا مظاہرہ، نہ محبت کی تڑپ، نہ آنسوؤں کی روانی، نہ ولادت کا جشن، نہ عروسی کے نغمے، گویا معاشرہ پر ایک مرگ آسا سکوت چھایا ہو گا۔

روی زمین پر آدم و حوا کے ہبوط کے بعد اس وحشتناک دور پر نظر ڈالئے جب دونوں الگ الگ مقام پر

بھٹک رہے تھے۔ حضرت آدم نے اتنا گریہ کیا کہ گریہ کرنے والوں میں ان کا نام آگیا، زندگی کا درد ان کے نالوں سے ظاہر ہے۔ اقوال انبیاء سے یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلو میں حضرت حوا کو جب بیٹھا ہوا دیکھا تو انہیں سکون حاصل ہوا۔ جنہیں "کن" پر یقین اور کتاب اللہ پر ایمان ہے وہ جانتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں ایک ساتھ نظام تکوین میں شامل ہیں۔ نصف معاشرہ مرد اور نصف عورت ہے۔ یہ "رِجَالاً كَثِيْراً وَّنِسَاءً" ہر معاملہ میں برابر کے شریک ہیں، سزا و جزا میں تقویٰ معیار ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہو رہا ہے کہ شیطان نے دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ ۲؎ پھر وہ دونوں کو مخاطب کرتا ہے۔ اَلَمْ اَنْهَكُمَا ۳؎ یا پھر مَا نَهٰكُمَا ۴؎ کیا ہم نے تم دونوں کو منع نہیں کیا تھا۔ لیکن آج بھی معاشرہ میں یہی تصور کارفرما ہے کہ حضرت حوا نے آدم کو بہکایا۔ قرآن مجید میں دونوں صنف کی رذیل باتوں کی مذمت کی گئی ہے۔ لیکن مردانہ معاشرہ چن چن کر انہیں باتوں کو پیش کرتا ہے کہ جو عورتوں سے مخصوص ہیں مثال کے طور پر آدمؑ کی بچی مٹی سے بنیں، ٹیڑھی پسلی سے بنیں۔ ان کے مکر عظیم ہیں۔ جب کہ یہ بادشاہ مصر کا قول اپنی بیوی کے لئے ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ایک ہی مٹی سے دونوں کی تخلیق ہوئی، آگے بڑھے تو مولا کا قول "ناقص العقل" ایک مہر لگا دیتا ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھے تو کہا عورت بچھو ہے۔ تشریح و تفسیر میں کون جائے۔ علماء بھی کیوں زحمت کریں۔ جب عرب افصح لسانہ نہ سمجھ سکا تو غیر عرب سے کیا توقع اگرچہ اس طرح کے ہزاروں اقوال مردوں کے ضمن میں بھی ہیں۔ غرض عورت کے خلاف ذہنی طور پر محاذ آرائی شروع ہو گئی۔ مرد فضیلتوں کے گرداب میں پھنس گئے۔ افضل و مفضول کے سحر میں کچھ ایسے مسحور ہوئے کہ اختلاف نظر اور سماجی بدحالی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ وہ سمجھنے لگا کہ ساری کائنات اس کے گرد گھوم رہی ہے۔ عورت میری محکوم ہے۔" اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ" میری شان میں نازل ہوئی اس طرح دونوں صنفوں کی ذہنی تربیت اس اسلام میں کچھ اس طرح شروع ہوئی جس کا خود اسلام منافی تھا۔ عورت ایسی فضا میں خود شناسی کی کمی کی بنا پر صلاحیتوں کے باوجود دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے کے تصور سے مزید احساس کمتری کا شکار ہو گئی۔ محبت، ایثار اور جسمانی کمزوری نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اس پر طرّہ یہ کہ کچھ فطری اور کچھ غیر فطری انداز سے اقتدار اور معیشت دونوں پر مردانہ تسلط ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مقصدیت تک پہونچنے کے عوامل بدل گئے اور سماج میں عدم مساوات نے اپنے پنجے گڑا دیے۔

خداوند عالم نے انسانوں کو کیا کیا اختیارات دیے ہیں؟ وہ کیسا انسان چاہتا ہے؟ قرآن میں تفصیل سے باتیں مل جائیں گی مثلاً فرماتا ہے۔" سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْض" ۵؎ آج ہمارے سائنس دانوں نے کمالات دکھا دیے اور آئندہ نہ جانے کیا کیا دکھائیں؟ یہ ہے عقل کا کرشمہ لیکن معنویت اس سے آگے

ہے۔ جیسے کہاں ہوائی جہاز اور کہاں بساط سلیمانی۔ آن واحد میں تخت بلقیس کا آ جانا۔ ایک جملہ "یَانَارُ كُونِي بَرْداً وَسَلاَماً عَلَى إِبْرَاهِيْم" کہہ دینے سے آگ کی ماہیت بدل جائے۔ اسے ایسے انسان درکار ہیں جن کی کائنات پابند ہو۔ ایسے اشخاص الٰہی مشن کے علمبردار ہوتے ہیں۔ انہیں ہوا، پانی، آگ، حیوان درندہ، طیور سب پر اختیار ہوتا ہے۔ ان کے لئے جنت سے خوان نازل ہوتا ہے۔ در پر ستارہ اتر جاتا ہے۔ حوریں جنت سے لباس لے کر آ جاتی ہیں۔ یہودی کی لڑکی روئے اقدس کو دیکھ کر فوت ہو جائے تو نماز میں وہ تاثیر کہ دوبارہ زندگی عطا ہو جائے۔ منہ سے نکل جائے کہ خیاط کے پاس کپڑے ہیں تو ملک درزی بن کر آ جائے۔ یہ اختیارات کچھ کسبی ہوتے ہیں اور کچھ وہبی، تاریخ میں یہ اختیارات بلا تفریق عورت مرد دونوں کو ملے ہیں۔ دنیا کی تسخیر مادیت کے ذریعہ ہو رہی ہے۔ اگر یہ معنویت کے ساتھ ہوتی تو دنیا کا منظر نامہ بدل جاتا۔

عورت سماج کا جزوء لاینفک ہے۔ خداوند عالم نے جناب مریم کو سیدۂ نساء العالمین کا لقب عطا کیا اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی۔ یہ شرف عطا کر کے معبود نے دنیا کو اس حقیقت سے بھی روشناس کیا کہ کارگاہ حیات ماں کے بغیر ممکن نہیں۔ ماں محور کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی ذمہ داری بہت اہم ہے۔ اس کے مقام کو الٰہی نظام میں تو لئے تو عظمت سمجھ میں آتی ہے۔ عورت کو رب البیت، کہا گیا ہے۔ یہ لفظ عوامی نہیں ہے نظام قدرت کی نمائندگی کرتا ہے۔ الوہیت اور ربوبیت دونوں لازم وملزوم ہیں۔ الوہیت سجدہ ریز کرتی ہے اور ربوبیت پروان چڑھاتی ہے خلقت میں معاون عورت کی خدمات، اولاد کی پرورش، اور خاندان کی تربیت کی عظیم ذمہ داری کے تحت اسے یہ لقب رب عطا ہوا۔ جنت کا استحقاق عبدیت سے متعلق ہے۔ عبودیت اور ربوبیت کے رشتے اتنے مستحکم ہیں جس میں ایک بندہ ہوتا ہے اور ایک آقا۔ اس کے درمیان نہ اقتصاد حائل ہے نہ جسمانی طاقت کو دخل ہے۔ تپتی ہوئی دھوپ، جلتے ہوئے صحرا، کڑکتے ہوئے بادلوں اور برفیلی ہواؤں کا مقابلہ کر کے رزق مہیا کرنے والے مرد میں شان الوہیت (یعنی واحد) و رزاقیت ضرور ہے لیکن اس کے قدموں کے نیچے جنت کی ایک نہر بھی نہیں بہتی۔ لیکن شوہر کے حفاظتی نظام کے تحت پر سکون فضا میں زندگی گذارنے والی ماں جب "کُرھاً" کی منزل سے گذرتی ہے تو اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے تو اس کا یہ مقصد نہیں کہ باپ جو رحمت کا ایک دروازہ ہے اس کی تحقیر کی جائے اور اولاد روگردانی کرے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ وہ اقوال ہیں جو عظمت نسواں کا پتہ دیتے ہیں۔ حضرت رسولؐ نے ان ارشادات کے ذریعہ اسرار مکنونہ کے ایک سرّ یعنی راز کو ظاہر کیا ہے۔ افسوس کہ دنیا ہمیشہ سے اقتصاد کی زنجیروں میں اسیر ہے۔ مادی زندگی جیسے ہی اس نعمت سے سرشار ہوتی ہے اس کے راستے بدل جاتے ہیں اور مظلوموں کی بستی آباد ہونے لگتی ہے۔ کچھ ایسا ہی صنف نسواں کے

ساتھ ہوا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں عورت منبع حیات ہے۔ مخلوق میں عورت کو مرکزیت حاصل ہے۔ حدیث کساء اس مرکزیت کی آئینہ دار ہے:

هُم فَاطِمَةُ وَاَبُوْهَا وَبَعْلُهَا وَبَنُوهَا۔

عورتوں کے ضمن میں درج ذیل آیت ان کے مدارج کی تفہیم کے لئے بہت اہم ہے:

"وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَـٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ" ۶۔

ترجمہ: مومن مرد اور عورتوں میں بعض بعض کے ولی وناظر ہیں ایک دوسرے کو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا رحم کرے گا۔ بیشک خدا کی ذات عزیز وحکیم ہے۔ یعنی ولایت دونوں کو حاصل ہے عورتیں ولی اور ناظر بھی تھیں اور وہ احکام الٰہیہ کی تبلیغ میں رسالت کی ذمہ داریاں انجام دے رہی تھیں۔ عورتوں پر وحی بھی نازل ہوئی جیسے مادر موسیٰ اور حضرت مریم اور جناب سیدہ کے پاس تو جبریل کی آمد ورفت ایک خادم کی طرح ہے کبھی جھولا جھلاتے ہیں، کبھی چکی چلاتے ہیں کبھی خوان لے کر آتے ہیں۔ کبھی خوشخبری تو کبھی خبر غم اور کبھی مصحف وغیرہ وغیرہ

وہ عورت جو معاشرہ کی روح ہوتی ہے اس کا کردار کیسا ہونا چاہئے۔ مذکورہ بالا آیت سے واضح ہے یہاں عورت اور مرد کی کچھ سماجی ذمہ داریوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ دونوں کے فرائض ایک جیسے ہیں۔ "يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ" کی گفتگو، پند ونصیحت ہو امر بالمعروف کا بیان ہو اور سماج کو اچھائیوں کی طرف چلنے کا حکم دے۔ ان امور سے روکے جن کو خدا نے منع کیا ہے۔ "يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوۃ" معاشرہ کو نمازی بنائے یعنی ایمان ویقین کی منزل میں توحید اور الوہیت کی ایسی بذرافشانی کرے کہ ایک موحد سماج وجود میں آئے۔ "يُؤتُوْنَ الزَّکٰوۃ" زکوٰۃ ادا کرنے والوں میں اس کا شمار ہو۔ زکات کا تعلق صریحاً معاشرہ کے مستضعفین یعنی پسماندہ لوگوں کی فلاح سے ہے۔ جس میں عورت بھی شامل ہے۔ اس کے بعد کا ٹکڑا یہ بتا رہا ہے کہ ان کا ہر قدم خدا اور رسولؐ کی اطاعت میں اٹھ رہا ہو۔ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے۔ بعد رسولؐ مردوں میں ولی حضرت علیؑ نظر آتے ہیں اور عورتوں میں بضعۃ الرّسول بی بی فاطمہ (س) ہیں کہ اگر مولا علیؑ نہ ہوتے تو کوئی ان کا کفو نہ ہوتا۔

شخصی زندگی میں زوجہ وشوہر کے تعلقات اور فکری ہماہنگی ایک صالح سماج کی ایک اکائی ہوتی ہے۔

جب اس اکائی کا دائرہ بڑھتا ہے تو وہ باہری سماج کے افراد کی سلامتی کا بھی خواہاں ہوتا ہے۔ عموماً عورت اپنے شوہر اور بچوں کی زندگی اور ان کی سلامتی کے ساتھ کوئی مفاہمت نہیں کر سکتی لیکن آپ کا بیان کہ خدا کی قسم اگر اس بات سے مجھے کراہت نہ ہوتی کہ مدینہ میں بے گناہ عوام گرفتار بلا ہو جائیں گے تو میں نفرین کرتی اور تم دیکھتے کہ میری بددعا کتنی جلد قبول ہو جاتی ہے۔۸۔ بی بی کا یہ قدم سماج کے بے گناہ پسماندہ لوگوں کی حفاظت کے لئے ہے۔ دنیاوی عورت کیا ایسا سوچ سکتی ہے؟ جناب سیدہ مرقد رسولؐ پر اپنے بیٹوں حسنین علیہم السلام کو لے کر فریاد کرنے کے لئے جاتی ہیں۔ مولا علی علیہ السلام سلمان فارسی کو بھیجتے ہیں کہ وہ واپس آ جائیں۔ آپ تشریف لائیں اور درج ذیل دو جملہ ملاحظہ ہو۔

" اِذَا اَرْجَعُ وَاصْبِرُ وَاسْمَعُ لَهٗ وَاُطِيْعُ " میں واپس جا رہی ہوں صبر کر رہی ہوں۔ ان کی باتوں کو سن رہی ہوں اور ان کی اطاعت کو قبول کرتی ہوں۔ مسجد نبوی میں رک گئیں، کہا ٹھیک ہے مگر میں اپنے ابن عم کو جب تک زندہ سلامت دیکھ نہ لوں، قدم مسجد سے نہیں نکالوں گی۔ مولا علیؑ کو دیکھا اور فرمایا " علیؑ میری جان آپ پر نثار ہو، میری جان آپ کے لئے سپر قرار پائے جب آپ کی جان پر بلائیں آئیں۔ یا ابا الحسن میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں اگر آپ خیر و نیکی سے جئیں گے تو میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اگر خیر و نیکی میں بلائیں آپ کو گھیر لیں تب بھی میں آپ کے ساتھ ہوں۔ "۹ شوہر کا بیوی کے ساتھ ہونا یا بیوی کا شوہر کے ساتھ سکھ دکھ میں شریک ہونا فطری ہے لیکن بی بی کا جملہ " اِنْ کُنْتَ فِي خَيْرٍ کُنْتُ مَعَکَ " اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ جب تک عورت حق اور خیر میں شناخت نہیں کر پائے گی روح معاشرہ نہیں بن سکتی۔ مولا علی علیہ السلام کے ساتھ جناب سیدہ کا یہ مکالمہ ایک درس ہے۔

حقوق کا ادراک

حضرت فاطمہؑ نے امام حسن علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: " اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ " یعنی پہلے ہمسایہ پھر اپنا گھر۔۱۰ آپ اس رسولؐ کی بیٹی اور اس شوہر کی بیوی تھیں جسے دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی۔ فرمایا " اِنِّي لَا اُحِبُّ الدُّنْيَا "۔ مجھے دنیا پسند نہیں ہے ۱۱ معاشرہ کی جان بننے کے لئے دنیا سے رشتہ توڑنا ہوگا۔ امام حسنؑ ارشاد فرماتے ہیں: میری ماں نے شب قدر میں تمام شب عبادت کی لیکن اپنے لئے دعا نہیں کی صرف دوسروں کے لئے دعا مانگی اجتماعی زندگی کے ضمن جناب سیدہ نے دو اصول پیش کئے ایک خانوادگی زندگی کے لئے اور ایک عوام کے لئے تم میں سے اچھے وہ ہیں جو عوام کے ساتھ نرم وملائم ہوں ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں اہم ذات اس کی ہے جو اپنے کفو اپنی بیویوں کے ساتھ بہت ہی مہربان ہو اور ان کا احترام واکرام کریں " خِيَارُكُمْ اَلْيَنُكُم مَنَاكِبَه. وَاَکْرَمُهم لِنِسَائِهِمْ : ۱۲

شخصی اور سماجی دونوں زندگیوں کے لئے عورت کی زندگی میں کسی غیر مرد کی رسائی نہ ہو۔ یہ روح اور سماج کی سلامتی کی ضامن ہے۔

"خَیرُ لّلنّسَاء اَن لاَیرینَ الرّجال وَلاَ یَراھُنّ الرّجال"[۱۳] جناب سیدہ کا یہ قول عورت کے بلند منصب کی اہمیت کو بتاتا ہے لیکن عام طور پر سوءٴ استفادہ کیا گیا۔ جناب سیدہ کی خدمات میدان جنگ میں زخمیوں کا علاج میدان مباہلہ میں شرکت، دربار خلافت میں موجود ہونا وغیرہ ان سب کو نظر انداز کر دیا گیا۔

عورت روح معاشرہ کب ہوگی جب اس کی نظر بچوں کی تربیت سے لے کر سماج کے دیگر اصلاحی امور پر ہو اس لئے کہ وہ نصف معاشرہ کی معلّمہ نہیں ہے وہ ایک کامل سماج کی استاد اور رہنما ہے۔ رب البیت کی ایک غفلت گھر کو شیطان کی آماجگاہ بنادیتا ہے۔ امام خمینیؒ نے فرمایا" مرد از دامن زن معراج می یابد" مرد عورت کے وجود سے بلندیوں کو چھوتا ہے۔اس امر کے لئے کچھ حدیں معین کیں وہ ایک عضو معطل نہیں ہے۔ لیکن افسوس مردانی فکر نے عورت کو چار دیواری میں قید تو کر دیا۔ لیکن اس کو ذمہ داریوں سے ناواقف رکھا۔

عورت چونکہ معاشرہ کی جان اور گھر کی رب ہے یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس کی نظر صرف شوہر اور بچے تک محدود ہو، رب البیت کے لئے لازم ہے کہ سماج میں عدالت نافذ کرے آقا، بیگم، خادم اور خادمہ سب کے حقوق پر اس کی نظر ہو۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے اور فضہ کے درمیان کام کی تقسیم کرکے سماج میں مساوات کی بہترین مثال پیش کی۔

" اَوصانی رَسُول اللہ اَن تکونَ الخدمة لها یوماً ولی یوما فکان امس یوم خدمتها والیوم یوم خدمتی[۱۴]"۔

عورت کو تعلیمی مراحل میں پیش قدم ہونا چاہئے ورنہ فکری انحطاط اسے دامن گیر ہوگا اور ناواقفیت تدبیر کی صلاحیت سے محروم کردے گی اسے سیاسی مسائل اور مباحث سے مکمل واقفیت حاصل ہونی چاہئے تاکہ سیاسی امور میں اس کی رائے ہمیشہ صحیح ہو۔ مثال کے طور پر آج ہندوستان میں وہ عورت جو سیاست سے دور ہے کسے ووٹ ڈالے۔ یقیناً لا علمی اسے کسی دوسرے کی رائے پر عمل کرنے پر مجبور کرے گی اور یہ قدم کبھی غلط ہوگا تو کبھی صحیح۔ جناب سیدہ نے بعد وفات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاسی امور میں بھی اپنے استحقاق اور سماج کی بہبود کو پیش نظر رکھا۔ خطبے دیئے اور عوام کے سامنے اپنی مظلومیت کو رہتی دنیا تک کے لئے ثابت کرکے قصر خلافت کو لرزہ براندام کیا۔ دنیاوالوں کو اور رسولؐ کی امت کو یہ پیغام دیا کہ مادیت اسی جگہ فنا ہو جائے گی اور روح کی تباہی کا باعث ہوگی۔ اصل زندگی آخرت ہے۔ چھوٹا سودا نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ہی اچھا معاشرہ وجود میں

لاسکتا ہے لیکن آج بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ برادر کشی کا ایک بہت بڑا سبب ماؤں کی اپنے منصب اور فریضوں سے ناواقفیت ہے عام طور پر مردوں کی دنیا نے عمداً اپنے اقتدار کی خاطر انہیں اسلام کے نام پر غیر اسلامی یا مذہب کے نام پر غیر مذہبی حدود میں مقید کردیا اور خود کے لئے غیر اسلامی نقطہ نظر کو اسلام قرار دیا۔ اور اب خود ساختہ شریعت کے ذریعہ انسان کشی کا درس خواتین کو دے رہے ہیں۔ وہ بھی غور طلب ہے۔ اسلام اور مسیحیت یہ دو بڑے مذہب ہیں۔ قرآن نے دونوں مذہب میں سماجی فلاح کے لئے اپنے عہد کے مطابق دو برابر کے رہنما پیش کئے۔ سیدۃ النساء مریم اور سیدہ النساء فاطمہ (س)۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہ اپنے عہد کی سیدہ تھیں اور یہ عالمین کی سیدہ ہیں۔

خلاصہ کلام عورت خدا کی روشن دلیلوں میں سے ہے۔ عورت معاشرہ کی روح ہے عورت خلوت وجلوت میں بہترین معاون۔ عورت الٰہی مشن کی مبلغہ اور رسول ہے لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب عورت کو علم کے زیور سے آراستہ کیاجائے اور اس کی عقل کی سلامتی کے سامان مہیاکیے جائیں اور اس کتاب کی صحیح وقت پر تعلیم دی جائے جو فرقان ہے جس میں ہر خشک وتر موجود ہے۔ اس کی ذہنی تربیت اس انداز سے کی جائے جہاں وہ اپنے تعہد اور اپنی رسالت اور اپنے منصب کو سمجھ سکے، ورنہ عورتیں اپنے منصب کی شناخت سے قاصر رہیں گی اور خدا اور رسولؐ کے حکم کی پیروی نہیں کر سکتی ہیں دنیا کی تعلیمات سے دنیاوی منفعت تو ضرور ملے گی لیکن آخرت کا سود اخسارہ میں ہوگا۔ عورتوں کے حقوق کے ضمن میں اسلامی اصول ایسے نوشتہ قانون ہیں جن کا خود مسلم گھرانوں میں نفاذ نہ ہوسکا۔ وہ خاندان انگشت شمار ہیں جہاں عورت کی ربوبیت اس کی شناخت ہے مولائے کائنات سے رسول اللہؐ نے جناب سیدہ کی فضیلت معلوم کی تو فرمایا: " نِعْمَ الْعَونُ عَلٰی طَاعَةِ اللهِ"

خداوند متعال ہم عورتوں کو اطاعت خدا و رسول کی توفیق عطا کرے تاکہ مریم وخدیجہ وسیدہ کونین کی پیروی کریں۔

حوالے:

۱۔ سورۂ مؤمنون، آیت ۱۱۵

۲۔ سورۂ اعراف، آیت ۲۰

۳۔ سورۂ اعراف، آیت ۲۲

۴۔ ایضاً، آیت ۲۰

۵۔ سورۂ حج، آیت ۶۵

۶۔ سورۂ توبہ، آیت ۷۱

۷۔ نہج الفصاحہ، حدیث ۶۸، ص ۱۲۲

۸۔ نہج الفصاحہ، حدیث ۷۵

۹۔ نهج الفصاحة، روحی لروحک الفداء ونفسی لنفسک الوقاء، یا ابا الحسن ان کنت فی خیر کنت معک وان کنت فی شرّ کنت معک: حدیث ۷۵، ص ۱۴۷

۱۰۔ ایضاً حدیث ۸۳ ص ۱۵۳

۱۱۔ نہج الفصاحہ، حدیث ۸۴، ص ۱۵۷

۱۲۔ ایضاً، حدیث ۸۳، ص ۱۵۳

۱۳۔ ایضاً، حدیث ۸۷، ص ۱۶۰

۱۴۔ ایضاً، حدیث ۹۴، ص ۱۶۷

روش زندگی فاطمہ زہرا(س)

محمود حسن، ضیاء بوترابی

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز [۱]

علّامہ اقبال نے مذکورہ بالا شعر میں قرآن مجید کی اس آیت "یَا مَرْیَمُ إِنَّ اللَّـهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ" کی طرف نشاندہی کی ہے۔یعنی اے مریم اللہ نے تمہیں منتخب کیا اور ہر برائی سے پاک رکھا اور تمام عالمین کی عورتوں پر تمہیں فضیلت دی، لیکن فاطمہ زہرا(س) کو تین نسبتوں سے عزیز رکھتا ہوں کیونکہ جناب فاطمہ(س) کے بارے میں رسولؐ اکرم فرماتے ہیں کہ خدا نے سب سے بڑی نعمت جو تمہیں عطا کی ہے وہ یہ ہے کہ مجھ سا باپ ، علی جیسا شوہر اور حسن و حسین جیسے بیٹوں سے تمہیں نوازا ہے۔جب قبر میں فرشتے سوال کریں گے: تمہارا رسولؐ کون؟ کہیں گی میرے والد۔اور جب امامت کے بارے میں سوال ہوگا تو کہیں گی: میرے شوہر۔ [۲]

آپ کی طرز زندگی مکمل طور پر نمونہ ہے۔عبادت کے لحاظ سے بے نظیر تھیں۔رسولؐ اکرم نے آپ سے سوال کیا کہ عورت کے لیے بہترین کام کیا ہے ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ کسی مرد کو نہ دیکھے اور کوئی مرد اسے نہ دیکھے۔اس پر رسولؐ نے اپنی بیٹی کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

دنیائے انسانیت میں بہت سی مثالی خواتین گزری ہیں جو ایثار و قربانی ، ہمت و جرأت ، خداترسی اور زہد و ورع میں امتیازی حیثیت کی حامل تھیں ، ان میں مریم کا درجہ روحانی اعتبار سے بلند واقع ہے۔لیکن مختصر سی زندگی میں حضرت فاطمہ(س) نے جس مثالی کردار اور عدیم النظیر سیرت کا نقش صفحۂ عالم پر ثبت کیا ہے اس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنا مشکل ہے۔

سیدۂ طاہرہ تین حیثیتوں سے بزم عالم میں جلوہ فگن ہوئیں۔وہ رسولؐ کی بیٹی ، علی ابن ابیطالبؑ کی شریک حیات ، زینب و ام کلثوم اور جناب حسنین علیہم السلام کی ماں تھیں۔وہ کس قدر عظمت و کردار کی بیٹی تھیں اس کا اندازہ کرنے کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ عمل گواہی دے گا کہ جب کبھی جناب سیدہ (س) آئیں تو نہ صرف محبوب خدا کی تعظیم کے لیے اٹھے بلکہ اپنی پارۂ جگر کو اپنی مسند

پر بٹھایا۔ظاہر ہے کہ کوئی باپ اپنی بیٹی کی یہ قدرومنزلت بیٹی ہونے کی بناپر نہیں کرسکتا بلکہ رسولؐ زادی کچھ ایسی خصوصیات وامتیازات کی حامل تھیں کہ خدا کے آخری نبیؐ یہ طرز عمل اختیار کرنا لازمی سمجھتے تھے۔ فاطمہ زہرا(س) شریک زندگی کی حیثیت سے کن اعلیٰ اقدار کی مالک تھیں اس کا جواب علی ابن ابیطالبؑ کی ازدواجی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک ساعت کے ذریعہ موجود ہے۔ وہ گھر گرہستی کے تمام امور خود انجام دیتی تھیں۔ ایک دن گھر کا کام معصومہؑ کونین کرتی تھیں اور ایک دن کنیز فضہ۔ حضرت علیؑ کا گھر جنت کا نمونہ اور ان کا گہوارہ تھا۔جناب فاطمہ (س) نے غربت و عسرت میں جس خاموشی اور اطمینان کی زندگی بسر کی اگر آج ہماری مائیں اور بہنیں اسے مشعل راہ بنا لیں تو وہ اطمینان و چین کی دولت سے مالا مال ہو سکتی ہیں۔قریش کے ایک آدمی نے ایک مٹھی مٹی اٹھا کر حضرت رسولؐ اکرم کے چہرے اور سرپر ڈال دی۔آپ اسی حالت میں گھر تشریف لے گئے۔جب جناب فاطمہ (س) نے قریش کی ایذا رسانیوں کی بنا پر یہ حالت دیکھی تو بے حد تکلیف ہوئی اور پھر جناب فاطمہ (س) پانی کے ذریعے سر اور چہرہ دھلاتی تھیں۔قریش کی ان بدسلوکی کی بنا پر آپ گریہ کرنے لگتی تھیں۔ جناب فاطمہ (س) کی یہ حالت دیکھ کر رسولؐ اکرم نہایت رنجیدہ ہوجاتے اور پھر اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو بڑی شفقت و محبت کے ساتھ شہزادیٔ کائنات کے سر پر پھیرتے اور یہ فرماتے کہ:

"لاَ تَبکی یَا بُنَیّة فَاِنَّ اللهَ مَانِعُ اَباکَ، وَ نَاصِرُہ عَلیٰ اَعْدَاءِ دِیْنِہ وَ رِسَالَتِه" ۔ ۳

جناب ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسولؐ خدا نے مجھ سے شادی کرنے کے بعد اپنی بیٹی جناب فاطمہ (س) کی دیکھ بھال کا فریضہ میرے سپرد کر دیا، میں انھیں سب کچھ بتاتی اور سکھاتی تھی لیکن خدا کی قسم وہ مجھ سے زیادہ مؤدب اور تمام چیزوں کے بارے میں مجھ سے زیادہ واقفیت رکھتی تھیں۔ ۴

جناب فاطمہ (س) اپنی پختہ خیالی اور رشد عقلی میں کمسنی ہی سے ممتاز حیثیت کی حامل تھیں۔ خداوندعالم نے جناب فاطمہ (س) کو عقل کامل، اعلیٰ ذہانت و ذکاوت اور نورانی زندگی میں مکمل حسن و جمال سے نوازا تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ "انّ فاطمةَ بنتَ رسولِ الله(ص) اِستَأْذَنَ عَلَیْهاَ أعمیٰ فَحَجَبْته، فقاَل لهاَ النّبی(ص) لم حَجَبْتَه وهو لا یراک؟ فقالت: یاَ رسول الله ان لم یکن یرانی فأناَ اراه، وهو یَشُمُّ الرّیحَ، فقال النّبیُ(ص) اَشْهدُ انّک بَضْعَةٌ مِنّی" ۵ یعنی ایک روز ایک نابینا شخص نے آپ سے گھر میں آنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اس سے پردہ کرلیا تو نبیؐ اکرم نے فرمایا: تم نے اس سے کیوں پردہ کیا ہے؟ جب کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں سکتا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسولؐ! اگر وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا ہے تو میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں اور وہ خوشبو تو محسوس

کرتا ہے تو رسولؐ اکرم نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک تم میرا ٹکڑا ہو۔

جناب فاطمہ زہرا(س) عالمہ غیر معلّمہ، باتقویٰ اور خوف الٰہی کی مالک تھیں۔جب رات ہوجاتی تھی تو شہزادی دو عالم محراب عبادت میں کھڑی ہو جاتیں اور دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کرکے صرف اپنے معبود حقیقی سے رابطہ قائم کر لیتی تھیں اور رات بھر نماز تہجد سے اور اللہ سے راز ونیاز کرتی تھیں اور یہ دعا کرتی تھیں:

"اَللّٰھُمّ اِنّی اَسْئَلُکَ قُوّۃً فِی عِبَادَتِکَ ، وَتُبَصّرا فی کِتٰابِکَ، وَ فھماً فی حُکمِکَ ، اَللّٰھُمّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمّدٍوّ آلِ مُحَمّد، وَلاَ تَجْعَلِ القُرآن بنا ماحلاً ، والصّراطُ زائلاً وَمُحَمّداً (ص) عنا مولّیاً۔" ۶؎

یعنی بار الٰہا میں تجھ سے سوال کرتی ہوں تو ہمیں اپنی عبادت کی قوت اپنی کتاب میں بصیرت اور اپنے حکم میں فہم و فراست عطا فرما، بارالٰہا محمد و آل محمد پر رحمت نازل فرما اور قرآن کو ہمارے ذریعے نظرانداز کرنے والا، اور مستقیم سے پھسل جانے والا اور حضرت محمدؐ کو ہم سے اپنا رخ پھیرنے والا قرار نہ دینا۔

اگر فضیلت فاطمہ زہرا(س) کے بارے میں مزید روایات سے آگاہ ہونے کی خواہش ہے اور "بحارالانوار"ج، ۴۳ اسی طرح "کشف الغمہ" کا مطالعہ فرمائیں۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا خدا کی قسم اللہ نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کو علم کے ذریعے فساد اور برائیوں سے محفوظ رکھا ہے۔۷؎

جناب فاطمہ زہرا(س) سےایک طولانی حدیث میں منقول ہے،آپ فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے رسولؐ! سلمان کو میری سادگی پر تعجب ہے، اس پروردگار کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، پانچ سال ہوگئے کہ ہمارے پاس بھیڑ کی کھال کا ایک فرش ہے جس پر دن میں اونٹ چارہ کھاتے ہیں اور رات میں ہم اس کے اوپر سوتے ہیں۔اور ہماری تکیہ چمڑے کی ہے جسے لیف خرما سے پُر کیا گیا ہے۔

حضرت زہرا(س) جب تک پیغمبر اکرم کے ساتھ رہیں اس عرصے میں کبھی بھی آپ نے مادّی لوازمات کے حوالے سے خوشحالی اور عام انسان کی طرح زندگی نہیں گزاری۔لہٰذا خداوند عالم نے "ھل اتیٰ ---" جیسی آیت کو جناب فاطمہ(س)اور حضرت علیؑ کی شان میں نازل کرکے فرمایا: "اِنَّمَا نُطعِمُکُم لِوَجهِ اللّٰه لَا نُرِيدُ مِنْكُم جَزآءً وَّلَا شُكُورًا"۔۸؎ حضرت فاطمہ زہرا(س) پانی سے افطار کرکے مسکینوں، یتیموں اوراسیروں کی ضروریات کو پورا فرماتی تھیں۔اور اپنے گردن بند یا فدک کی آمدنی کو راہ خدا میں اور دیگر محتاجوں میں خرچ کرتی تھیں۔

جناب فاطمہ(س) نے اپنی شادی کے لیے کسی دولتمند و نام نہاد شخص کا انتخاب نہیں کیا۔حتیٰ بہت سے صحابہ جناب زہرا(س) کے ساتھ شادی کرنے کی خاطر خواستگاری(منگنی) کے پروگرام میں

شریک ہوکر یہ خیال کرتے تھے کہ شاید ہماری خواہش پوری ہو جائے لیکن خدا نے ان کے خام خیالی کو خاک میں ملا دیا۔ کئی مرتبہ پیغمبرؐ اکرم نے جناب فاطمہ زہرا(س) سے سوال کیا کہ آپ فلاں صحابی کے ساتھ ازدواج کرنے پر راضی ہیں، مگر حضرت فاطمہ (س) رشتۂ فلاں و فلاں۔۔۔ کو قبول نہیں فرماتی تھیں۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے حضرت رسولؐ اکرم سے اپنی ازدواجی خواہش کا اظہار کیا تو آنحضرتؐ کا چہرہ منور ہوگیا اور خوشی سے چمک اٹھا۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا اے علیؑ انتظار کیجیے میں فاطمہ (س) سے اجازت لے لوں۔ پیغمبرؐ اکرم جناب فاطمہ زہرا(س) کی خدمت میں پہنچے اور فرمایا: اے زہرا آپ علیؑ کی حالت سے واقف ہیں وہ آپ کی خواستگاری کو آئے ہیں۔ کیا آپ ان سے شادی کرنے پر راضی ہیں ؟ جناب سیدہ شرم کی وجہ سے خاموش رہیں۔آنحضرتؐ ان کی خاموشی کو رضایت کی علامت قرار دیتے ہوئے حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: اے علی! شادی کے لیے آپ کے پاس کیا چیز ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا اے خدا کے حبیب میرے والدین آپ پر فدا ہوجائیں ، آپ میری حالت سے واقف ہیں۔ میری پوری دولت ایک تلوار ،ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے۔ ۹

دنیائے انسانیت میں حضرت فاطمہ (س) کی ہر عمل و کردار و رفتار پوری بشریت کے لیے ہر امور میں نمونۂ عمل ہے۔ انھوں نے شوہر کے ساتھ اور اولاد کی تربیت اور گھریلو امور کے بارے میں جو سیرت پیش کی ہے ان پر چلنا ضروری ہے۔ ہمارے زمانے کی عورتیں حضرت فاطمہ (س) سے زیادہ پڑھی لکھی یقیناً نہیں ہو سکتیں کیونکہ حضرت زہرا (س) جبرئیل امین سے گفتگو کرتی تھیں۔ پیغمبرؐ اکرم جیسے نبیؐ کی زیر نظر تربیت حاصل کی تھی اور حضرت علیؑ جیسے شوہر کے ساتھ زندگی گزاری تھی۔ جناب فاطمہ (س) تحقیقاتی اور سیاسی و سماجی امور میں کائنات کی خواتین سے آگے تھیں۔

جب پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ گھر کے اندرونی کام کاج فاطمہ (س) انجام دیں گی اور بیرونی امور آپ کے ذمہ ہے۔ جناب فاطمہ (س) نے فرمایا: "بابا میں اس تقسیم بندی پر بہت ہی خوش ہوں۔" ۱۰

حضرت فاطمہ (س) گھر کے اندرونی معاملات کو ہمیشہ اچھے طریقے سے انجام دیتی تھیں :

۱۔ ہمیشہ کھانا پکاتی تھیں۔

۲۔ گھر کی صفائی خود انجام دیتی تھیں۔

۳۔ بچوں کی تربیت کے لیے شب و روز زحمت اٹھاتی تھیں۔

خواتین جہان کا عملی فریضہ ہے کہ اگر شوہر کے ساتھ اپنی زندگی کو شاداب اور خوشگوار بنانا چاہتی

ہیں تو ہمیشہ جناب فاطمہ (س) کی روشِ زندگی پر چلنے کی کوشش کریں۔ زندگی کے تمام مراحل میں جناب فاطمہ (س) کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ جناب فاطمہ (س) ہمیشہ شوہر کی خدمت میں کوشاں رہتی تھیں۔اسی بنا پر حضرت علیؑ نے بہتّر (۷۲) جنگوں میں شرکت کرکے اسلام اور پیغمبرؐ کی حفاظت کی اور جب بھی میدان جنگ سے تھکاوٹ، بھوک و پیاس کی حالت میں واپس آتے تھے تو حضرت فاطمہ (س) آپ کو تسلی دے کر بھوک و پیاس کی حالت کو دور فرماتی تھیں اور دوبارہ جنگ کے لیے تیار کرتی تھیں۔اسی لیے اسلام نے شوہر کی خدمت انجام دینے کو جہاد فی سبیل اللہ کے برابر قرار دیا ہے۔ جناب فاطمہ (س) نے کبھی بھی شوہر کے حقوق کو ادا کرنے میں کوتاہی نہیں فرمائی۔ یہی سبب ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہ (س) کے آخری وقت میں فرمایا: اے رسولؐ خدا کی بیٹی تم نے کبھی بھی گھر میں بُرا سلوک نہیں کیا۔ تمہاری خدا کی معرفت اور پرہیز گاری اور نیکو کاری اس حد تک تھی جس پر اعتراض کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ لہٰذا تمہاری جدائی اور مفارقت مجھ پر بہت سنگین اور سخت ہے۔ لیکن ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ پس اس سے بھاگنے کی گنجائش نہیں ہے۔ [۱۱]

رسولؐ خدا نے فرمایا:

"قَالَ بَعَثَ رَسولُ اللهِ صلّی اللهُ علَیهِ وَ اٰله وَسَلَّم ، سَلْمَانَ الیٰ فاطمةَ ،قَالَ فَوقَفْتُ فی البَاب وَقْفَةً حَتّی سُلَّمْتُ فَسَمعتُ فاطمةَ تَقرأُلْقرآنَ من جوا، والرحیٰ تدور مِن برا وَمَا عندها اَنیسٌ (وَ قال فی اٰخر الخَبرَ) فَتَبَسّمَ رَسولُ الله صلّی الله علیه وآله وَسَلّم فَقَال یا سلمانُ اِبنَتِی فَاطمةَ ملاَ اللهُ قَلبَها و جَوارحَها اِیماناً اِلیٰ مشاشها تفرغت لطاعة الله فبعث اللهُ مَلَکاً اسمُه ذورقائیل و فی خبر اخر ، جبرائیل علیه السلام فادارلها الرحی و کفاها الله مؤونة الدنیا مَعَ مؤونة الاخرة۔" [۱۲]

مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان کو جناب فاطمہ (س) کے گھر بھیجا۔ سلمان عرض کرتے ہیں کہ جب میں جناب فاطمہ (س) کے گھر دروازے پر پہنچ گیا تو کچھ دیر تک ٹھہر گیا تاکہ (اجازت لے لوں) سلام کہوں ، اتنے میں جناب فاطمہ (س) کے گھر سے تلاوت قرآن کی آواز سنی، اور پاس کی چکّی میں کسی پیسنے والے کے بغیر گندم پس رہا ہے۔ اس حالت کو پیغمبرؐ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے سلمان خداوند عالم نے میری بیٹی فاطمہ (س) کے دل کی گہرائیوں اور روح کو ایمان سے پُر کردیا ہے۔ جب وہ اللہ کی عبادت کے لیے کھڑی ہوجاتی ہیں تو خداوندعالم ایک فرشتے کو جس کا نام ذوقابل ، دوسری روایت کے مطابق جبرائیل کو نازل کرتا ہے وہ ان کی چکّی کو چلاتا ہے۔ خداوند عالم نے حضرت فاطمہ (س) کو دنیا و آخرت میں بے نیاز کردیا ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا:

"رأَيتُ امّی فاطمةَ قامَتْ فِی مِحْرابها لیلة جُمْعَتِهٰا فَلَم تَزَلْ ۔ ۔۔" ۱۳؎ یعنی میں نے شب جمعہ اپنی والدۂ گرامی جناب فاطمہ (س) کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ صبح تک اللہ کی عبادت میں مشغول ہوتی تھیں اور نام لے لیکر لوگوں کے لیے دعا کر رہی تھیں لیکن اپنے حق میں دعا نہیں کر رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا مادر گرامی کچھ اپنے بارے میں دعا کر لیجیے۔آپ (س) نے فرمایا ! بیٹا پہلے ہمسایہ پھر خانوادہ۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ : ایک دن میں نے جناب فاطمہ (س) کو پیوند لگی ہوئی پرانی چادر میں دیکھا۔ میں نے تعجب سے کہا! اے فاطمہ (س) روم اور ایران کی بادشاہوں کی بیٹیاں بیٹھنے کے لیے سونے کی کرسی ،جسم پر نہایت خوبصورت و ارزش لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں لیکن رسولؐ خدا کی بیٹی کی چادر پرانی اور معمولی کپڑا کیوں ؟ حضرت زہرا(س) نے فرمایا " اے سلمان ! اللہ نے ہمارے لیے قیمتی لباس اور سونے کی کرسیاں وغیرہ کو قیامت کے لیے ذخیرہ کر رکھا ہے۔" ۱۴؎

حاصل کلام یہ ہے جناب فاطمہ (س) کی خصوصی زندگی میں چند بہت نمایاں گوشوں پر ہماری نگاہ پڑتی ہے جو یقینا ہمارے اسلامی معاشرے کی خواتین اور لڑکیوں کی مشکلات کی گرہ کشا اور سبق آموز ہے۔

زندگی کا سب سے پہلا سبق جو جناب فاطمہ (س) کے مکتب سے لیا جا سکتا ہے وہ شوہر گزینی اور شوہر کے انتخاب کا واقعی معیار ہے۔ جناب زہرا(س) نے حضرت علیؑ کو فقط اسلام کے ایک دلیر مجاہد و جانثار ہونے کی حیثیت سے ترجیح دی اور آپ کو اپنے ہمسفر کی حیثیت سے قبول کیا ، جبکہ یہاں ہر قسم کی مادی و اقتصادی قدرت و خوشحالی مفقود تھی۔اس سے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ واقعی قدروقیمت مال و منال وجاہ و حشمت میں نہیں ہے بلکہ ذاتی قابلیت،علم و ادب ، شجاعت و فداکاری میں ہے۔

زندگی کا دوسرا درس مثالی خاتون کے مہر کی کمی و سادگی ہے۔اس سلسلے میں تاریخ کی مشہور ترین سند یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی زرہ کو صدیقۂ طاہرہ کا مہر قرار دیا جس کی قیمت چار سو اسّی درہم تھی۔ وہ زرہ جو اس زمانے میں خریداروں کی نظر میں چند سوروپے سے زیادہ قیمت نہیں رکھتی تھی لیکن مکتب حضرت علیؑ کے دوستداروں کی نظر میں دسیوں لاکھ روپیوں میں بھی اسے خریدا نہیں جاسکتا۔اسلام زیادہ سنگین مہر کی قرار داد و تجویز میں مسلمانوں کو صلاح و خوش بختی نہیں سمجھتا۔اس سلسلے میں رسولؐ اکرم فرماتے ہیں:

"میری امت کی بہترین عورتیں وہ ہیں جو خوبصورت ہوں اور جن کے مہر کم ہوں۔" ۱۵؎

تیسرا سبق جو جناب سیدہ(س)کی زندگی سے سیکھا جا سکتا ہے وہ مختصر سا جہیز ہے جو جناب سیدہ(س) اپنے ساتھ شوہر کے گھر لے گئیں۔

پیغمبرؐ خدا کی وفات کے بعد تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ لوگوں کے ایمان اور حکومت کرنے کا طریقہ، آپس میں بیت المال تقسیم کرنے کی حالت اوراسی طرح کے دیگر معاملات میں کس طرح سلوک کیاگیا۔اسی بنا پر یہ بیان ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اگر زہد و تقویٰ کے نام سے کوئی چیز موجود ہے تو وہ حضرت فاطمہ زہرا(س) و حضرت علیؑ کی طرز زندگی ہے اور اگر حضرت فاطمہ زہرا(س) و حضرت علی علیہ السلام بشمول چہاردہ معصومین علیہم السلام کی طرز زندگی و سیرت سے ہٹ کر دیکھا جائے تو زہد و تقویٰ بے معنیٰ ہے۔

مجموعی طور سے یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا(س) کی زندگی دنیائے انسانیت کے لیے مشعل راہ ہے کیونکہ خداوند عالم نے حضرت فاطمہ زہرا(س) کو ہماری نجات اور کامیابی کا وسیلہ بنا کر خلق فرمایا ہے۔لیکن افسوس اس پر ہے کہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد ان کی تجہیز و تکفین سے قبل حضرت فاطمہ زہرا(س) کے ساتھ لوگوں نے کیا سلوک کیا۔ان کی شخصیت کو کیسے پامال کیا؟ اس پر غور کرنا انسانیت کا عملی فریضہ ہے۔یقینا جناب فاطمہ زہرا(س) ہماری کامیابی و سعادتمندی کا ذریعہ ہیں۔

حوالے:

۱۔ رموز بیخودی: علامہ اقبالؒ۔
۲۔ بحار الانوار،ج/۴۳،ص۲۵۶۔
۳۔ البدایہ والنّھایہ، ج/۳ ،ص۱۵۱۔
۴۔ دلائل الامامۃ، ص۱۲۔
۵۔ ملحقات احقاق الحق: ج/۱۰، ۲۵۸۔
۶۔ منارۂ ہدایت، ج/۳، ص۲۵۷ و۲۵۸۔
۷۔ کشف الغمہ، ج/۲۔
۸۔ سورۂ دہر، آیت ۹۔
۹۔ بحار الانوار،ج/۴۳،ص۱۳۳۔
۱۰۔ بحار الانوار،ج/۴۳۔
۱۱۔ ایضاً۔۔۔
۱۲۔ بحار الانوار،ج/۴۳،ص۴۶۔
۱۳۔ بحار الانوار،ج/۴۳،ص۲۵۶۔
۱۴۔ تفسیر نور الثقلین،ج/۵، ص۸۱۔
۱۵۔ وافی، کتاب نکاح، ص۱۵۔

حضرت فاطمہ زہراؑ خواتین کے لئے نمونہ عمل

ڈاکٹر عذرا عابدی

عورت کے وجود، اسکی حیثیت اور کردار کے حوالے سے اہل زبان نے بہت کچھ لکھا۔ یہی سبب ہے کہ عورت کی شخصیت کے بارے میں آج بھی بہت کچھ دیکھنے اور سننے کو ملتا رہتا ہے۔ عورت کو دنیا کا سب سے قدیم اختلافی موضوع بھی قرار دیا گیا ہے۔ مختلف تہذیبوں، مذاہب اور اقوام جن کا وجود اور انجام ہمارے سامنے ہے۔ ان تہذیبوں اور مذاہب میں بھی عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر دور میں متفکرین، مبلغین اور ناقدین نے عورت ذات پر لکھا۔ عورت کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہموار بی کے کتبے، موسوی الواح، اشوک کی لاٹ، اجنتا کے غار، بدھ کے اشٹ مارگ، منو کے پنچ تنتر، تاؤ کا فلسفہ، مسیح کی گواہی، اس کے علاوہ لقمان، سقراط، ارسطو، افلاطون، ابن سینا، عطار، رومی و رازی کی حکمت کے ساتھ جامی، سعدی، ملٹن، شیکسپیئر، دانتے، تلسی، خسرو، میر، غالب، جوش، فیض کا شعر و ادب موجود ہے جو اس عورت کی ایک ایک ادا کو خراج تحسین پیش کرتا نظر آتا ہے۔

عورت تصور سے حقیقت تک افراط و تفریط کا شکار رہی ہے۔ وہ کبھی حسن کی دیوی بنی اور دیوتاؤں کی مرکز نگاہ رہی۔ کبھی محبوبہ ماں بہن، بیٹی، بنی، اس کے ساتھ کنیز، لونڈی، طوائف بھی بنی۔ ان تمام حیثیت اور اہمیت کے باوجود مجموعی طور پر اس کا استحصال کیا جاتا رہا اور ظلم و جبر کا شکار ہو کر اسے نفرت اور حقارت کا نشانہ بننا پڑا۔ عورت، تصور اور حقیقت کے مابین مختلف تہذیبوں، معاشروں اور روایات میں سفر کرتی ہوئی آج کے دور میں داخل ہو کر اپنی بقا کے لئے جوتگ ودو کر رہی ہے، اس کا یہ تمام تاریخی سفر اور مختلف روپ جو معاشرے نے اسے عطا کیا اور وہ اصل روپ جو حقیقت میں اس کا اپنا ہے جس تک رسائی کی کوشش کی جارہی ہے اس کے لئے مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے مختلف مذاہب عورتوں کے بارے میں کیا تصور رکھتے ہیں اور ساتھ ہی مذہب اسلام کا اس کے وجود اور حیثیت کے بارے میں کیا تصور ہے؟ کیا اسلام کی کسی محترم خاتون کو نمونۂ عمل بنا کر خواتین آج کی دنیا میں دوسری خواتین کے ساتھ شانہ بہ شانہ ترقی کی راہ پر چل سکتی ہیں اور کیا وہ راستہ اس دنیا اور آخرت دونوں میں معاون ہو سکتا ہے؟

عورت کے وجود اور اس کی موجودہ بدحالی کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمارے سامنے کئی ایسے پہلو نظر

آتے ہیں جن کو اسلام نے واضح کیا۔ اسلام نے عورت کو نہ تو دیوی کا درجہ دیا، نہ اسے حقیر سمجھا بلکہ اللہ کی مخلوق کی حیثیت سے اس کے وجود کو ایک اعلیٰ مقام عطا کیا اور مرد اور عورت دونوں کو سماج و خاندان کا ستون قرار دیا مختلف مذاہب اور تہذیبوں کے حوالے سے اگر یہاں ذکر کیا جائے کہ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور فکر رکھنے والے لوگ عورتوں کے بارے میں کیا تصورات رکھتے ہیں تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ خود کو مہذب کہنے والے ممالک حقوق نسواں کو ۱۷ویں اور ۱۸ویں صدی میں تسلیم کر رہے تھے۔ ان حقوق میں آج بھی بہت سارے ایسے انسانی حقوق شامل ہوتے ہیں جنہیں آج بھی خواتین کو نہیں دیا گیا ہے لیکن مذہب اسلام نے ساتویں صدی عیسوی میں ہی وہ تمام حقوق انہیں دے دئے تھے۔

در اصل یہودیت اور عیسائیت کے آتے آتے عورت سماجی طور پر بالکل گر چکی تھی۔ یہودیت میں عورت کی حیثیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ بیوی کو یہ ہدایت کی گئی کہ اس کی ہر خواہش اس کے خاوند کے لئے ہو اور وہ اپنے شوہر کو اپنا آقا سمجھے۔ یہودیت میں عورت گناہ کی طرف راغب کرنے والی سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے یہودیوں میں ایسے فرقے بھی تھے جو عورتوں سے دور رہتے تھے اور ان کی آبادیاں صرف مردوں کے لئے مخصوص تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ عورت شہوت اور رقابت پیدا کرتی ہے۔ اس لئے جھگڑے اور فساد کا باعث ہوتی ہے۔ ۱؎

عیسائیت میں چرچ کے اولیاء نے عورت کی پسماندگی کو بڑھانے میں زیادہ حصہ لیا۔ انہوں نے عورت کے کردار کو سطحی، کمزور اور دماغی طور پر غیر مستقل مزاج قرار دیا۔ عورت کی صحیح تربیت کے لئے عیسائیت کے مذہبی علماء یہ سمجھتے تھے کہ اسے ہر قسم کی مجلس سے دور رکھا جائے کیونکہ یہ سماجی اور ثقافتی مواقع اسے آزاد خیال اور بے حیا بنانے میں مدد دیتے ہیں۔ ڈاکٹر مبارک علی، تاریخ اور عورت، نامی کتاب میں لکھتے ہیں۔

" چرچ کی جانب سے عورت کی برائیاں اس قدر بیان کی گئیں کہ نفسیاتی طور پر عورت خود اپنی ذات سے شرمندہ ہونے لگی اور اس خیال سے کہ وہ گناہ، برائی اور خرابی کی وجہ ہے اور دنیا کی تمام برائیاں اسی کی وجہ سے ہیں وہ اس کا کفارہ ادا کرنے میں لگی رہی اور صورت حال یہ ہو گئی کہ وہ اپنی خوبصورتی اپنے لباس اپنے رعب و زینت پر شرمندہ ہونے لگی کیونکہ وہ یہ سمجھتی تھی کہ اس سے لوگوں کو گناہ کے لئے ورغلایا جاتا ہے۔" ۲؎

رگ وید میں جو ہندو مذہب کی مقدس کتاب مانی جاتی ہے، عورت کی تعظیم کی گئی ہے جب کہ منوشاستر میں تذلیل کی گئی ہے۔ عورتوں کے لئے جتنی تاکید ہندو کتب میں ہے دنیا کے کسی مذہب میں

نہیں ہے۔ اس تہذیب میں عورتوں کی عمر، احساسات اور نفسیات کے حقوق کو مردوں کی مرضی اور خواہشات پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ آریوں کی آمد سے قبل اور برہمن راج سے پہلے ہندو مذہب میں عورت انتہائی مقدس سمجھی جاتی تھی لیکن برہمن دور میں عورت کا درجہ کم کرنے کے لئے مختلف اقدامات کیے گئے اور انہیں حق وراثت سے بھی محروم کر دیا گیا۔

بودھ مذہب کے بانی گوتم بدھ نے عورت کی بطور زوجہ سات اقسام بتائی ہیں۔ پہلی قسم کی بیویاں "گھاتک" کہلاتی ہیں یعنی انکا برتاؤ ٹھیک قاتل کا سا ہوتا ہے، دوسری قسم کی بیویاں چور ہوتی ہیں، تیسری قسم کی بیوی کا اپنے شوہر کے ساتھ آقا کا سا برتاؤ ہوتا ہے۔ وہ اپنے شوہر کو نوکر سمجھتی ہیں۔ چوتھی قسم کی عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ماں جیسا برتاؤ کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کی تمام ضرورتوں کو سمجھتی اور پورا کرتی ہیں۔ پانچویں قسم کی عورتیں اپنے شوہروں سے بہن کا سا برتاؤ کرتی ہیں اس سے پاک اور سچی محبت کرتی ہیں۔ چھٹی قسم کی بیویاں اپنے شوہروں کو دوست سمجھتی ہیں اور ساتویں قسم کی بیویاں اپنے آپ کو خاوند کا غلام سمجھتی ہیں اور اس کی ہر خدمت بجالاتی ہیں اور اس کی خدمت کو اپنا مذہب سمجھتی ہیں۔" ۳؎

ہندو مذہب کے مطابق عورت کا تصور گوتم بدھ کے بیان کردہ ساتویں قسم کی عورت کے مطابق ہونا چاہئے اور انہیں اپنے شوہروں کی خدمت میں اور وفا شعاری کے راستہ کو اختیار کرنا چاہئے۔

سولہویں اور سترہویں صدی میں تحریک نشاۃ ثانیہ کے باعث یورپ میں نئے نئے نظریات اور تحریکیں منظر عام پر آئیں ان میں ہیومنزم (انسان دوستی) کی تحریک بھی تھی لیکن ان سب میں کسی نے عورت کے مقام کو اونچا نہیں کیا۔ یورپ میں عورت کی یہ حالت صنعتی دور کے آنے تک رہی۔ سائنسی اور ذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کے سماجی مرتبے میں تبدیلی واقع ہونا شروع ہوئی۔ ۴؎

یورپ کی صنعتی اور ذہنی تحریک سے بہت پہلے ساتویں صدی عیسوی میں اسلام نے عورت کو اہم مقام دیا جب کہ عورت کا یہ حق یورپ کی ترقی یافتہ قوموں نے ایک ہزار سال بعد قبول کیا۔ اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا، بیوہ کو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت دی۔ تعلیم اور روزگار میں عورت اور مرد کو مساوی درجہ دیا۔ یہ تبدیلیاں انقلابی تھیں کیونکہ مختلف مذاہب اور مختلف تہذیب وتمدن کی روشنی میں اب تک عورت کا جو تصور سامنے آیا اس سے یہ ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عورت فساد کی جڑ ہے اور اس کا وجود گناہ اور شہوت کا منبع ہے۔ عورت کی روحانی صلاحیت کے بارے میں بھی اب تک مختلف مذاہب اور تہذیبوں کی طرف سے جو طرز فکر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ عورت جنت میں نہیں جاسکتی یا عورت مرد کی طرح خدا کا قرب نہیں حاصل کر سکتی۔ جبکہ قرآن مجید میں خداوند عالم نے یہ بات واضح کر دی کہ جنت میں دخول اور خدا سے قرب کسی جنس کی بنیاد پر حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا معیار اعمال ہے۔ وہ اچھے اور بہتر اعمال

چاہے مرد نے کیئے ہوں چاہے عورت نے انجام دیئے ہوں۔
ترجمہ: " اور جو شخص نیک کام کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو سوایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔" (سورۂ نساء :آیت : ۱۲۴)
ترجمہ: " سو منظور کرلیا ان کی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو تم سے اکارت نہیں کرتا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ، تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو،" (سورۂ آل عمران : آیت : ۱۹۵)

مذہب اسلام کی مقدس کتاب میں جہاں اللہ نے اپنے عظیم پیغمبروں کا ذکر کیا وہیں شانہ بہ شانہ قرآن نے عظیم عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ آدم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی بیویوں، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی ماؤں کا ذکر قرآن میں بے حد احترام سے کیا گیا ہے۔ اگر قرآن نے لوط علیہ السلام کی اور نوحؑ کی بیویوں کو بطور نافرمان ذکر کیا ہے تو اس میں فرعون کی زوجہ کا بھی ذکر کیا جو نافرمان اور ظالم شوہر کے ساتھ فرمانبردار اور پاک و پاکیزہ خاتون تھیں۔

اسلام نے عورت کو اعلیٰ مقام عطا کیا اور اس کے وجود کو تسلیم کیا۔ بیٹی کی پرورش کو باعث بخشش قرار دیا جب تک وہ کنواری رہتی ہے ماں باپ کے زیرسایہ زندگی بسر کرتی ہے جب وہ سن بلوغ کو پہنچتی ہے تو اسلام اسے آزاد شہری کے تمام حقوق دے دیتا ہے جو ایک خود مختار فرد کی حیثیت سے اس کا حق ہے۔ وہ جائداد کی وارث ہے، باپ، شوہر اور اولاد سب کی طرف سے، اس کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہیں کی جاسکتی۔ شادی کے بعد وہ نان و نفقہ اور حق مہر کی حقدار ہے۔ نکاح کو ایک قانونی معاہدہ قرار دیا گیا۔ شوہر کا بیوی کے مال و متاع پر کوئی قانونی حق نہیں دیا گیا ہے۔ اسلام نے یہ پیغام دیا کہ مرد اور عورت ہونا وجہ فضیلت نہیں، ان کا عمل ہی خدا کے نزدیک افضل ہے۔ عورت کے لئے سورۂ نساء نازل کی گئی جس میں وراثت کے اصول طے کیے گئے اور مردوں کو زیادہ مراعات سے محروم کردیا گیا۔

دنیا کی مختلف تہذیبوں اور مذاہب میں عورت اہم موضوع رہی ہے۔ چاہے اسے عزت کے قابل سمجھا گیا یا پھر شر کا منبع۔ ہر دور اور ہر زمانے میں اس کا کردار اہم رہا اور مختلف مذاہب اور تہذیبوں نے اس کے الگ الگ رویوں کا ذکر کیا مثلاً :

مشرق میں عورت مرد کے دامن تقدس پر داغ ہے۔
رومن اسے صرف ایک جنس سمجھتا ہے
یونانی فلسفہ نے اسے شیطان کہا۔
کلیسا نے اسے بدی کا سرچشمہ قرار دیا۔

لیکن اسلام کائنات کا وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو عزت بخشی اور اسے اللہ کی ایک مخلوق قرار دیتے ہوئے وہ تمام حقوق عطا کئے جس کی وہ حقدار تھی۔

کائنات کا ایک ایسا مذہب جو مکمل ہوا اور جو خواتین کے حقوق اور ان کے وجود کو تسلیم کرتا ہو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ دامن اسلام کو ان خواتین کے کردار کی روشنی سے تابناک نہ کرتا جو ہر دور اور ہر صدی کی خواتین کے لئے نمونۂ عمل قرار پائیں۔ اسلام کے دامن میں متعدد خواتین کے کردار موجود ہیں جن کے بارے میں معلومات حاصل کرکے آج کے پرآشوب دور میں خواتین اپنے کردار کو بہتر بنا سکتی ہیں اسے سنوار سکتی ہیں۔

اسلام میں بہت ساری محترم اور مقدس بی بیاں گزری ہیں جنہوں نے نبوت اور امامت کے سفر میں اپنا تعاون پیش کیا۔ جب حضرت آدمؑ کا ذکر آتا ہے تو ہم جناب حواؑ کا بھی ذکر احترام سے کرتے ہیں اسی طرح حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی زوجہ جناب ہاجرہ کی کاوشوں کو بھی اللہ نے فراموش نہ کیا بلکہ اس ماں کی جدوجہد کو قیامت تک کے لئے ایک سنت قرار دیتے ہوئے حج کا رکن بنا دیا اور یہ آفاقی پیغام دیا کہ کل ایک پیغمبر کے حکم سے ایک زوجہ غیر آباد مقام پر مکیں ہو سکتی ہے تو بحیثیت ماں کے جب وہ اپنے بچے کے لئے پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات بار آئے گی اور جائے گی تو میں اسے حج میں یاد رکھنے کا حکم تمام توحید پرستوں کو دوں گا۔ اسی طرح جناب مریم، جناب آسیہ، جناب خدیجہؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ کا کردار بھی دنیا کی تمام عورتوں کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ یہ عظمت اسلام نے عورتوں کو دی اور یہ بتایا کہ معاشرے کو سنوارنے میں عورتوں کا بھی اہم کردار ہوتا ہے۔

اپنے مقالے میں خواتین کے لئے حضرت فاطمہ زہراؑ کا کردار ایک بہترین نمونۂ عمل ہے میں نے اس کے لئے آپ کی حیات طیبہ کے مختلف ادوار کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی پوری زندگی ایک مثالی شخصیت رہی ہے پھر چاہے وہ بیٹی کے کردار میں نظر آتی ہو، زوجہ کی حیثیت سے ہو، ماں کی حیثیت سے ہو یا پھر ایک مسلمہ کی حیثیت سے، حضرت فاطمہ زہراؑ کا کردار صرف مذہب اسلام کی خواتین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کی تمام عورتوں کے لئے ایک مثالی کردار ہے۔

جناب فاطمہ زہراؑ وہ عظیم خاتون ہیں جن کا تعلق نبوت سے بھی ہے اور امامت سے بھی۔ آپ کا اسم گرامی فاطمہ تھا اور جس کا انتخاب پروردگار عالم نے خود کیا۔ آپ کے مختلف القاب ہیں جس میں زہراؑ، راضیہ، مرضیہ، صدیقہ، امّ ابیہا وغیرہ کافی مقبول ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت مکہ معظّمہ میں ۵ بعثت میں ہوئی۔ آپ کی والدۂ ماجدہ حضرت خدیجہؑ نے عرب کے تمام لوگوں کے عقد کے پیغامات ردّ کردئے اور حضرت محمد مصطفیؐ سے عقد کیا تو مکہ کے لوگوں نے حضرت خدیجہؑ سے تعلق ختم کردیا اور

جناب فاطمہؑ کی ولادت کے وقت جب کوئی بھی مکہ کی خاتون جناب خدیجہؑ کی خدمت میں نہ آئی تو حق کائنات نے جناب حوا، جناب مریم، جناب آسیہ اور جناب کلثوم خواہر موسیٰ علیہ السلام جیسی بیبیوں کو خدمت خدیجہؑ میں بھیج کر غیبی امداد کا بہترین مرقع دنیا والوں کے سامنے پیش کیا۔ آپ حضرت پیغمبرؐ کی اکلوتی بیٹی تھیں اور اللہ نے آپ کے ذریعہ ہی رسولؐ کی ذریت کو آگے بڑھایا۔ آپ ابھی کمسن ہی تھیں کہ جانثار کرنے والی شفقت کا سرچشمہ آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور آپ ماں کی محبت سے بچپن میں ہی محروم ہوگئیں۔

جناب فاطمہ زہراؑ ابھی کمسن ہی تھیں کہ مکہ کے لوگوں نے رسول اکرمؐ اور اسلام کی تبلیغ کی راہ میں مشکلیں کھڑی کرنی شروع کردیں جس میں شعب ابوطالبؑ کا واقعہ بھی بہت اہم ہے۔ تمام مشرکین اور کافروں نے یہ اعلان کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ کسی قسم کے سماجی اور اقتصادی مراسم نہیں رکھیں گے۔ یہ وقت اسلام کے ماننے والوں کے لئے بہت سخت تھا۔ ایک طویل مدت تک اللہ کے رسولؐ اور ان کے چاہنے والوں کو مکہ سے دور ایک ویرانے میں زندگی بسر کرنی پڑی، فاقے کئے اور طرح طرح کی اذیتوں کا سامنا کیا۔ ان مصیبتوں کو اٹھانے والوں میں جہاں حضرت خدیجہؑ جیسی صابرہ خاتون شامل تھیں وہیں آپ کی کمسن بیٹی جناب فاطمہ (س) نے بھی اپنے والدین کے ساتھ اس مصیبت کی گھڑی کا سامنا کیا فاقے کئے لیکن زبان پر کوئی شکوہ نہ آیا۔ آپ نے کبھی بھی اپنی والدہ سے کسی چیز کی فرمائش نہیں کی۔ اگر ماں نے کبھی کہا بھی کہ بیٹی میرے ساتھ شادی کی تقریب میں جانے کے لئے تمہارے پاس بہترین لباس نہیں تومسکرا کر جواب دیا کہ عورت کا بہترین لباس اس کی شرم وحیا ہے۔ یہ کردار دنیا کی بیٹیوں کے لئے ایک عمدہ مثال ہے۔

بحیثیت بیٹی کے فاطمہ زہراؑ نے جو کردار جناب خدیجہؑ کی زندگی میں جو بہت کم مدت پر مبنی ہے ادا کیا وہ بھی اہم ہے اور جو بعد کی مدت میں اپنے باباجان رسولؐ خدا کے ساتھ مکہ میں ادا کیا وہ بھی اہم ہے۔ تاریخ کے مختلف واقعات اس بات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ جب آخری رسولؐ، دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہوتے تو کفار مکہ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے آپ کو پتھر سے زخمی کیا جاتا کبھی آپ کے سر مبارک پر کوڑا اچھینکا جاتا، کبھی حالت نماز میں اونٹ کی آنتیں آپ کے شانوں پر ڈال دی جاتی تھیں۔ یہ ساری تکلیفیں رسولؐ دین اسلام کے لئے برداشت کرتے رہے۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ جب ہمارے رسولؐ ان تمام رنج ومصائب میں گھر جاتے تو اس کا ذکر اپنی لخت جگر فاطمہ زہراؑ سے کرتے تھے اور آپ کی بیٹی اس وقت بیٹی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک شفیق ماں کی حیثیت سے رسولؐ کو حوصلہ دیتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آپ کے کردار کا یہ پہلو ان بیٹیوں کے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل ہے جو صرف اپنی

ضرورتوں، خواہشوں اور چھوٹی چھوٹی تکلیفوں کا ذکر اپنے والدین سے تو کرتی ہیں لیکن اپنے والدین کو نظر انداز کرتی ہیں اور ان کی ضرورتوں کا بالکل خیال نہیں رکھتیں، نہ ہی ضعیفی میں ان کی کسی قسم کی دلجوئی کرتی ہیں۔ ہماری شہزادی جناب فاطمہ زہراؑ نے یہ درس اپنے کردار کے ذریعہ دیا کہ بیٹیوں کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے ضعیف والدین کو بے سہارا نہ چھوڑیں اور ان کے دکھ درد میں شریک رہیں۔

دوسرا اہم کردار حضرت فاطمہ (س) کا بحیثیت زوجہ کے نظر آتا ہے جب آپ کا عقد حضرت علیؑ کے ساتھ ۲ ہجری کو مدینۂ منورہ میں ہوا۔ آپ رخصت ہو کر حضرت علیؑ کے گھر تشریف لائیں اور دوسرے دن رسول اکرم بیٹی کے گھر تشریف لائے اور حضرت علیؑ سے یہ سوال کیا کہ تم نے اپنی زوجہ یعنی حضرت فاطمہؑ کو بحیثیت شریکِ حیات کیسا پایا؟ تو حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میں نے فاطمہ کو عبادت خدا میں بہترین مددگار پایا۔ اس گفتگو سے حضرت علیؑ اور فاطمہ زہراؑ کے رشتہ کی پاکیزگی کا فلسفہ اور زوجہ کی عظمت وجلالت کا راز کھل کر سامنے آتا ہے دوسری بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ مذہب اسلام میں مال وجمال کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اصل ایمان ہی تو کردار کی بلندی ہے اور اللہ نے اس بلندی پر حضرت علیؑ وجناب فاطمہ (س) کو رکھ کر یہ سمجھا دیا کہ حضرت علیؑ کے علاوہ کائنات میں کوئی دوسرا صدیقۂ طاہرہ کا کفو نہیں ہو سکتا۔

۳ ہجری میں جنگِ اُحد، ۵ ہجری میں جنگِ احزاب اور ۷ ہجری میں خیبر کے معرکے بھی جناب فاطمہ (س) کے سامنے پیش آتے رہے اور ہر معرکہ میں حضرت علیؑ جان کی بازی لگاتے رہے لیکن آپ نے کبھی بھی اپنے بابا سے یہ نہیں کہا کہ اگر علیؑ شہید ہوگئے تو میرا کیا ہوگا؟ آپ ہر معرکہ پر مطمئن نظر آئیں اور اسے اپنے فضائل وکمالات میں شمار کیا کہ ربّ العالمین نے مجھے ایسا شوہر عطا کیا کہ جو راہ خدا کا مجاہد اور اسلام کی خاطر جان قربان کردینے والا ہے۔ ماں ایسی کہ دین اسلام کے لئے سارا مال قربان کردے، باپ ایسا کہ اسلام کے لئے ہر مصیبت برداشت کرلے اور شوہر ایسا کہ اسلام کی بقا اور رسول اکرمؐ کے تحفظ کے لئے ہر معرکہ پر جان کی بازی لگادے۔

بحیثیت زوجہ جناب فاطمہ زہراؑ کی شخصیت کا دوسرا پہلو وہ ہے جس میں آپ حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں اور اپنی پوری حیات طیبہ میں کبھی بھی کسی چیز کی نہ تو خواہش وفرمائش کرتی نظر آتی ہیں نہ تنگدستی کا شکوہ کرتی ہیں، کئی کئی دن فاقوں میں بسر کرنے والی یہ عظیم بی بی اپنے شوہر کا مسکرا کر استقبال کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور جبین مبارک کو شکر معبود میں جھکاتی ہوئی یہ خاتون نظر آتی ہے۔ آپ کی شخصیت کا یہ پہلو کہ زوجہ کو ہر مشکل گھڑی میں اپنے شوہر کا خوش ہو کر ساتھ دینا چاہئے یہ درس تمام عورتوں کے لئے نمونۂ عمل ہے جو اکثر وبیشتر اپنے شوہروں سے بے جا خواہشات کا مطالبہ کرتی ہیں بغیر اس

کا احساس کئے ہوئے کہ یہ شوہر کی استطاعت کے باہر ہے۔ نتیجہ میں گھر کا ماحول خراب ہوتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان تلخیاں بڑھتی ہیں۔ اس لئے تمام شادی شدہ خواتین کو حضرت فاطمہؑ کی شخصیت کے اس پہلو سے سبق لینا چاہئے کہ کس طرح کونین کی شہزادی نے سادگی کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی بسر کی اور ایک مثالی زوجہ بن کر حضرت علیؑ کے ساتھ رہیں۔

اگر جناب فاطمہؑ کو ایک ماں کی حیثیت سے دیکھا جائے تو آپ کا عہدہ اور بھی بلند نظر آتا ہے کیونکہ آپ کے بیٹے جوانان جنت کے سردار ہیں اور امامت کی منزل پر فائز ہیں۔ صدیقۂ طاہرہ نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی پرورش جس انداز سے کی وہ دنیا کی تمام ماؤں کے لئے مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ جب کبھی حسنؑ و حسینؑ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو آپ بچوں سے سوال کرتی تھیں کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور واپس آنے پر بھی پوچھتی تھیں کہ کہاں سے آرہے ہیں جہاں گئے تھے وہاں کیا دیکھا اور کیا سنا۔ یہ سیرت ان ماؤں کے لئے تربیت کا نمونہ ہے جو اپنے بچوں کو آزاد چھوڑ دیتی ہیں اور ان پر کسی قسم کی روک ٹوک نہیں رکھتی ہیں۔ اگر دنیا کی ہر ماں گھر سے باہر قدم رکھنے سے پہلے اپنے بچوں سے یہ سوال کرے کہ وہ کہاں جارہے ہیں اور کہاں سے واپس آرہے ہیں تو معاشرے کے بہت سارے مسائل گھر کی چوکھٹ پر ہی حل کئے جاسکتے ہیں۔ ہماری شہزادی نے اپنے معصوم بچوں کے ساتھ یہ عمل کرکے یہ بتایا کہ یہ ہر ماں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اچھی و صحیح تربیت کرے اور اسے اچھا انسان بنائے کیونکہ ایک ماں ہی اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرسکتی ہے اور آنے والی نسلوں کی اصلاح بھی وہی کرسکتی ہے۔

جناب فاطمہ زہراؑ نے بحیثیت ماں کے نہ صرف اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی بلکہ ان بچوں کو صبر و تحمل کی تعلیم بھی عطا کی اور یہ بھی درس دیا کہ اللہ کی راہ میں صداقت وایمان کی منزلوں کو کس طرح صبر کے ساتھ طے کیا جاتا ہے۔ جہاں آپ کے بچوں کو شجاعت اپنے بابا سے ملی وہیں ماں نے بچوں کو اس بات کی تربیت دی کہ خود فاقہ کرلو لیکن در پر آنے والے سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاؤ۔ یہاں یہ بات واضح کرتی چلوں کہ جب حسنینؑ کی بیماری پر صحت یابی کے لئے ماں نے منت مانی اور صحت یاب ہونے کے بعد راہ خدا میں شکر کا روزہ رکھا تو ماں کے ساتھ بچے اور خود حضرت علیؑ بھی روزے رکھتے ہوئے نظر آئے۔ سب نے روزہ رکھا افطار کے وقت سائل نے در سیدہ (س) پر آواز دی سب نے اپنے آگے رکھی ہوئی روٹیاں سائل کو عطا کردیں۔ یہ سخاوت کی وہ منزل ہے جہاں اپنے والدین کے ساتھ کم سن بچے بھی نظر آتے ہیں۔ یہ تربیت فاطمہؑ کا اثر تھا جو اس موقع پر نظر آیا۔ سائل کی خالی جھولی بھردی گئی اور خود فاقے کرلئے۔ یہ ادا خالق کو اتنی پسند آئی کہ بس کبریائی جھوم اٹھی اور شان سیدہ (س) میں روٹی کے بدلے سورۂ دہر عطا کی گئی۔ یہ عظمت فاطمۂ زہراؑ ہے جس کو خالق نے بیان کیا۔

بی بی سیدہ کی زندگی کو اگر بحیثیت ایک مسلمہ کے دیکھا جائے تو بھی آپ عظمتوں اور فضائلوں کی آخری حد پر نظر آتی ہیں۔ رسول اکرمؐ نے جب آپ کی شادی حضرت علیؑ سے کی اور در پر سائل نے لباس طلب کیا تو شہزادی نے اپنا لباس عروس اس کو عطا کیا اور خود معمولی لباس پہن لیا۔ یہ عمل اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر کوئی سوالی بن کر آئے تو اسے مایوس نہ کیا جائے بلکہ راہ مولا میں ایسا کچھ عطا کر دیا جائے کہ مانگنے والا خوش ہو کر جائے۔ دوسرا واقعہ آپ کی زندگی کا وہ واقعہ ہے جس سے انسانی مساوات اور عظمت بشر کا احساس ہوتا ہے۔ جب رسول اکرمؐ نے آپ کو فضہ جیسی کنیز عطا کی اور فضہ خانۂ زہرا میں داخل ہوئیں تو اب فضہ کی حیثیت اور مقام ایک کنیز کا نظر نہیں آتا۔ شہزادی نے گھر کے تمام کاموں کو دونوں میں تقسیم کرکے یہ بتایا کہ اگر فضہ ایک دن گھر کا کام کریں گی تو دوسرے دن وہ خود ان امور خانہ داری کو انجام دیں گی۔ آپ نے یہ درس دنیا کو دیا کہ اگر کنیز اور غلام کی مدد لی بھی جائے تو اس انداز میں کہ مساوات قائم رہے کیونکہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ عظمت فاطمۂ زہراؑ اور طہارت خانۂ زہراؑ کی بلندی کو سمجھنے کے لئے فضہ کے یہ جملے ہی کافی ہیں کہ جب فضہ اہلبیت کی خدمت میں تھیں تو کسی ضروری کام سے بیت زہرا سے نکل کر بازار کی طرف جا رہی تھیں راستہ میں کسی نے فضہ سے کہا کہ اے فضہ تم تو اہلبیتؑ کی خدمت جنت کی لالچ میں کرتی ہو تاکہ جب تمہارا انتقال ہو تو جنت مل جائے۔ فاطمہ زہراؑ کی کنیز فضہ نے برجستہ جواب دیا کہ جنت کی تمنا وہ کرے جو جنت میں نہ رہتا ہو جو جنت کا دیدار روز کرے روز جنت میں زندگی بسر کر رہا ہو اسے جنت کی کیا تمنا یا لالچ۔ فضہ کا یہ جواب جہاں ایک طرف خانۂ بتول کی عظمتوں کو بتاتا ہے وہیں دوسری طرف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ گھر کی مالکہ عورت ہوتی ہے اگر اس کا کردار و عمل مثالی ہوگا تو اس کا گھر بھی جنت سے کم نہیں شرط یہ ہے کہ اس گھر میں ایمان ہو، صداقت ہو، مساوات ہو اور اللہ کی ذات پر بھروسہ اور توکل ہو۔ عورت اپنے عمل سے گھر کو اور گھر میں رہنے والے افراد کے کردار کو سنوار سکتی ہے، اسی لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ایک عورت بہترین کردار کی مالکہ ہوگی تو وہ اپنے گھر کو سنوارے گی اگر گھر سنور جائے گا تو خاندان بہتر ہوگا اگر خاندان بہتر ہوگا تو معاشرہ بہتر ہوگا، اور اگر معاشرہ بہتر ہوگا تو ملک بہتر ہوگا۔ یعنی عورت ملک کی قسمت سنوارنے کا کام اپنے گھر میں رہ کر بھی کر سکتی ہے۔ جناب فاطمہ زہراؑ کی شخصیت کا یہ پہلو بھی ہمارے لئے نمونۂ عمل ہے کہ خواتین کس طرح اپنے خاندان، معاشرے اور ملک و ملت کے لئے بہترین نسلیں تیار کر سکتی ہیں۔

جناب فاطمہ زہراؑ ہر دور اور ہر قوم و ملت کی عورتوں کے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل ہیں جن کے لئے آخر میں یہی کہنا چاہوں گی کہ آپ کائنات کی واحد خاتون ہیں جن کے بابا رسولؐ اور شوہر امام ہیں۔ آپ پیغمبر آخر الزمان کی اکلوتی بیٹی ہیں جنہیں امّ ابیہا کہلانے کا بھی شرف حاصل ہوا اور جنہیں بضعتہ

رسولؐ بھی قرار دیا گیا۔ آپ ہی وہ محترم بیٹی ہیں جن سے رسول اکرم نے ہر سفر کے موقع پر سب سے آخر میں الوداع کیا ہے اور واپس آنے پر سب سے پہلے ملاقات کی ہے۔ آپ دنیا کی وہ عظیم بیٹی ہیں جن کا استقبال خود رسول کھڑے ہو کر کرتے تھے اور اپنی مسند پر اپنے پہلو میں بٹھاتے تھے۔ آپ کائنات کی تنہا خاتون ہیں جنہیں دو اماموں کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا اور جن کی نسل میں امامت قائم رہ گئی۔ آپ وہ ممدوحہ ہیں جن کی مدح قرآن میں اللہ نے خود سورۂ کوثر آیۂ تطہیر، آیت مباہلہ اور سورۂ دہر میں کی۔ آپ وہ تنہا گواہ ہیں کہ جنہوں نے مباہلہ میں رسالت کی گواہی دی اور مسئلہ فدک کے موقع پر امامت کی گواہی دی ہے۔ آپ وہ معصومہ ہیں جن کی ذاتی عصمت کے علاوہ ان کے رشتے بھی معصوم تھے اور آپ ہی کو سب کے تعارف کا ذریعہ بنایا گیا آپ وہ عبادت گزار ہیں کہ جس کی نماز کے وقت زمین سے آسمان تک نور کا سلسلہ قائم ہو جاتا تھا۔ آپ وہ صاحب سخاوت ہیں کہ فاقوں میں بھی سائل کو محروم نہ کیا اور اپنی قناعت سے اپنے شوہر کی سخاوت کا بھرم برقرار رکھا۔

جس مذہب اسلام میں ایسی باوقار اور مکمل خاتون موجود ہو تو کیا اس کی حیات ہم خواتین کے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل نہیں بن سکتی! یقینی طور پر جناب فاطمہ زہراؑ ہم سب کے لئے بہترین نمونۂ عمل ہیں آپ کی زندگی کا ہر دور اور ہر عمل چاہے وہ بیٹی کی زندگی ہو، زوجہ کی زندگی ہو، ماں کی زندگی ہو یا پھر ایک سچی مسلمان کی زندگی ہو، آپ ہر موڑ پر کامیاب نظر آتی ہیں اور آپ کی حیات طیبہ تمام خواتین کے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل ہے۔

منابع ومآخذ:

۱۔ ڈاکٹر عصمت جمیل، اردو افسانے میں عورت کا تصور، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، پاکستان، ۱۹۹۸

۲۔ ڈاکٹر مبارک علی۔ تاریخ اور عورت، فکشن ہاؤس، لاہور، پاکستان، جلد ۲ صفحہ ۷، ۳، ۱۹۹۶

۳۔ بال مکند حشر۔ " بودھ اور عورت " رسالہ، آج کل، بودھ نمبر، پبلی کیشنز ڈویژن، دہلی، نومبر۔۱۹۵۶

۴۔ Encyclopedia Americana, vol.29p.111a

۵۔ ڈاکٹر عقیلہ جاوید، اردو ناول میں تانیثیت، شعبۂ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، پاکستان ۲۰۰۵

۶۔ علامہ صائم چشتی، البتول، نظامی پریس بکڈپو، لکھنؤ، انڈیا، ۲۰۰۵

۷۔ مولانا رئیس احمد جارچوی، اسلام میں عورت کی حیثیت، دہلی، ۲۰۰۶

۸۔ علامہ ذیشان حیدر جوادی، نقوش عصمت، تنظیم المکاتب، لکھنؤ۔انڈیا۔ ۲۰۰۱

۹۔ استاد شہید مرتضٰی مطہری، اسلام میں خواتین کے حقوق، دار الثقافۃ الاسلامیہ، پاکستان، ۱۹۹۳

۱۰۔ Odeh A. Muhawesh (compiled). Fatima: the gracious, Ansarian Publications, Qum Islamic Republic of Iran, 1990.

خانوادہ کی تکمیل اور معاشرہ کی تعمیر میں خواتین کا کردار

مہدی باقر خان

چند افراد پر مشتمل خانوادہ ہی سماجی تانے بانے کا بنیادی عنصر اور افکار واقدار، تہذیب وروایات کو آنے والی نسلوں تک پہونچانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ عام طور پر ایک خانوادہ کے جملہ افراد میں سب سے زیادہ ایک خاتون کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور کسی نہ کسی طرح اس گھر کی سعادت وبد بختی دونوں میں عورت ہی اصلی محرک قرار پاتی ہے۔

عورت اپنی تخلیق کے فطری تقاضوں کے پیش نظر اپنی زندگی کے تین اہم دور سے گزرتی ہے جسے ہم بیٹی، بیوی، اور ماں کے طور پر دیکھتے ہیں تاہم شرف مادری کو اس کی شخصیت کا نقطۂ کمال اور اس کی عظمتوں کا بام عروج سمجھا جاتا ہے۔

قرآن کریم نے عورت کی زندگی کا پہلا مرحلہ یعنی بیٹی کہلانے کے وقت سے ہی اس کے وقار کو بحال کرنے کی طرف خصوصی توجہ کی ہے اور ہر اس تہذیب اور معاشرہ کی سخت سرزنش کی ہے جہاں اسکے ساتھ ظالمانہ اور تحقیر آمیز رخ اختیار کیا گیا۔ چنانچہ سورہ اسراء کی آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد ہوتا ہے: **وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا** ۔ا۔

(اپنی اولاد کو فقر وتنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہیں جو انہیں اور تمہیں رزق دیتے ہیں بیشک انہیں قتل کرنا بڑا گناہ ہے) اسی طرح سورہ تکویر آیت نمبر ۸ اور ۹ میں ارشاد ہوتا ہے: **وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ، بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ** ۔۲۔ اس وقت جب زندہ در گور کی گئی بیٹیوں سے متعلق پوچھا جائے گا کہ انہیں کس جرم میں قتل کیا گیا ہے؟

عورت کی زندگی کا دوسرا اہم مرحلہ اس کا بیوی ہونا ہے۔ قرآن کریم نے جہاں دیگر مخلوقات کے زوج ہونے کا ذکر کیا ہے وہیں اپنی اشرف المخلوق کو بھی اس رخ سے یاد کیا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ مرد وعورت کی زندگی کے بنیادی پہلوؤں کو اجاگر کر دیا ہے تاہم عورت کو مرد کی زندگی اور شخصیت کا مکمّل قرار دیا ہے چنانچہ سورہ نساء کی آیت نمبر ا، میں ارشاد ہوتا ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ**

الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا۔ ۳ مزید برآں، عورت اور اس کے بیوی ہونے کے تعلق سے یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن کریم نے جب جب اچھے اور برے لوگوں کی مثال دینا چاہی تو دونوں موقعوں پر عورت کو بطور مثال پیش کیا چنانچہ جہاں ایک مثال زوجہ فرعون کی ہے وہیں دوسری مثال زوجۂ نوح اور لوط کی ہے۔ اچھے لوگوں کی مثال میں ارشاد ہوتا ہے: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۴۔

بُرے لوگوں کی مثال دیتے ہوئے پروردگار ارشاد فرماتا ہے: ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ۔ ۵۔

واضح رہے کہ قرآن کریم میں جب بھی ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سے بات شروع ہوئی ہے تو وہاں عورتوں کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ تربیت اولاد ہو یا تعمیر معاشرہ اس کے صالح اور غیر صالح ہونے میں عورت ہی کا بنیادی رول ہے۔

البتہ اس سلسلے کی آخری اور اہم کڑی عورت کا ماں ہونا ہے جس کا تربیت اولاد میں غیر معمولی کردار ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی فکری نشو ونما اور ذہنی ارتقاء پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض قرآنی محققین کی روسے جناب نوح کے بیٹے کے گمراہی اختیار کرلینے کی وجہ اس کی ماں تھی جو خود بھی نوح پر اور ان کے خدا پر ایمان نہ رکھتی تھی چنانچہ بیٹے کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا، تاہم یہ رخ بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم نے صریحی اور واضح طور پر کہیں بھی عورت کو ماں کے طور پر قابل سرزنش نہیں جانا ہے۔ یہ اسلام کی تربیت اور ربوبیت کے تئیں، احترامی نقطۂ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔

ماں کی ذات اس کی اولاد کے لئے کتنی اہم ہوتی ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جناب موسیٰ نے دعا کی کہ پروردگار جنت میں میرا پڑوسی کون ہوگا؟ پرودگار عالم نے موسیٰ کے بڑھتے اصرار پر ایک شخص کا پتہ بتادیا۔ جناب موسیٰ اس خواہش میں کہ اپنے جنتی پڑوسی کو دیکھ لیں، اللہ کے بتائے ہوئے پتہ پر پہونچ گئے، مصر کے بازار میں اس کی ایک قصاب کی دوکان تھی، سلام واحوال پُرسی کے بعد موسیٰ بیٹھ گئے اور وہ شخص اپنے کاموں میں مصروف رہا، موسیٰ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ یا اللہ یہ میرا پڑوسی ہوگا! بہرکیف اس شخص نے جب یہ محسوس کرلیا کہ موسیٰ اس سے کوئی اہم اور تفصیلی بات کرنا چاہتے ہیں تو اس نے دکان بند کرنے کے بعد گھر چل کے بات کرنے کا وعدہ کرلیا چنانچہ اس کے مطابق وہ موسیٰ کو اپنے ہمراہ گھر لے گیا، گھر پہونچ کر بھی اس نے موسیٰ کو گھر کے باہری حصہ میں بٹھا کر خود اندر چلا گیا اور بہت

دیر تک سدھ نہ لی۔ موسیٰ کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ وہ ہر روز دکان سے گھر واپس آ کر کھانا بناتا ہے ماں کو نہلاتا ہے، اس کے کپڑے بدلتا ہے اسے کھانا کھلاتا ہے پھر خود کھاتا ہے چنانچہ جناب موسیٰ نے بہت دیر کے بعد یہ منظر دیکھا کہ وہ شخص ایک ضعیفہ کو کھانا کھلا رہا ہے اور وہ عورت ہر لقمہ پر اس شخص سے کہہ رہی ہے خدا تجھے جنت میں موسیٰ کا پڑوسی قرار دے۔ اب موسیٰ سمجھ چکے تھے کہ اللہ نے کیوں اس شخص کو بہشت میں میرا پڑوسی قرار دیا ہے۔۶ مذکورہ واقعہ سے عظمت مادری کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے تاہم اسلام نے بعض مقامات پر عورتوں کو مردوں پر ترجیح دی ہے مثلاً ایک بچہ اپنے ماں باپ، دونوں کی اولاد ہوتا ہے لیکن اولاد کے لئے ماں کی خدمت کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے اور اس کی گردن پر ماں کا زیادہ حق ہوتا ہے۔ ماں کے تعلق سے اس کے فرائض زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے کسی نے پوچھا کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرو اور آپؐ نے اس کے ۳ بار پوچھنے پر یہی دہرایا، چوتھی بار اس کے پوچھنے پر فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ، بنابریں، خاندان میں بچوں پر ماں کا حق زیادہ ہوتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مائیں، تربیت اولاد میں غیر معمولی مشقتوں کا سامنا کرتی ہیں اور یہ عدل الٰہی کا تقاضا ہے کہ ان کی زحمات کا پاس رکھے چونکہ جس کی زحمتیں زیادہ ہوتی ہیں اس کا حق بھی زیادہ ہوتا ہے۔

خواتین کی اتنی اہم اور گرانقدر خدمات کے باوجود بھی آج معاشرہ میں جو ان کا مقام ہونا چاہئے وہ انہیں حاصل نہیں ہے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ خواتین کا ساجی تحفظ ایک انتہائی تشویشناک مسئلہ ہے، ہر لحظہ، ناامنی کا احساس دامنگیر ہے۔ صہیونی افکار اور مغربی اقدار پر استوار، میڈیا نے اس حیا کی مورت اور آبرو کی دیوی کو عالمی پیمانے پر "جنس ارزاں" کے طور پر پیش کرکے اس کی رسوائیوں میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے؛ ہمارے وطن عزیز ہندوستان کے سنسکار اور اس کی تہذیب پر اغیار کی یلغار نے ایسے حواس گم کیے ہیں کہ سماج اپنی سمت وسوکھو بیٹھا ہے۔ سیاسی جماعتوں اور اقتصادی شیادوں نے مالی ارتقا اور آزادی کے نام پر خواتین کو آلہ کار کے طور پر استعمال کیا ہے تاہم عالمی پیمانے پر عورتوں کے حقوق سے متعلق اٹھنے والی آوازوں اور ہنگاموں کے باجود آج بھی دنیا بھر میں اہم مناصب (Key post) مردوں ہی کا حصہ ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جو عورتوں کے حقوق کو لیکر سب سے زیادہ شور مچاتے ہیں اور رہبریت کے قائل ہیں وہ اس کو لیکر سنجیدہ نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں فیمنیزم (Feminism) کا نظریہ بھی خود اس بات پر دلیل ہے کہ عورتیں عالمی سطح پر حتی نام نہاد ترقی یافتہ ممالک میں بھی اپنی سماجی حیثیت سے متفق نہیں ہیں تاہم انہوں نے عورتوں کی خود مختاری کے لئے جو نعرہ دیا وہ اتنا غیر فطری تھا کہ خود فیمنیزم کے لئے قبر ثابت ہوا چنانچہ مسٹر کی ایلنگ (key Eleng) نے اپنے مقالہ

(the Faliure of Feminism) میں لکھا: فیمنیزم ہی وہ فلسفہ تھا جس کے سبب اچانک طلاق کی شرح میں غیر معمولی اضافہ ہونے لگا، ماں، باپ، بچوں اور گھر کو چھوڑ کر تلاش معاش میں نکل پڑے جس کی وجہ سے گھریلو رکھ رکھاؤ اور تربیت اولاد کا توازن بگڑ گیا، فیملیاں بکھرنے لگیں اور بہت جلد اس نعرہ کو بلند کرنے والے یہ سمجھ گئے کہ اتنا شور مچانے کے باوجود بھی انہیں کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوتی نظر نہیں آتی چنانچہ بہت جلد یہ نظریہ بھی دم توڑ گیا۔۸؎

اسلام نے خواتین کو مردوں کے ساتھ معنوی مساوات بخشا۔ دونوں کو ایک دوسرے کا شریک زندگی قرار دیا اور دونوں کو ان کی مخصوص صلاحیتوں کے مطابق کردار اور ذمہ داریاں سونپی گئیں چنانچہ اسلام کی رو سے جس طرح زندگی کے ہر شعبہ میں مرد سرگرم عمل ہیں اسی طرح عورت بھی جملہ فرائض کی ادائیگی کے لئے آزاد ہے۔ یہ معاشرہ کی خرابی ہے کہ عورتوں کے لئے گھٹن کا ماحول بنتا جارہا ہے اور ظاہر ہے کوئی بھی باغیرت مرد یا باعزت گھرانہ نہیں چاہتا کہ اس کے گھر کی خواتین کی آبرو پر حرف آئے۔۹؎

یہی عورت ہے جس کے اخلاقی اور فکری آثار کو اس کے بچے میں دیکھا جاسکتا ہے کیونکہ بچے میں انسانی روح اس وقت پھونکی جاتی ہے جب وہ رحم مادر میں ہوتا ہے نہ کہ اس وقت جب وہ صلب پدر میں ہوتا ہے اور یہ ماں کی بچے پر تاثیر گزاریوں کے لئے کافی ہے چنانچہ اس تخلیقی اور تکوینی حقیقت کو ملحوظ خاطر رکھیں تو ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ جس طرح خانوادہ، معاشرہ کے عناصر ترکیبہ میں شمار ہوتا ہے اسی طرح عورت، خانوادہ کی تشکیل و تکمیل کا بنیادی جزو ہے۔

جس طرح ہر فرد کو اس کے طرز فکر اور طرز عمل کی بنیاد پر معاشرہ میں مقام حاصل ہوتا ہے، اسی طرح عورت کو بھی اس کا دینی اور اخلاقی طریقہ زندگی، سماج میں اسے تشخص عطا کرتا ہے۔ اسلامی شریعت نے عورت کے حقوق اور فرائض دونوں اسے ایک مستقل فرد (انسان) جان کر بیان کیے ہیں جس کے تعین میں بنیادی طور پر مرد سے تقابل کا پہلو کارفرما نہیں ہے چنانچہ اگر مرد و عورت پر مشتمل سارے انسان برابری کی ہوس کے بجائے اپنی حیثیت اور مقام کو پہنچانتے ہوئے اپنے فرائض کی انجام دہی کی کوشش اور معینہ حقوق کے حصول کی سعی کریں تو معاشرہ میں ٹکراؤ کی صورت قائم نہیں ہوگی۔ اس مقام پر ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ صحتمند معاشرہ کی تعمیر اور خواتین کے مؤثر رول میں ان پیمانوں پر ضرور ایک نگاہ ڈالنا چاہئے جن سے عورتوں کے حقوق طے کیے جارہے ہیں۔ عام طور پر ساری دنیا کی موجودہ غیر متوازن سماجی صورت حال کی بنیادی وجہ، یہی کمزور پیمانے اور بونے معیارات ہی ہیں جو الٰہی اور اخلاقی اقدار سے عاری ہیں۔

بین الاقوامی برادری بالخصوص نام نہاد ترقی یافتہ ممالک نے عورتوں کے حقوق اور ان کی سماجی قدرو

منزلت بحال کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے انہیں جملہ اقتصادی اور معاشی محاذ پر لاکے کھڑا کیا یہاں تک کہ سیاسی گلیاروں اور حساس منصبوں تک پہونچا دیا تاکہ ان کے دعوؤں کو دلیل فراہم ہو سکے حالانکہ ہر قسم کی قومی اور بین الاقوامی ترقی اور پیشرفت میں خواتین کو اصلی حق اور وقار بخشنے کے بجائے اپنی کالا بازاری کو گرم رکھنے کے لئے انہیں بطور آلہ کار استعمال کرنا اور اس جہت میں غیر متوازن اور غیر فطری کوششیں کرنا دراصل خود اس بات کا اعلان ہے کہ آج بھی خواتین اپنے بنیادی حقوق کی روسے پسماندہ ہیں اور ان کے حقوق کی بحالی کی مہم ترقی یافتہ ملکوں میں بھی ہنوز ایک خواب ہے۔

ظاہراً اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی سماجی قدر و منزلت کی پیمائش اور اس کا تجزیہ کرتے وقت انکی شخصیت کے فطری تقاضوں خوشیوں، اور رضامندیوں کا خیال نہیں رکھا گیا۔

اسلامی تہذیب و تعلیمات نے عورت کے وقار کو نہ صرف بحال کرنے بلکہ بحال رکھنے کے لئے حیا اور پردہ کی خصوصی تاکید کی جو عورتوں کے تئیں اسلام کے قداست پسندانہ نقطہ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔ یہی عورت کے لئے وہ سپر ہے جس سے اس کی حیثیت اور اس کے وقار (Dignity) کو بحال رکھا جاسکتا ہے۔ جس کا درس ہمیں سیرت حضرت فاطمہ زہرا (س) سے ملتا ہے۔

سردست اس سے قبل کہ ہم پردہ سمیت، عورت کے خانوادہ اور معاشرہ کے تعمیری رول اور بنت رسولؐ کی روش زندگی کے بعض پہلوؤں پر گفتگو کریں، چند سطریں آپ (س) کی معرفت کے باب میں لکھنا ضروری سمجھتے ہیں:

ایک عورت کی پوری زندگی کے جتنے رخ ہو سکتے ہیں، صدیقہ، طاہرہ، حضرت فاطمہ زہرا (س) ان سب کے لئے قیامت تک نمونہ عمل ہیں۔ آپ کے وجود ہی کے طفیل، عرب کے اس غیر متمدن دور میں صنف لطیف نے اپنی پوری تاریخ میں پہلی بار، خود کے باوقار اور آبرومند ہونے کا تجربہ کیا۔ آپ ہی تاریخ آدم و عالم کی وہ اکلوتی خاتون ہیں جو نبیوں سی خصوصیات سے آراستہ کرکے دنیا میں بھیجی گئیں۔

چنانچہ آغاز حیات سے ہی آپ کا وجود، بشری امتیازات سے مملو تھا۔ آپ نے اپنی زندگی انتہائی سادہ لوح طریقہ سے گزاری مگر انسانی تاریخ پر تربیت کے وہ نقوش چھوڑے جو اپنی مثال آپ ہیں، آپ کا آنگن، آیات الٰہی کی آماجگاہ اور تاریخ بشریت کے سب سے ممتاز افراد کی تربیت گاہ تھا۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے صالح خانوادہ اور صحتمند معاشرہ کی تعمیر کے لئے آپ کی سیرت مقدسہ اور تعلیمات اسلامیہ کا سہارا لیں۔

آج مرد و عورت دونوں کی بے حسی کے نتیجہ میں سماجی بے راہ روی بڑھتی جارہی ہے۔ عام زندگی میں خواتین کے لئے گھٹن کا سا ماحول بنتا جارہا ہے ایسے میں خواتین کا کردار غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے

چنانچہ انہیں اس رخ سے سوچنا ہوگا کہ اصلاح معاشرہ میں ہمارا بنیادی کردار ہے ٹھیک اسی طرح جیسے اس کی تخریب میں بھی بعض مغرب زدہ تہذیب کی علمبردار خواتین کا ہاتھ ہے۔ چنانچہ یہ کبھی ذہن میں نہ آنے پائے کہ ہم محض گھروں تک محدود ہیں اور سماج کے ہر کام پر صرف مردوں کی اجارہ داری ہے بالکل ویسے ہی جیسے بعض مرد یہ خیال کرتے ہیں کہ بچے پالنا، اس کی تربیت کرنا صرف عورتوں کا کام ہے بلکہ جیسے یہ ماں اور باپ دونوں کی ذمہ داری ہوتی ہے اسی طرح ایک صحتمند معاشرہ کی تعمیر، مرد، عورت دونوں کی مشترکہ کوشش ہونی چاہئے۔

تاہم اس سلسلے میں شاید عورتوں کے فرائض اور انکا رول غیر معمولی اہمیتوں کا حامل ہے چونکہ عورت، بیوی کی شکل میں اپنی زندگی کے حساس مرحلے میں داخل ہوتے ہی معاشرہ کی تشکیل و تعمیر میں اہم حصہ داری کے طور پر ابھرتی ہے چنانچہ یہ اس پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اس کی بھاگتی، دوڑتی زندگی کی شکست وریخت سے نبرد آزما شوہر کے ساتھ کیسے پیش آئے تاکہ یہ مرد اس معاشرہ کی امن وصالحیت کا ذریعہ قرار پائے، اسے زندگی کے ہر موڑ پر امانت داری اور دیانت داری کا پاس ولحاظ رہے۔علاوہ ازیں، ایک ماں کی حیثیت سے بھی یہ عورت کی ہی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کی بہترین تربیت کرکے سماج کو ایسا مہذب فرد سپرد کرے جو عظیم انسانی، اسلامی اور اخلاقی اقدار کا پاسدار ہو۔ عورت کے ذریعے ہونے والی ان دونوں محاذوں پر ایک معمولی چوک، ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ چنانچہ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ کافی حد تک معاشرہ کی بھلائی یا برائی کا سلسلہ خواتین کی ذات سے وابستہ ہے۔

البتہ اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی شروعات عورتوں کی اخلاقی خودسازی سے ہوتی ہے جو ہمیں سیرت صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا (س) میں بدرجہ اتم دکھائی دیتی ہے۔ شہزادی کونین نے اپنے بابا رسول الثقلین کے اس جواب میں کہ عورت کے لئے سب سے قیمتی زیور کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: "نہ اس کی نظر نامحرم پر پڑے اور نہ کسی نامحرم کی نظر اس پر پڑے"، یہی وہ فلسفہ ہے جسے ہم اصطلاحاً حجاب کہتے ہیں تجزیاتی رخ سے دیکھیں تو اس روایت کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ چونکہ عورتوں کی نفسیات کے مطابق انہیں انکا زیور بہت عزیز ہوتا ہے لہٰذا جناب سیدہ نے خواتین کے لئے نمونہ عمل اور سیدہ عالمیان ہونے کی حیثیت سے ایک ایسی شی کو عورت کا بہترین زیور قرار دیا ہے جسے اپنے پاس رکھنے کے لئے مالی فقر وفاداری اور اقتصادی نابسامانی کا عذر بھی نہ پیش کیا جاسکے بلکہ جو قدرے دولت غیرت وایمان سے بہرہ مند ہیں وہ بآسانی اس قیمتی زیور کو اپنی زینت بنا سکتی ہیں جو بنت رسولؐ کو بھی پسند خاطر تھا۔

علاوہ ازیں، ازدواجی زندگی اور اطاعت شوہر کے حوالے سے بھی سیرت حضرت فاطمہ زہرا (س) دنیا بھر کی خواتین کے لئے اپنی مثال آپ ہے چنانچہ پوری تاریخ میں کوئی جعلی روایت بھی ایسی نہیں ملتی جس

میں درج ہو کہ جناب سیدہ نے تمام تر عسرت و تنگدستی کے باوجود کبھی حضرت علیؑ سے کوئی فرمائش یا شکوہ کیا ہو یا کبھی کہا ہو کہ تبلیغ دین، بابا کا مشن ہے آپ ہر روز دشمنوں سے روبرو ہوتے ہیں آپ کو کچھ ہو گیا تو ہمارا یا ہمارے بچوں کا کیا ہوگا؟! بلکہ متواتر روایات سے یہ ثابت ہے کہ جناب فاطمہ زہرا (س) راتوں کو ابا لحسن (ع) کے زخم دھویا کرتی تھیں تاکہ رسول (ص) کا محافظ کل پھر تازہ دم ہو کر دین کی راہ میں نکل پڑے اور نبی خدا کا ساتھ دے سکے اور نتیجہ میں خدا کا مشن دنیا میں عام ہو سکے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا کوئی انفرادی عمل ہو یا اجتماعی کوشش، خواتین خانہ کی صالحیت، نیک مقصد اور مقدس اقدار کے تئیں دلسوزی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔شاید قرآن کریم نے ایسی خواتین کو ان فقروں کے ساتھ یاد کیا ہے: " فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ "

(ترجمہ) پس جو جو نیک بیویاں ہیں وہ اطاعت گزار ہیں اور اپنے شوہر کی غیبت میں اہم اشیاء واسرار کی حفاظت کرتی ہیں۔۱۰؎

واضح رہے کہ اسلام کی نظر میں کہ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے روحانی اور معنوی کمالات کی راہ میں گامزن رہنے کے متعلق مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے، تاریخ میں جس طرح بہت سے باعظمت مرد گزرے ہیں اسی طرح بہت سی عظیم و نمایاں کردار کی حامل خواتین بھی گزری ہیں، قرآن کریم میں خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے: إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔

ترجمہ: مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، راستباز مرد اور راستباز عورتیں صابر مرد اور صابر عورتیں، متواضع مرد اور متواضع عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں بیشک ان سب لوگوں کے واسطے خدا نے مغفرت اور ثواب مہیا کر رکھا ہے۔۱۱؎

مذکورہ آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے تمام معنوی و روحانی مقامات اور اعلیٰ انسانی درجات کو مردوں اور عورتوں کے مابین برابری کے ساتھ تقسیم کیا ہے، ان میں سے جو خدا کے لئے کام کرے گا خدا اسے پاکیزہ زندگی عطا کرے گا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ

مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔۱۲؎
اسلام کی نظر میں جنس اور صنف یعنی مرد یا عورت ہونا موضوع بحث نہیں ہے بلکہ ارتقائے انسان پر گفتگو کی گئی ہے، اخلاقیات اور تکامل بشری کو معیار قرار دیا گیا ہے صلاحیتوں کو نکھارنے کی بات کہی گئی ہے، ان فرائض کی بات کہی گئی ہے جن کا تعلق کسی بھی صنف سے ہو سکتا ہے، دین پیغمبر میں دونوں کی فطری ساخت، صلاحیت اور استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے احکام اور فرائض کی ادائیگی کے مرحلے میں توازن برتا گیا ہے البتہ ممکن ہے کہ بعض مقامات پر عورتوں کے احکام مردوں سے قدرے مختلف ہوں بالکل اسی طرح جیسے خواتین کی بعض خصوصیات، مردوں سے متفاوت ہوتی ہیں۔

مجموعی طور پر دین اسلام نے عورتوں کے لئے جو شیوہ زندگی پیش کیا ہے اس کا کوئی باشعور اور منصف مزاج انسان منکر نہیں ہو سکتا ہے۔ اسلام، عورتوں کو عفت و پاکدامنی، مرد و عورت کی بے جا آمیزش سے اجتناب، خواتین کے انسانی وقار کے تحفظ اور غیر مردوں کے سامنے سجنے سنورنے اور ان کے سامنے پیش ہونے سے گریز کی دعوت دیتا ہے۔ یہ وہ چند نسخے ہیں جو دنیا کی ہر عورت کے وقار کی ضمانت ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے عورتوں کے لئے تمام مراحل کی پابندی کرتے ہوئے علمی، اقتصادی اور سیاسی فعالیتوں اور سرگرمیوں کے تمام دروازے پوری طرح کھلے ہوئے ہیں اگر کوئی دین کا حوالہ دے کر عورتوں کو ان سرگرمیوں سے محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے، انہیں سماجی امور سے لا تعلق رہنے پر مجبور کرتا ہے تو وہ اسلام کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جہاں تک خواتین کی ضروریات و احتیاج کا تقاضا ہو اور جسمانی توانائی ساتھ دے، ساتھ ہی قانون شریعت کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے وہ ساری جائز سرگرمیاں انجام دے سکتی ہیں لہٰذا خواتین کو چاہئے کہ ایک متمدن معاشرہ اور صالح خانوادہ کی تشکیل و تعمیر میں سرگرم عمل رہیں تاکہ نہ صرف ایک صحتمند سماج منصۂ شہود میں آئے بلکہ عورتوں کا وقار اور ان کی عظمت رفتہ کی بازیابی بھی ہو سکے۔

حوالے:

۱۔ سورۂ اسراء، آیت ۳۱
۲۔ سورۂ تکویر، آیت ۸۔۹
۳۔ سورۂ نساء، آیت ۱
۴۔ سورۂ تحریم، آیت ۱۱
۵۔ سورۂ تحریم، آیت ۵

۶۔ پند تاریخ، موسیٰ خسروی، ج ا، ص ۶۹

۷۔ نہج الفصاحہ، ص ۵۷۰، بحار الانوار، ج ۴۷، ص ۵۹

۸۔ key Elbesling, The Faliure of Feminism, P-9, 1999

۹۔ Islam Facts vs Fiction، حامد میر، ص ۱۶۰، ۲۰۱۴ء

۱۰۔ سورۂ نساء، آیت ۳۴

۱۱۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۵

۱۲۔ سورۂ نحل، آیت ۹۷

حضرت فاطمہ زہرا (س) کی منزلت ، قرآنی نقطۂ نظر سے

ڈاکٹر سید علی سلمان رضوی

جناب فاطمہؑ کی عظمت کو سمجھنے سے قبل قرآن کریم کی عظمت واہمیت کو مدّنظر رکھنا نہایت اہم ہے۔اس کے بعد ہی انسان فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عظمت و اہمیت کو درک کر سکتاہے۔

قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے جو دیگر تمام آسمانی کتابوں کے برخلاف ہر قسم کی تبدیلی و ترمیم سے محفوظ رہی ہے اور ابد الآباد تک ہر طرح کی قطع و برید نیز اضافات سے پاک رہے گی۔اس قرآن کے ظاہر و باطن اور مطالب و مفاہیم صدیوں سے اہل دنیا کی نظروں کے لیے باعث کشش رہے ہیں اور یہ کتاب انسانی معاشرے کو یہ خوشخبری دیتی رہی ہے کہ وہ ہرگز مایوس نہ ہوں۔اس نے یہ قطعی امید دلائی ہے کہ حق کو باطل پر، عدل و انصاف کو ظلم و ستم پر اور روشنی کو تاریکی پر ضرور غلبہ حاصل ہوگا۔

قرآن مجید کی آیات ۲۳سال کے عرصے میں ۶۱۰ء سے تیرہ سال تک مکہ معظّمہ اور دس سال تک مدینہ منورہ میں پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر وحی کے ذریعے نازل ہوتی رہیں۔ حضرت رسولؐ یہ آیات لوگوں کو سنا دیتے اور کاتبان وحی انہیں کسی چیز پر لکھ لیتے۔ کاتبان وحی میں حضرت علیؑ کا مقام نہایت نمایاں و آشکار ہے۔

جب کوئی آیت نازل ہوتی تو کاتبان وحی اسے درختوں کی چھال ،حیوانات کی کھال ، سوتی یا ریشمی کپڑے ، کسی چوڑی ہڈی ،پتھر کی سِل ،مٹی کے برتن اور اگر کہیں کاغذ دستیاب ہو جاتا تو اس پر لکھ لیا کرتے۔ سب سے پہلی آیت سورۂ علق کا نزول ہے۔اس کے بعد کچھ عرصے تک نزول وحی کا سلسلہ منقطع رہا مگر دوبارہ شروع ہو گیا۔

یہ وہ کتاب ہے جس(کے کتاب خدا ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں۔(یہ کتاب)پرہیزگاروں کی رہنما ہے۔[۱] قرآن بشر کی ہدایت ورہنمائی اور حق و باطل کے درمیان تمیز پیدا کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے۔قرآن پرہیز گاروں کے لیے ہدایت و نصیحت ہے۔[۲]

قرآن نفس کو پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے اگر چہ وہ پہلے کھلی

ہوئی گمراہی میں (پڑے) تھے۔ ۳؎

مجموعی طور پر یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرآن مجید درحقیقت، حق کا منشور اور ایک کتبی الٰہی آئین ہے۔یہ نبوت کا اعلان اور پیغمبر اکرمؐ کی صداقت و امانت داری کی شہادت دینے والی عظیم و مقدس کتاب ہے۔ یہ عقائد ،امر بالمعروف و نہی عن المنکر ،قضاوت ،سیاست، احکام، آداب، اخلاق اور علوم و معارف کے میدان میں اسلام کی سند ہے۔یہ پیغمبرؐ کا جاوید معجزہ ہے۔ ایسا حیرت انگیز معجزہ جس نے فصاحت وبلاغت کی دنیا کو اپنے سلیقہ بیان سے لاجواب کردیاہے۔ یہ دنیا کے تمام شاعروں اور نادر افکار وخیالات پیش کرنے والوں کے لیے معجزہ آمیز حروف و کلمات کا مجموعہ ہے۔یہ ایک ایسی جامع اور تعمیری صفات کی حامل کتاب ہے جس کے سلسلے میں خداوند عالم کا ارشاد ہے: "نَزَّلنَا عَلَیکَ الکِتَابَ تِبیَاناً لِکُلِّ شَیئٍ" یعنی ایسی جامع اور وسیع کتاب ہے جوثابت حقائق ،شرعی قوانین کی وضاحت ، ناقابل تغیر الٰہی روایات اور تا قیام قیامت ہر دور کے لوگوں کی ہر طرح کی روحانی ،نفسیاتی اور سماجی ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ہر طرح کے موضوعات اس کتاب میں موجود ہیں: " وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلّا فِی کِتَابٍ مُّبِیْن" اس قرآن مبین میں اہل ادب کے لیے بلاغت کلام، فلسفیوں کے لیے فلسفہ، علوم الٰہیات اور دانشمندوں کے لیے ان کے مخصوص شعبوں کی لازمی معلومات ، قانون سازوں کے لیے تشکیل قوانین،سیاست کے ماہرین کے لیے فن سیاست کاذکرہے۔

جس قرآن مجید کی یہ عظمت ہے وہ قرآن، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں آیتیں نازل کررہا ہے۔شہزادیٔ کائنات خدا وند عالم کی سب سے عظیم الشان پیغمبر کی بیٹی ،پہلے امام حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی شریکۂ حیات ، سلسلۂ امامت کی دو درخشندہ ترین شخصیتوں کی مادر گرامی ہیں ۔فاطمہ زہراسلام اللہ علیہا آخری رسالت الٰہیہ کا روشن و منور آئینہ ہیں نیز عالمین کی عورتوں کی سیدہ و سردار اور رسول اکرمؐ کی پاک و پاکیزہ ذریت کا صدف اور ان کی طیب و طاہر نسل کا سرچشمہ ہیں۔قرآن مجید نے خصوصی طور پر اہل بیت علیہم السلام کے کرداراور فضائل و کمالات کی تعریف کی ہے۔مورخین و مفسرین نے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کی مدح و ثنا میں کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوئی ہیں بلکہ قرآن مجید کے متعدد سورے تو ان کے بتائے ہوئے جادۂ حق اور ان کے حسن عمل کی تائید اور مدح سرائی کے ساتھ ان کی پیروی کی دعوت سے مخصوص ہیں۔یہاں پر چند قرآنی سوروں کی آیتوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو آپ کی شان میں نازل ہوئی ہیں :

سورۂ کوثر

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی فضیلت کا تذکرہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں ہے ، ان ہی آیات میں سے ایک سورہ کوثر ہے جو قرآن کریم کے ۱۱۴ سوروں میں سے سب سے چھوٹا سورہ شمار ہونے کے باوجود جامع ترین سورہ کہا جاتا ہے وہ سورہ یہ ہے:
"اِنّا اَعطَیناکَ الکَوثَر . فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانحَر . اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الاَبتَرُ " ۴ یعنی اے رسولؐ ہم نے تم کو کوثر عطا کیا پس تم اپنے پروردگار کی نماز پڑھا کرو اور قربانی دیا کرو بیشک تمہارا دشمن بے اولاد رہیگا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ آپ نے جناب امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ تم اور تمہارے شیعہ حوض کوثر پر سیراب اور نورانی صورت میں ہونگے جب کہ تمہارے دشمن پیاس سے زرد وہاں سے نکالے جائیں گے۔ ۵

مذکورہ روایت کی بنا پر کوثر سے مراد حوض کوثر ہیں نہ کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا، لیکن باقی تفاسیر میں اس سورہ کی شان نزول کو اس طرح بیان کیا گیا ہے: ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے کہ جب پیغمبرؐ کے فرزند جناب قاسم جو نوعمری میں دنیا سے رحلت کر گئے تو پیغمبرؐ مضطرب ہوئے اور آپ کے دشمنوں میں سے سرسخت دشمن عاص بن وائل تھا کہنے لگا حضرت محمد اپنے فرزند قاسم کے مرنے کے بعد بے اولاد اور مقطوع النسل رہیں گے کیونکہ اس زمانے میں بیٹیوں کو اولاد اور بقاء نسل شمار نہیں کیا جاتا تھا اس وقت خدا نے مشرکین کے اس طعنہ کا جواب سورۂ کوثر کے ذریعے دیا یعنی آپ پر سورۂ کوثر نازل کیا اور کہا کہ آپ کی نسل کبھی بھی منقطع نہیں ہوگی بلکہ آپ کے دشمن ہی بے اولاد اور مقطوع النسل ہوں گے اور آپ کی نسل قیامت تک زہرا سلام اللہ علیہا کے ذریعے باقی رہے گی۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ کوثر حضرت زہراسلام اللہ علیہا کی شان میں نازل ہواہے۔جس جگہ یہ سورۂ نازل ہوا وہ آج بھی سعودی عرب میں مسجد کوثر کے نام سے مشہور ہے اور حجاج اس مسجد کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ ۶

جناب فخر رازی جو اہل سنت کے مشہور و مقبول مفسر ہیں انھوں نے کہا: کوثر سے مراد اولاد پیغمبرؐ ہیں کیونکہ جب مشرکین نے پیغمبر اکرمؐ کے پاس اولاد ذکور نہ ہونے پر طعنہ دیا اور عیب جوئی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں اس سورہ کو نازل فرمایا۔لہٰذا اہل بیت علیہم السلام پر بنی امیہ کی طرف سے ڈھائے گئے بے پناہ مظالم کے باوجود پیغمبر اکرم کی نسل سے امام

محمد باقرؑ،امام جعفر صادقؑ اور امام علی رضاؑ جیسی ہستیاں وجود میں آئیں۔ ۷؎

سورۃ آل عمران

" فَمَن حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعدِ مَا جَاءَكَ مِنَ العِلْمِ فَقُل تَعَالَوا نَدعُ اَبنَاءَنَا وَ اَبنَاءَكُم وَ نِسَاءَنَا وَ نِسَاءَكُم وَ اَنفُسَنَاوَ اَنفُسَكُم ثُمَّ نَبتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعنَةَ اللّٰهِ عَلَى الكَاذِبِينَ "۸؎

پھر جب تمہارے پاس علم(قرآن)آچکا۔اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی)حضرت عیسی کے بارے میں مجادلہ کرے تو کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں ،تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ہم اپنے نفسوں کو لائیں اور تم اپنے نفسوں کو لاؤ اس کے بعد ہم سب مل کر (خدا کی بارگاہ)میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔آیۂ مذکورہ کے متعلق جناب مولانا حافظ فرمان علی صاحب نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق نجران کے نصاریٰ کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے بہت سمجھایا کہ ان کو خدا کا بیٹا نہ کہو۔حضرت آدمؑ کی مثال بھی دی مگر ان لوگوں نے ایک بھی نہ سنی۔جس کی بناپر رسولؐ اکرم نے حکم خدا سے قسما قسمی کا ارادہ کیا جسے مباہلہ کہتے ہیں۔آپس میں یہ طے ہوا کہ ہم اور تم اپنے اپنے بیٹوں ، عورتوں اور نفسوں کو لے کر جمع ہوں اور ہر ایک دوسرے پر لعنت کریں۔

جس روز یہ مباہلہ ہونے والا تھا اس روز اصحاب ابن سنور کے در دولت پر اس امید میں جمع ہوئے شاید آپ ہمراہ لے جائیں مگر آپ نے اول صبح حضرت سلمان کو ایک سرخ کمبل اور چار لکڑیاں دے کر اس میدان میں ایک چھوٹا سا خیمہ نصب کرنے کے لیے روانہ کیا اور خود اس شان سے برآمد ہوئے کہ امام حسینؑ کو گود میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ تھاما اور جناب سیدہ آپ کے پیچھے اور حضرت علیؑ پیغمبرؐ کی صاحبزادی جناب فاطمہؑ کے پیچھے نکلے گویا اپنے بیٹوں کی جگہ نواسوں کو اور عورتوں کی جگہ اپنی صاحبزادی جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اور نفسوں کی جگہ حضرت علیؑ کو لیا اور دعا کی خداوندا ہر نبی کے اہلبیتؑ ہوتے ہیں یہ میرے اہلبیتؑ ہیں ان کو ہر برائی سے دور اور پاک و پاکیزہ رکھ۔جب اس شان سے میدان میں پہنچے تو نصاریٰ کا سردار عاقب دیکھ کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے کو کہیں گے تو یقیناً ہٹ جائے گا۔لہٰذا بہتر یہی ہے کہ مباہلہ سے ہاتھ اٹھالو ورنہ قیامت تک نسل نصاریٰ میں سے ایک بھی نہ بچے گا۔آخر ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کیا۔اس وقت

رسولؐ اکرم نے فرمایا واللہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو خدا ان کو بندر اور سور کی صورت میں مسخ کرتا اور یہ میدان آگ بن جاتی اور نجران کا ایک فرد متنفس حتی کہ ایک چڑیا بھی باقی نہ بچتی۔ ۹

یہ آیۂ شریفہ حضرت علیؑ کی اعلیٰ فضیلت اور حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی فضیلت بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔یہ بھی پیش نظر رہے کہ اس وقت امہات المومنین (ازواج نبیؐ) اپنے گھروں میں موجود تھیں مگر رسولؐ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں بلایا اور نہ ہی اپنی پھوپھی جناب صفیہ اور اپنی چچا زاد بہن جناب ام ہانی کو ساتھ لیا اور نہ ہی خلفائے ثلاثہ کی ازواج یا انصار و مہاجرین کی عورتوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے گئے۔اسی طرح آپ نے جوانان جنت کے دونوں سرداروں یعنی (امام حسنؑ اور امام حسینؑ) کے ساتھ بنی ہاشم یا صحابہ کے کسی بچہ اور جوان کو نہیں بلایا اور نہ ہی حضرت علیؑ کے علاوہ اپنے اعزاء و اقربا اور قدیم مسلمانوں اور اصحاب میں سے کسی کو دعوت دی۔جب رسول اکرمؐ ان چاروں حضرات کو لے کر باہر نکلے ۔جیسا کہ امام فخر رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ: امام حسینؑ آپ کی آغوش میں تھے اور امام حسنؑ آپ کی انگلی پکڑے ہوئے تھے۔جناب فاطمہ (س) آپ کے پیچھے اور ان کے بعد حضرت علیؑ چلے آرہے تھے اور آنحضرتؐ ان سے یہ فرما رہے تھے : جب میں دعا کروں توتم لوگ آمین کہنا، ادھر اسقف نجران نے کہا :اے میرے عیسائی بھائیو! میں ان چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹانے کی دعا کردیں تو وہ اسے وہاں سے ہٹادے گا۔ لہٰذا ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ مارے جاؤگے اور قیامت تک روئے زمین پر کسی عیسائی کا نام و نشان باقی نہ رہ جائے گا۔ ۱۰

فخر رازی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ یہ آیت دلیل ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں کیونکہ آپ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹوں کو لے کر آئیں اور آپ حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لائے تھے لہٰذا ان دونوں کا فرزند رسولؐ ہونا بالکل طے شدہ بات ہے۔ ۱۱

سورۂ شوریٰ

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی فضیلت کے سلسلے میں ایک آیت آیۂ مودّت ہے"**قُل لَا اَسئَلُکُم عَلَیہِ اَجراً اِلَّا المُوَدَّۃَ فِی القُربیٰ**" ۱۲ یعنی اے رسولؐ تم کہہ دو کہ میں اس (تبلیغ) رسالت کا اپنی قرابتداروں (اہل بیتؑ) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا ہوں۔

جناب جابر نے روایت کی ہے ایک دیہاتی عرب، رسولؐ اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمدؐ! میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں، رسولؐ نے فرمایا: گواہی دو " لَا اِلٰهَ اِلّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَه وَ اَنَّ مُحمَّداً عَبدُهٗ وَرَسُولُه" اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، وہ لاشریک ہے اور محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔اس عرب نے کہا کہ آپ مجھ سے کوئی اجرت طلب کریں گے؟ فرمایا: نہیں، صرف قرابتداروں کی محبت ، اس نے کہا: میرے قرابتداروں یا آپ کے قرابتداروں کی محبت؟ رسولؐ نے فرمایا: میرے قرابتداروں کی محبت۔ وہ بولا: میں آپ کی بیعت کرتا ہوں لہٰذا جو شخص بھی آپ اور آپ کے قرابتداروں سے محبت نہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو، آپؐ نے فرمایا: آمین۔ ۱۳

زمخشری نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت رسول اللہ سے یہ سوال کیا گیا: یا رسولؐ اللہ آپ کے قرابتدار کون ہیں جن کی محبت ہمارے اوپر واجب کی گئی ہے ؟آپ نے فرمایا : علیؑ ، فاطمہ (س) اور ان کے دونوں بیٹے۔ ۱۴

سورۂ بقرہ

"فَتَلَقّٰیٓ آدَمَ مِن رَبِّه کَلِمٰاتٍ فَتَابَ عَلَيهِ اِنَّه هُوَ التَّوّابُ الرَّحِيم " ۱۵

پھر آدمؑ نے اپنے پروردگار سے (معذرت کے) چند الفاظ سیکھے پس خدا نے (ان الفاظ کی برکت سے)آدم کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔اس سلسلے میں اہل سنت کے ایک عالم جناب ابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کی ہے:

" سُئِلَ النَّبِیُ صَلَّی اللّٰهُ وَ آلِه وَسَلَّم عَنِ الکَلِمٰاتِ الَّتِی تَلَقّٰی آدَمَ مِن رَبِّه فَتَابَ عَلَيهِ قَالَ سَئَلَه بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَ عَلِیٍ وَ فَاطِمَةَ وَالحَسَنِ وَالحُسَينِ اِلّا تبت عَلَیّ فَتَابَ عَلَيه " یعنی پیغمبراکرمؐ سے سوال کیا گیا کہ وہ کلمات جن کی برکت سے خدا نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی ہے وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ پنجتن پاک ہیں یعنی محمد ،علی ،فاطمہ ،حسن ، حسینؑ ہیں کہ حضرت آدمؑ نے ان کی برکت سے توبہ کی تو خدا نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ ۱۶

سورۂ احزاب

"اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَکُم تَطهِيراً " ۱۷

یعنی اے اہل بیت پیغمبرؐ خدا بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور تمہیں اسی طرح پاک و پاکیزہ رکھے جیسا پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

علمائے اہل سنت نے اس آیۂ شریفہ کی شان نزول کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت جناب ام سلمہ کے گھر نازل ہوئی ہے۔ جس وقت جناب ام سلمہ کے گھر میں حضرت پیغمبرؐ اور حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ باقی خاندان کے افراد بھی تشریف فرما تھے لیکن جب پیغمبرؐ اکرم نے اپنی عبا کو گھر کے کسی گوشے میں بچھایا اور پنجتن پاک کو باقی خاندان سے الگ کرکے فرمایا: خدایا"یہ میرے اہل بیتؑ ہیں ان پر درود و سلام ہو"پھر آیہ شریفہ نازل ہوئی لیکن جب حضرت ام سلمہ نے عبا کے قریب آنے کی خواہش کی تو پیغمبرؐ نے ان کو منع فرمایا اور کہا: اے ام سلمہ تم ایک بہترین خاتون ہو لیکن زیر عبا آنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس روایت کو جناب احمد بن حنبل نے مسند میں" صحیح ترمذی" اور خصائص النسائی سے ذکر فرمایا ہے کہ آیۂ تطہیر نازل ہونے کے بعد چھ ماہ تک ہر روز جناب پیغمبراکرمؐ صبح کی نماز کے وقت حضرت زہرا(س)کے دروازے پر تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے:

"اے میرے اہل بیتؑ، خدا نے ہی ارادہ کیا ہے کہ میرے خاندان میں سے تم کو ہر ناپاکی سے دور رکھے اور ہمیشہ پاک و پاکیزہ قرار دیاہے۔" ۱۸ رسولؐ اکرم بار بار یہی دہرارہے تھے اور جناب ام سلمہ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں اور آپ کی آواز بھی سن رہی تھیں۔اسی لیے جناب ام سلمہ یہ کہتی ہوئی چادر کی طرف بڑھیں :اے اللہ کے رسولؐ میں بھی آپ حضرات کے ساتھ ہوجاؤں؟ تو آپ نے ان کے ہاتھ سے چادر کا گوشہ اپنی طرف کھینچتے ہوئے فرمایا: نہیں، تم خیرپر ہو؟۔۱۹

سورۂ دہر

"یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُونَ یَوماً کَانَ شَرُّہُ مُسْتَطِیراً وَیُطعِمُونَ الطَّعامَ عَلیٰ حُبِّہِ مِسْکِیناً وَیَتِیْماً وَاَسِیْراً۔اِنَّمَا نُطعِمُکُم لِوَجہِ اللّٰہِ لَا نُرِیدُ مِنکُم جَزَاءً وَلَا شُکُوراً" ۲۰

اس آیت کا ترجمہ: یہ ہے کہ وہ اس کی محبت میں محتاج ،یتیم اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں ہم نہ تم سے بدلے کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے آرزومند ہیں۔

اہل سنت کے معروف و مشہور مفسّر جناب زمخشری اپنی تفسیر" الکشاف" میں مذکورہ آیت کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ ایک دن مریض ہوگئے ، اتنے میں پیغمبرؐ اکرم چند اصحاب کے ساتھ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: بچوں کی تندرستی اور شفا یابی کے لئے نذر کی نیت کریں۔

حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہرا(س)اور ان کی خادمہ نے نذر کے لیے نیت کی کہ اگر حسنینؑ شفایاب ہو گئے تو ہم تین دن روزہ رکھیں گے۔جب حسنین علیہم السلام صحت یاب ہو گئے تو حضرت علی علیہ السلام اور حضرت زہرا(س) اور جناب فضہ نے روزہ رکھنا شروع کیا لیکن افطاری کے لیے کوئی چیز نہیں تھی۔حضرت علیؑ شمعون نامی یہودی سے تین صاع(تین سیر) گندم قرض لیکر دولت سرا میں آئے اور حضرت زہرا(س) کو دیا۔جناب فاطمہ زہرا(س) نے ایک صاع گندم سے پانچ روٹی پکائی اور افطاری کے لیے دسترخوان پر لاکر رکھی۔اسی وقت ایک سائل نے آواز دی: اے خاندان نبوت درود و سلام ہو آپ پر، میں ایک مسلمان مسکین ہوں میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔میری مدد کیجئے،خدا آپ کو جنت کی غذا نصیب فرمائے۔سائل کی آواز پرسب نے ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے سائل کو کھانا دے دیا اور اس دن کھانے کے بغیر، پانی سے افطار کرکے رات گزاری۔جناب فضہ نے بھی اسی طرح پانی سے افطار کیا۔جب دوسرے دن روزہ رکھا، جناب زہرا(س) نے دسترخوان پر روٹی رکھی، افطار کا وقت قریب آیا، اتنے میں ایک یتیم کی صدا بلند ہوئی : اے اہل بیتؑ پیغمبرؐ میں یتیم ہوں میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے میری مدد کریں۔یتیم کی آواز پر کھانا یتیم کو دے دیا اور پہلے دن کی طرح روزہ افطار کیا۔تیسرے دن روزہ رکھا، افطاری کے وقت حسب سابق آواز آئی کہ میں ایک اسیر ہوں میری مدد کریں، افطاری کو اسیر کے حوالے کر دیا اور پانی سے افطار کیا۔جب چوتھے دن کی صبح ہوئی تو حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لیکر پیغمبرؐ کی خدمت میں تشریف لائے۔ پیغمبر اکرم ﷺ ان کی بھوک کی حالت کو دیکھ کر حیران ہوئے اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو لے کر حضرت زہرا(س) کو دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔حضرت فاطمہ زہرا(س) بھوک وگرسنگی کے عالم میں عبادت خدا میں مشغول تھیں۔ان کا پیٹ کمر سے ملا ہوا ہے اور آنکھیں اندر دھنس چکی تھیں، یہ دیکھ کر پیغمبرؐ پریشان ہوگئے۔اتنے میں جبرئیل آئے اور کہا کہ اے پیغمبرؐآپ کو مبارک ہو، خدا وند عالم نے آپ کو آپ کے اہلبیت علیہم السلام کے بارے میں سورۂ دہر کو ہدیہ فرمایا ہے۔پھر انھوں نے اس سورہ کی تلاوت فرمائی۔۲۱

سورۂ رحمٰن

"مَرَجَ البَحرَينِ يَلتَقِيَانِ، بَينَهُمَا بَرزَخٌ لَّا يَبغِيَان، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، يَخرُجُ مِنهُمَا اللُّؤلُؤُ وَالمَرجَانُ" ۲۲

خدا نے دو دریا بہائے جو آپس میں مل جاتے ہیں،دونوں کے درمیان ایک حد فاصل ہے جس

سے تجاوز نہیں کرتے۔علامہ ابن مردویہ نے ابن عباس اور انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ پیغمبراکرمؐ نے فرمایا: دو دریا سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور فاطمہ(س) ہیں اور برزخ (حدفاصل) سے مراد رسولؐ ہیں اور موتی و مونگے سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔۲۳

سورۂ ضحیٰ

"وَلَسَوفَ يُعطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" ۲۴

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اور تمہارا پروردگار عنقریب اس قدر عطا کرے گا کہ تم خوش ہو جاؤگے۔اہلسنت کے معروف و مشہور محققین میں جناب عسکری نے "مواعظ"میں اور ابن لآل و ابن النجار اور ابن مردویہ نے اس آیت کے متعلق جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ پیغمبر اکرمؐ جناب فاطمہ(س)کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ جناب فاطمہ زہرا(س)چکی چلا رہی ہیں اور ان کے بدن پر اونٹ کی کھال سے بنی ہوئی ایک چادر زیب تن ہے تو آپ نے فرمایا: اے فاطمہ (س)آخرت کی نعمتوں کے واسطے دنیا کی تلخی چکھو اور جلدی کرو۔اس وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔۲۵

مذکورہ تمام آیات قرآنی سے یہ واضح ہوا کہ جناب فاطمہ زہرا(س) کائنات کی تمام خواتین سے افضل ہیں۔تمام عالم کے لیے آپ کی شخصیت سرچشمۂ ہدایت ہے۔جناب فاطمہ زہرا(س) باپ کے سامنے مثالی بیٹی ، شوہر کے سامنے مثالی زوجہ اور بچوں کے لئے مثالی ماں کی علامت ہیں۔

منابع و مآخذ:

۱۔ سورۂ بقرہ ،آیت ۲۔
۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۸۔
۳۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۴۔
۴۔ سورۂ کوثر،آیت ۱۔۳۔
۵۔ صواعق محرقہ۔
۶۔ بحار الانوار ،ج ۴۳، زندگانی فاطمہ زہراسلام اللہ علیہا ،ص۱۲۰۔
۷۔ تفسیر کبیر ،ج ۳۲، ص۱۳۲۔
۸۔ سورہ آل عمران، آیت ۶۱۔
۹۔ قرآن مجید، تفسیر: حافظ فرمان علی ،صفحہ ۶۷۔
۱۰۔ علامہ سید عبد الحسین شرف الدین کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو تمام محدثین و مورخین نے دسویں

ہجری کے واقعات کی تفسیر کے ذیل میں تحریر کیا ہے اور یہی مباہلہ کا سال ہے۔اسی طرح "صحیح مسلم" ج۷، کتاب فضائل صحابہ، کشاف زمخشری ،سورۂ آل عمران کی ۶۱ ویں آیت کے ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

۱۱۔ تفسیر الکبیر ،اسی آیت کی تفسیر کے ذیل میں؛ "الصواعق المحرقہ" ص۲۳۸۔

۱۲۔ سورہ شوریٰ ،آیت ۲۳۔

۱۳۔ حلیۃ الاولیاء: ج۳ ، ص۲۰۱۔ تفسیر الطبری: ج۲۵، ص۲۵ ،۱۶،۱۷۔ صواعق محرقہ ، ص۲۶۱۔

۱۴۔ الغدیر،ج۳ ،علامہ امینی نے اس آیت کی شان نزول کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ یہ آیت اہل بیتؑ علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہےاوراس سلسلے میں ۴۵مآخذ ذکر کئے ہیں۔

۱۵۔ سورۂ بقرہ ، آیت ۳۷۔

۱۶۔ تفصیلی معلومات کے لیے دُر منثور، ینابیع المودۃ، مناقب ابن مغازلی وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

۱۷۔ سورہ احزاب ،آیت ۳۳۔

۱۸۔ زندگانی حضرت فاطمہ زہرا(س)ص۲۲۵۔الکلمۃ الغراء فی تفصیل الزہرا، ص۲۰۰۔ سید عبد الحسین شرف الدین فرماتے ہیں کہ اسے امام احمد نے اپنی صحیح کی جلد۳، ص۲۵۹پر نقل کیا ہے۔اس روایت کو صحیح اور ابن ابی شیبہ ، ابن حریر ، ابن منذر، ابن مردویہ اور طبرانی وغیرہ نے (حسن)قرار دیا ہے۔

۱۹۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل صحابہ و مستدرک صحیحین، ج۳، ص۱۴۷۔ الدر منثور، ذیل تفسیر آیۂ تطہیر۔طبری ۲۲۵، صحیح ترمذی ،ج۵ ،حدیث ۳۷۸۷، مسند احمد،۶۲۹۲و ۳۰۴۔ اسد الغابہ ،ج۴ ، ص۲۹۔ تہذیب التہذیب ،ج۲ ،ص۲۵۸۔

۲۰۔ سورۂ دہر ،آیت ۸و۹۔

۲۱۔ کشاف ،ج۴ ۔صفحہ مجمع البیان ،ج۱۰۔ المیزان،ج۲۰، درمنثور، سورہ دہر کے ضمن میں۔

۲۲۔ سورۂ رحمٰن ،آیت ۱۹، ۲۰۔

۲۳۔ تفسیر در منثور ،جلد ۶،ص ۱۴۲، ۱۴۳، مشمولہ تفسیر فرمان علی مرحوم، ص۶۳۶۔

۲۴۔ سورۂ ضحیٰ، آیت۵۔

۲۵۔ در منثور ،جلد ۶، ص۳۶۱، سطر۳۱، مطبوعہ مصر، مشمولہ ترجمہ و تفسیر فرمان علی ، ص۷۱۷۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی منزلت رسولؐ وآل رسولؐ کی نظر میں

مولانا کوثر مجتبیٰ نقوی

جناب فاطمہ زہرا(س) کی سیرت پر بے شمار کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جن میں تقریباً ہر موضوع پر سیر حاصل تبصر ہ اور ہر ممکن روایات و احادیث کو نقل کرنے کی کوشش کی گئی ہے پھر بھی حق سیرت نگاری ادا نہیں ہوا اور حق بھی کیسے ادا ہو سکتا ہے آپ کی مدح سرائی خدا نے کی، کتاب خدا نے کی اور رسول خداؐ نے کی جنکی عظمت و منزلت رسول خداؐ کی زبان معجز بیان سے آشکار کی جائے بھلا غیر معصوم ان کی مدحت سرائی کریں یہ ناممکن ہی نہیں بلکہ محال معلوم ہوتا ہے یا اسے اس محاورہ سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ہم خاکی بندے اگر ان کی مدح وثناء کریں تو وہ سورج کو چراغ دکھانے کے مثل ہے رسولؐ خداکی نظر میں جناب فاطمہ زہرا(س) کی کیا منزلت تھی اس کا اندازہ حضورؐ کی احادیث سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کیونکہ آپ کی بیشتر احادیث کتب وتواریخ میں وارد ہوئی ہیں منجملہ اگر ایک دو یا چند احادیث بھی ملتیں تب بھی آپ کی عظمت و منزلت ان ہی احادیث سے اظہر من الشّمس ہو جاتی کیونکہ ایک ایک حدیث اپنی جگہ مستقل باب ہے جو کائنات میں کسی کے لئے بھی نظر نہیں آتی۔یعنی رسول خداؐ کا اپنی بیٹی کو **بضعة منّی** کہنا یا ان کو **اُمّ اَبیھَا** کا لقب دینا ،ان کے ہاتھوں کو چومنا ، ان کے استقبال میں کھڑا ہونا اور ردا بچھادینا ، جب سفر در پیش ہو تو سب سے آخر میں ان سے رخصت ہونا اور واپس آکر سب سے پہلے ان سے ملاقات کرنا، ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کی دشمنی کو اپنی دشمنی قرار دینا ، ان کو سیدۂ نساء العالمین اور خاتون جنت کی بشارت دینا ، ان کو چار بہترین خواتین میں شمار کرنا ، بلکہ ان کی رضا کو خدا کی خوشنودی اور ان کے غضب کو خدا کا غضب وناراضگی قرار دینا ، اور ان کو اپنا راز دار بنانا اور میدان مباہلہ میں جھوٹوں کے مقابلہ لیکر جانا ، نزول آیت تطہیر میں شامل ہونا ، قیامت کے دن انکے اہتمام کا اعلان کرنا اسی طرح آل رسولؐ کا وقتاً فوقتاً آپ کے فضائل ومناقب کا اعلان کرنا وغیرہ غرض کہ ہر حدیث اپنی جگہ جامع اور وضاحت طلب ہے مثلاً "**بضعةمنّی**"، سے صرف یہی مراد

ہے کہ فاطمہ (س) میرا جزو ہیں۔ یہ خود ایک تفصیل طلب موضوع ہے۔

فاطمہ زہرا (س) کا جزو رسولؐ ہونا

رسولؐ خدا کی اس معتبر حدیث سے بعض حضرات یہ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں کہ شاید انہوں نے محبت پدری میں اپنی بیٹی کے لئے اسطرح کے الفاظ بیان کردیئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عرب کا دستور یہی تھا کہ جب بھی کسی کو اپنا قریبی بتانا مقصود ہوتا تو اس طرح کے الفاظ بیان کئے جاتے تھے۔یا جب حضرت علیؑ کے ساتھ بعض لوگوں نے اپنی بیٹی کے عقد کا ارادہ ظاہر کیا وغیرہ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا پس منظر کچھ اور ہے جس کے مطالعہ سے جناب فاطمہ (س) کی منزلت رسولؐ خدا کی نظر میں کتنی تھی اس کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ تمام صحابہ کرام نبیؐ کی بزم میں موجود تھے کہ نبیؐ نے دریافت کیا، عورت کے لئے سب سے بہتر کیا چیز ہے ؟ اس سوال کو سن کر سب خاموش رہے جب میں اپنے گھر واپس آیا تو میں نے فاطمہ زہرا (س) کو رسولؐ خدا کا اسطرح دریافت کرنا بتایا تو انہوں نے فوراً جواب دیا کہ آپ نے یہ کیوں نہیں فرمایا ،عورت کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ نہ اسے کوئی غیر مرد (نامحرم) دیکھے نہ وہ کسی غیرمرد کو دیکھے جب میں نے یہ جواب نبیؐ اکرم کو تفصیل سے بتایا تو اس وقت حضور نے فرمایا بیشک فاطمہ میرا جزو ہیں [۱]۔

فاطمہ زہرا (س) کا امّ ابیہا ہونا

عجیب و غریب منزلت ہے جناب فاطمہؑ زہرا کی۔کہ رسولؐ اسلام ان کو امّ ابیہا یعنی اپنے باپ کی ماں کا لقب عطافرمارہے ہیں اگر اس میں ذرہ برابر بھی دنیاوی بو پائی جاتی یا محبت پدری کا امکان ہوتا تو زیادہ سے زیادہ ان کو بیٹی نہ کہہ کر بیٹا کہہ دیتے کیونکہ آپ کے فرزند دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور بیٹے کی تمنا واشتیاق کیونکہ ہر شخص کو ہوتا ہے اور مشاہدہ بھی یہی کہتا ہے کہ جس کے یہاں بیٹا نہیں ہوتا وہ اپنی بیٹی ہی کو بیٹا کہنے لگتا ہے اور کم از کم بچپن ہی میں اسے مردانہ لباس پہنا کر اپنے قلب کے لئے سکون اور راحت کا سامان فراہم کرلیتا ہے لیکن رسول خداؐ ان تمام رسومات سے ماوراء اپنی بیٹی کو امّ ابیہا فرمارہے ہیں یہ خود اس بات کا اعلان ہے کہ یہ باپ اور بیٹی کی محبت کو آشکار نہیں کررہے ہیں بلکہ ان کی واقعی اور حقیقی عظمت و منزلت کو قیامت تک کی عورتوں کے لئے اجاگر فرمارہے ہیں کہ بیٹی ہے لیکن باپ کی اس طرح خدمت کرتی ہے گویا ماں خدمت کررہی ہو [۲]جناب خدیجۃالکبریٰ کی وفات کے بعد آپ بہت زیادہ رنجیدہ اور مغموم ہوگئے تھے لیکن بیٹی نے اپنی ماں کے سلسلہ کے احساس کی اسطرح تلافی کی کہ نبی اکرمؐ کے زخموں کا بھی علاج فرماتیں ،ان کی دلجوئی بھی فرماتیں اور ان کے

کھانے پینے پر بھی توجہ رکھتیں غرضکہ ہر طرح اپنے بابا کے لئے راحت و سکون کے اسباب فراہم فرماتیں یہ عملِ نبیؐ صرف اسلئے تھا تاکہ دنیا ئے نسواں جناب فاطمہ (س) کو اسوۂ حسنہ بناکر اپنی زندگی کو بہترین انداز اور اسلام کے اصول وضوابط کے تحت گذار نے میں معین اور مدد گار سمجھے اور یہ حقیقت ہے کہ قیامت تک کے لئے آپ اسوۂ حسنہ ہیں جن سے کسبِ فیض کر کے ہر عورت اپنی زندگی کو اسلامی و اخروی اعتبار سے کامیاب و کامران بنا سکتی ہے۔

فاطمہ زہرا(س) کے لئے کھڑے ہونا اور ان کے ہاتھوں کو چومنا

رسول خداؐ کی نگاہ میں ایک بیٹی ہونے کے اعتبار سے ان کی اتنی قدرو منزلت ہے یا سیدۂ نساء عالمین اور تمام عورتوں کے لئے فاطمہ زہرا(س) کا اسوۂ حسنہ ہونا رسول خداؐ کو ان کے اس طرح متعارف کرانے کاذریعہ ہے وہ یہاں پر واضح ہوگیا کہ رسول خداؐ ان کے احترام میں کھڑے ہوجاتے تھے بلکہ انکے استقبال پر ان کے ہاتھوں کابوسہ لیتے تھے واضح رہے کہ یہ اس دور کی باتیں ہیں کہ جب عرب کے لوگ لڑکیوں کو زندہ درگور کردیا کرتے تھے یا کم از کم حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور بیٹے کو قابل فخر سمجھتے تھے ایسے پر آشوب دور میں نبی اکرمؐ معاشرے کے بالکل بر عکس عمل انجام دے کر صرف جناب فاطمہ (س) کے احترام ہی کا پیغام نہیں دے رہے تھے بلکہ قیامت تک کے لئے ان لڑکیوں کو حیات عطافرمارہے تھے کہ جن کو ذہنی طور پر حقیر سمجھا جاچکا تھا۔ چنانچہ متعدد کتبِ احادیث میں یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ نبیؐ اکرم جناب فاطمہ (س) کی آمد پر کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے اور ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے۔ امام ترمذی حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بھی وہ نبی اکرمؐ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ کھڑے ہوکر استقبال کرتے اور ہاتھوں کو چومتے نیز اپنی جگہ بٹھاتے اور جب آپ ان کے یہاں تشریف لاتے تو وہ آپ کے لئے کھڑی ہوجاتیں آپ کے دست اقدس کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔[۳]

جب آپ کو سفر در پیش ہوتا تو سب سے آخر میں جناب فاطمہ (س) کے پاس جاتے اور واپسی پر سب سے پہلے ان سے ملاقات فرماتے۔ جناب فاطمہ (س) کی قدر ومنزلت کی بہترین مثال یہ بھی ہے جسے بیشتر محدثین نے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا جب بھی کسی غزوہ میں جاتے تو سب سے آخر میں جناب فاطمہؑ کے گھر آتے اور واپسی پر سب سے پہلے ان کے دیدار کے لئے ان ہی کے گھر جاتے[۴] حاکم نے اسے دوسرے طریقوں سے نقل کیا ہے کہ جب بھی نبی اکرمؐ سفر کرتے تو ان کا آخری وقت فاطمہ زہرا(س) کے گھر ہوتا اور واپسی پر سب سے پہلے ان ہی سے ملاقات فرماتے اس سلسلہ میں آپؐ کا یہی عمل

کافی ہے کہ آپ ان کو دیکھ کر فرماتے: میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۵ آپ اپنی بیٹی کے دیدار کو اتنا مشتاق رہتے تھے کہ کہیں جائیں تو سب سے آخر تک ان کے پاس رہیں اور واپسی پر سب سے پہلے ان کو دیکھیں یعنی ان کے فراق اور ان سے جدائی کی مدت کم سے کم رہے۔ ہر سفر میں آپ کا یہی طرز رہتا تھا۔

ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان سے دشمنی کو اپنی دشمنی قرار دینا۔یہ حدیث کتنی گرانبہا ہے کہ آپ نے جناب فاطمہ (س) کی محبت کو اپنی محبت قرار دیکر ان کو اپنے لئے مرکز و محور قرار دے دیا اور افضل الانبیاء والمرسلین سرتاج انبیاء آخری نبیؐ کی رضا و ناراضگی کی بنیاد فاطمہ زہرا(س) ہیں جو ان کو خوش کرے گویا اس نے نبیؐ کو خوش کردیا اور جس نے ان کو ناراض کیا گویا نبی اکرمؐ کو ناراض کردیا۔ اس مفہوم کی بیشتر احادیث فاطمةبضعةمّنّی کے ذیل میں بھی متعدد کتب میں وارد ہوئی ہیں جن میں رسول خداؐ کی نظر میں جناب فاطمہ (س) کی قدرومنزلت بیان کی گئی ہے کہ فاطمہ کی رضا میری رضا اور ان کی ناراضگی میری ناراضگی ہے ۶ جو ان کو خوش کرے وہ مجھے خوش کرنے والا ہے یعنی ان سے محبت کرنا مجھ سے محبت کرنا ہے۔ بلکہ ان کی رضا کو خدا کی رضا و خوشنودی کا سبب اور ان کی ناراضگی کو خدا کی ناراضگی قرار دینا اب تو باپ اور بیٹی کی منزلت سے بڑھ کر خدا کی محبت ورضا اور اس کی ناراضگی وغضب کا معیار بنادیا جس سے جناب فاطمہ (س) کی عظمت کا حتمی طور پر احاطہ کرنا محال ہوگیا، مگر منزلت جناب فاطمہ (س) رسول خداؐ کی نظر میں ظاہر ہوگئی۔

فاطمہ زہرا(س) کی رضا خدا کی رضا اور ان کا غضب خدا کا غضب ہونا

نبی اکرمؐ کی اس حدیث نے منزلت جناب فاطمہ زہراؑ کو اتنا عروج عطا کردیا کہ کائنات انسانی میں کوئی بھی اُن کا مثل و نظیر نہیں ہوسکتا۔اور اسی حدیث سے ان کی عظمت ومنزلت کا خداکی نظر میں بھی عظیم اور بہت زیادہ ہونا معلوم ہوتا ہے لہٰذا وہ حضرات غورفرمائیں کہ جن کے کسی بھی عمل سے جناب فاطمہؑ کو اذیت ہوتی ہوکیونکہ فاطمہ(س) کی رضا خدا کی رضا اور اُن کا غضب خدا کے غضبناک ہونے کاسبب ہے ۷ اس حدیث نے جہاں جناب فاطمہ (س) کی منزلت کو رسول خداؐ کی نظر میں عظیم ہونا واضح کیا وہیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ خدا وند کریم کی بھی ایک برگزیدہ اور خاص کنیز تھیں اس لئے آپ کے جہاں دوسرے مشہور ومعتبر القاب ہیں ان ہی میں سے ایک لقب امة اللہ بھی ہے۔ قابل غور ہے نبیؐ خدا کی یہ حدیث کہ جس میں انہوں نے اپنی رضا وناراضگی سے بڑھ کر خدا کی رضا وغضب کا معیار جناب فاطمہ(س) کو قرار دیا جس نے ان کوخوش کیا اس نے خدا کو خوش کیا اور جس نے ان کو ناراض کیا اس نے خدا کو ناراض کیا۔

فاطمہ زہرا (س) کا سیدۂ نساء عالمین اور خاتون جنّت ہونا

جناب فاطمہ زہرا(س) کی قدرو منزلت رسول خدا کی نظر میں کس قدر بلند تھی کہ انہوں نے آپ کو سیدۂ نساء عالمین اور خاتون جنت بھی قرار دیا ایک طولانی حدیث عمران ابن حصین سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبیؐ جب اپنی چہیتی بیٹی کی عیادت کے لئے ان کے پاس پہونچے اور مزاج پرسی فرمائی تو انہوں نے اپنے درد کا شکوہ اس کے مسلسل اضافہ کے ساتھ فرمایا بیٹی کیاتم اس پر راضی نہیں ہوکہ تم ہی سیدۂ نساء عالمین ہو؟ پس جناب فاطمہ (س) نے معلوم کیا کہ بابا جناب مریم کیا ہیں ؟ فرمایا وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار تھیں تم عالمین کی عورتوں کی سردار ہو۸ اسی طرح جب آپ کاآخری وقت تھا اور جناب فاطمہ (س) آپ کے قریب پہونچیں تو آپ نے ان سے کچھ راز کی بات کہی جس پر انہوں نے گریہ فرمایا تب آپ نے فرمایا کہ بیٹی تم خاتون جنت ہو۹ یعنی جنت کی عورتوں کی سردار ہو اسے دیگر روایات میں مختلف طریقوں سے بھی دیگر محدثین نے نقل کیا ہے منجملہ ترمذی کی تفصیلی روایت جو حذیفہ کی رسول خداؐ سے ملاقات پر مبنی ہے اور ایک فرشتے کے واپس جانے کے بعد نبیؐ نے ان سے معلوم کیا کہ حذیفہ کیا تم نے ان کو پہچانا ؟ کہا نہیں تب آپ نے بتاتے ہوئے فرمایا کہ اس فرشتے نے مجھے بشارت دی کہ حسنؑ وحسینؑ جوانان جنت کے سردار اور فاطمہ زہرا(س) جنتی عورتوں کی سردار ہیں ۱۰ ظاہر ہے کہ رسول خداؐ کی نظر میں اس خاتون ہی کی قدر ومنزلت ہوگی کہ جو سیدۂ نساء عالمین بھی ہو اور خاتون جنت بھی۔

فاطمہ زہرا (س) کا خدا کی چار منتخب وافضل خواتین میں ہونا

رسول خداؐ کی نظر میں جناب فاطمہ (س) کی یہ منزلت تھی کہ بیشمار احادیث اور حددرجہ آپ کا حسن سلوک ان کے ساتھ تھا چنانچہ معتبر روایات میں ملتا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا نے عالمین کی عورتوں میں سے چار کا انتخاب فرمایا: آسیہ بنت مزاحم۔مریم بنت عمران۔خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت رسولؐ ۱۱۔ اس حدیث کو متعدد طریقوں سے بعض الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ نقل کیاگیاہے مثلًا رسول خداؐ نے فرمایا: مردوں میں تو بیشتر لوگ کامل واکمل ہیں لیکن عورتوں میں صرف مریم بنت عمران۔آسیہ زوجۂ فرعون۔خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ ہیں جو کامل ترین عورتیں ہیں ۱۲ تمہارے لئے مریم بنت عمران۔آسیہ زوجۂ فرعون، خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ ہی کافی ہیں ۱۳ یعنی صنف نسواں کے لئے صرف یہی مستورات کافی ہیں اور جناب فاطمہؑ تو یوں بھی قیامت تک کہ لئے اسوۂ حسنہ ہیں فاطمہ

زہرا(س) رسول خداؐ کی رازدار تھیں۔ یوں تو بہت سے اسرار اور بہت سے راز ہیں جن کی امین جناب فاطمہ(س) تھیں لیکن ایک ایسا راز جس پر ازواج رسولؐ کو بڑا ہی احساس ہوا اسکا اشارہ وہ بھی اختصار سے کرکے اپنے مضمون کو مرتبط کرتا ہوں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول خداؐ نے اپنے آخری لمحات حیات میں جناب فاطمہ(س) کو اپنے پاس بلایا تمام ازواج وہاں موجود تھیں لیکن آپ نے ان کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی جسے سن کر وہ رونے لگیں تو پھر آپ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے کان میں آہستہ سے کوئی راز کی بات کہی تو روتی ہوئی فاطمہ زہرا (س) ہنسنے لگیں، عائشہ نے پوچھا: اے بنت رسولؐ آخر آپ سے انہوں نے کیا فرمایا ؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے بابا کو دیکھا کہ انہوں نے مجھے رازدارانہ طور سے کچھ فرمایا ہے تو میرا خیال ہے کہ میں اسے راز ہی رہنے دوں اور جب تک آپ حیات ہیں کسی کو نہ بتاؤں۔ حضرت عائشہ کو یہ بات بڑی نا گوار گذری کہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا رازدار رسول خداؐ کیوں بنا۔ بالآخر آپ نے بعد وفات رسول خدا اس راز کو سب کے سامنے بیان کیا۔۔الخ۔۱۴؎ مزید بر آں، آپ کو میدان مباہلہ میں جھوٹوں پر لعنت کرنے اور صدیق وصدیقہ کے اثبات کے لئے اپنے ساتھ رکھنا ادھر چادر تطہیر کا مصداق قرار دینا اور محشر میں ان کے مخصوص انداز میں آنے کے بارے میں احادیث بیان کرنا خود ان کی عظمت ومنزلت کا اعلان کرنا ہے ۔

فاطمہ زہرا(س) کا روز قیامت آنا اور صراط سے گذرنا

نبیؐ اکرم نے فرمایا کہ انبیاء روز قیامت چوپایوں پر سوار ہو کر آئیں گے تاکہ اپنی قوم کے مومنین سے محشر میں وفا کر سکیں اور صالح اپنے ناقے پر سوار ہوں گے اور میں اپنے براق پر سوار ہوں گا جس کا قدم نگاہ کی آخری حد ہوگا اور فاطمہ میرے سامنے ہوں گی ۱۵؎اس طرح سے متعدد روایات نقل ہوئی ہیں جن میں جناب فاطمہ(س) کا بڑی عزت وشان سے محشر میں آنا بتایا گیا ہے اور صراط سے گذرنے کے لئے بھی بیشتر روایات ہیں جن میں آپ کا گذر بڑے احترام سے بتایا گیا ہے جیسے حضرت علیؑ نے فرمایا: کہ میں نے نبیؐ اکرم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک منادی پس پردہ سے ندادے گا اے حاضرین، اپنی آنکھیں بند کرلو کہ فاطمہ(س)بنت محمدؐ گذر جائیں۔ بالفاظ دیگر یہ بھی ہے کہ ندا آئے گی کہ وہ گذر رہی ہیں اور ان پر دو سبز چادریں ہوں گی ۱۶؎ آپ کی بیشمار احادیث اور بہترین سلوک خود اس بات پر شاہد ہے کہ آپ کی نظر میں جناب فاطمہ (س) کی کیا قدرو منزلت تھی اور تاریخ شاہد ہے کہ آل رسول کا عمل ان کی رفتار، ان کی گفتار، عمل ورفتار وگفتار رسولؐ کے عین مطابق تھا لہٰذا جومنزلت جناب فاطمہ(س)کی رسولؐ کی نظر میں تھی وہی آل رسولؐ کی نظر میں بھی

تھی۔ دامن مضمون میں گنجائش نہ ہونے کے باعث اختصار سے چند اشارے نذر ناظرین کررہے ہیں۔ رضا وغضب فاطمہ (س) رضاوغضب خدا ہے اس روایت کو معتبر راویوں نے جعفرؑ ابن محمدؑ ،انہوں نے اپنے والد محمدؑ ابن علیؑ سے،انہوں نے اپنے والد علیؑ ابن الحسینؑ سے انہوں نے حسنؑ ابن علیؑ سے، انہوں نے اپنے بابا علیؑ ابن ابی طالب سے، انہوں نے رسول خداؐ سے بیان فرمایا ہے اسی طرح فاطمہ (س) کے اکرام کی حدیث معتبرراویوں نے علیؑ ابن موسیٰؑ الرضا سے ،انہوں نے اپنے والد موسیٰؑ ابن جعفرؑ سے، انہوں نے اپنے والد جعفرؑ ابن محمدؑ سے، انہوں نے اپنے والد محمدؑ ابن علیؑ سے،انہوں نے اپنے والد علیؑ ابن الحسینؑ سے، انہوں نے اپنے والد حسینؑ ابن علیؑ سے، انہوں نے اپنے والد علیؑ ابن ابی طالب سے اور انہوں نے رسول خداؐ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: بروز قیامت جناب فاطمہ (س) اس حال میں محشور ہونگی کہ وہ آبِ حیات سے غسل کئے ہونگی اور ان پر کرامت کی خلعت ہوگی۔معتبر راویوں نے علیؑ ابن الحسینؑ سے انہوں نے اپنے والد حسینؑ ابن علیؑ سے، انہوں نے اپنے والد حضرت علیؑ سے نقل کیا کہ رسول خداؐنے پوچھا: اے فاطمہ (س) تم جانتی ہو تمہارا نام فاطمہؑ کیوں رکھاگیا ؟ حضرت فاطمہؑ نے پوچھا: آپ بتائیے کہ یہ نام کیوں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا: کیوں کہ خدا نے ان کو اور ان کی ذریت کو جہنم کی آگ سے دور رکھا ہے۔ ان کے علاوہ آل رسولؐ کی بیشتر احادیث ہیں جو اپنی جدۂ ماجدہ جناب فاطمہ (س) کی عظمت ومنزلت کو ظاہر کرتی ہیں کیونکہ ہر امام نے آپ کی اعلی منزلت کو آشکار فرمایا اور ان کے فضائل کے ساتھ بیشتر احادیثِ رسولؐ کو بھی نقل فرمایا ہے جس سے جناب فاطمہ (س) کی منزلت رسولؐ اور آل رسولؐ کی نظر میں بہت اعلی وارفع ثابت ہوتی ہے۔

خداوندکریم صنف نسواں کو توفیق عطافرماکہ وہ بنتِ رسولؐ کو اپنا نمونہ عمل قرار دیں تاکہ دنیوی و اخروی زندگی میں کامیابی حاصل ہوسکے۔

حوالہ جات:

۱۔ مودۃ القربی للہمدانی، ص ۱۰۳۔مسند البزر، ج۲، ص۱۵۹ و ۱۶۰ ۔حلیۃ الاولیاء، ج۲،ص۵۰ و۵۱ ۔ مجمع جوامع للسیوطی، ج۱۳ص ۸۵ ۔البزار للعسقلانی،ج۲،ص ۴۴۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق۔ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ وغیرہ

۲۔ فاطمہؑ،فاطمہؑ است ڈاکٹر علی شریعتی۔اسد الغابہ لابن اثیر، ج۵، ص۵۲۰۔ الاستیعاب لابن عبدالبر، ج۲،ص ۷۵۲۔

۳۔ سنن ترمذی، ص ۸۷۴۔ سنن ابی داؤد، ج ۳۳، ص ۵۸ ۴۔نسائی، ج ۷ ،ص۳۹۳۔

ادب المفرد ج۲، ص۵۱۹، المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۱۵۲۔

۴۔ مستدرک الصحیحین ، ج۱ ،ص ۴۸۹۔

۵۔ مستدرک الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۶ ۔

۶۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج ۲ ،ص ۴۰۔ احمد ابن حنبل، ج،۴ص ۳۲۸۔

۷۔ کنزالعمال، ج۶، ص۲۱۹، ذخائر القبی، ص۳۹۔ میزان الاعتدال للذہبی، ج۲،ص ۷۲ مستدرک، ج ۴، ص۳۲۸ ۔

۸۔ حلیۃالاولیاء لابی نعیم ج۲، ص ۴۲۔ذخائر العقبی، ص ۴۳۔

۹۔ کنزالعمال، ج۷ ،ص ۳۰۶۔ مستدرک الصحیحین، ج ۳،ص ۱۵۳ ۔

۱۰۔ صحیح ترمذی، ج۲،ص ۳۰۶۔ مسند احمد ابن حنبل، ج ۵،ص ۳۹۱۔ اسدالغابہ، ج ۵، ص۵۷۴۔ کنزالعمال، ج ۶ ، ص۲۱۷ ۔حلیۃ الاولیاء لابی نعیم۔ج ۴، ص ۱۹۰ ۔

۱۱۔ تفسیر درمنثور سیوطی۔اس آیت کے ذیل میں ''وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّـهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ۔۔۔الخ ''

۱۲۔ تفسیر ابن جریر طبری، ج/ ۳ ،ص ۱۸۰۔زمخشری ،کشاف میں اس آیت کے ذیل میں (ومریم ابنت عِمْرَانَ الّتی اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا) عسقلانی نے فتح الباری ،ج۷ ،ص۲۵۸۔

۱۳۔ تفسیر ابن جریر طبری، ج۳،ص۱۸۰۔ مستدرک الصحیحین، ج۲،ص ۴۹۷۔ ذخائر العقبی، ص۴۴۔

۱۴۔ کنزالعمال، ج۷، ص۱۱۱

۱۵۔ مستدرک الصحیحین، ج۳، ص ۱۵۳و۱۶۱۔ مستدرک الصحیحین، ج۳، ص۱۵۲ ۔اسد الغابہ،ج۵، ص۵۲۳۔ مجمع، ج ۹، ص۲۱۲۔

۱۶ ۔ ذخائر العقبی، ص۲۶۔کنزالعمال، ج۶، ص۲۱۹۔

فاطمہؑ بنت محمدؐ
شخصیت وافکار

پروفیسر شاہ محمد وسیم

صُبَّت عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْاَنَّھَا — صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لِیَا لَیَا
قَدْکُنْتُ ذَاتَ حِمٰی بِظِلِّ مُحَمَّدٍ — لَا أَخشٰی مِن ضیمٍ وَکَانَ حَما لیا

(میرے اوپر اتنے مصائب پڑے کہ اگر روشن دنوں پر پڑتے تو وہ کالی راتیں ہو جاتے۔ میں محمدؐ کے سائے تلے محفوظ تھی۔ میں کسی ظلم اور کسی ظالم سے نہیں ڈرتی تھی، وہ میری مضبوط ڈھال تھے)

اے وہ کہ جس نے اطاعت خداوند عالم کو یہ کہہ کر واضح کیا کہ خداوند عالم نے اپنی طاعت پر ثواب اور معصیت پر عذاب اس لئے مقرر کیا ہے، تاکہ اپنے بندوں کو عذاب سے دور رکھے اور بہشت کی طرف لے جائے۔۱

اے خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پارہ جگر اور اکلوتی بیٹی!

اے وہ کہ جنہیں ان کے پدر بزرگوار نے اُمّ ابیھا، کہا،

اے وہ کہ جن کے لئے پیغمبر برحق اور خاتم المرسلینؐ نے فرمایا کہ فاطمہؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

اے وہ کہ حضرت خدیجہؑ، ملیکۃ العرب، جس کی ماں تھیں۔

اے وہ کہ جس کا سامان جہیز اس دور کے حریص لوگوں کے لئے ایک پیغام عمل ہے۔

اے وہ کہ جو ایک قمیص، نقاب، کالے رنگ کا ایک نرم روؤں کا کمبل، کھجور کے پتوں سے بنا ہوا بستر، موٹے ٹاٹ کے دو فرش، چار چھوٹے چھوٹے چمڑے کے بنے تکیئے، ہاتھ کی چکی، تانبے کا بڑا لگن کپڑے دھونے کے لئے چمڑے کی ایک مشک، لکڑی کا بنا پانی پینے کا برتن، کھجور کے پتوں سے بنا ہوا برتن، جس پر مٹی پھیر دیتے ہیں، مٹی کے دو آبخورے، مٹی کی صراحی، زمین پر بچھانے کا چمڑہ، ایک سفید چادر اور ایک لوٹا ساتھ لائیں۔۲

اے وہ کہ جن کے پدر بزرگوار جناب رسول خدا ﷺ کے سامنے یہ جہیز پیش کیا گیا، تو آنحضرتؐ اس کو ہاتھ سے الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ خداوندا اہلبیتؑ رسولؐ پر برکت نازل

کر۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ اس جہیز کو دیکھ کر رونے لگے اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ خداوندا برکت نازل کر ان لوگوں پر، جن کے اچھے سے اچھے برتن مٹی کے ہیں" ۳۔

اے وہ کہ اپنے شوہر علیؑ کے گھر پہونچی تو" مینڈھے کی کھال...، ایک تکیہ جس میں کھجور کے پتے (بھرے) تھے، ایک پانی کی مشک، ایک آٹا چھاننے کی چھلنی، ایک پانی پینے کا پیالہ اور تولیہ کی قسم کا کپڑا پایا بس یہ سارا سامان تھا، جو حضرت علیؑ نے مہیا کیا تھا۔" ۴۔

اے وہ کہ جن کو ان کے شوہر (علیؑ) نے یہ کہہ کر نذرانۂ عقیدت پیش کیا، اور ان کی عظمت کو بیان کیا کہ فاطمہؑ جنت کا ایک پھول تھیں، جس کے کملانے کے بعد بھی اس کی مہک میرے دماغ کو معطر کر رہی ہے۔ جس نے اپنے ہمسایوں کی تکلیف کو گوارہ نہ کیا اور اپنا گھر چھوڑ کر جنت البقیع میں جا کر اپنے باپ پر رونا قبول کیا جس نے اللہ کی اتنی عبادت کی کہ اپنے تمام فرائض ادا کرتے ہوئے دن کو روزے رکھے اور رات کو نمازوں میں کھڑی رہیں کہ پاؤں پر ورم آ گیا۔ ۵۔

اے وہ کہ جس کے لئے حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے اپنے مرض الموت میں فاطمہؑ سے فرمایا: " اے فاطمہؑ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو تمام دنیا کی عورتوں کی، اس امت کی تمام عورتوں کی اور تمام مومنین کی عورتوں کی سیدہ و سردار ہے۔"! ۶۔

اے وہ کہ جس نے آنحضرتؐ کے استفسار کرنے پر کہ عورت کے لئے بہترین کیا چیز ہے، یہ فرمایا کہ کسی نامحرم مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی نامحرم مرد اس کو دیکھے (یہ سن کر آنحضرتؐ نے خوشی کا اظہار کیا۔)

اے وہ کہ جو مصداق آیۂ تطہیر ہے کہ سورۂ احزاب کی ۳۳ ویں آیت میں ارشاد باریٔ تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً (اے پیغمبرؐ کے اہلبیت! اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے، پاک و پاکیزہ رکھے)۔

اے وہ، جو شریک قافلۂ صادقین تھی، جس کی مدح سرائی قرآن یہ کہہ کر کر رہا ہے کہ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۷۔ (تو یہ کہا کہ (اچھا میدان میں) آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو، اس کے بعد ہم سب مل کر (اللہ کی بارگاہ میں) گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں)۔

اے وہ کہ جس کے لئے سورۂ دھر کی آیت ۸۔۷ نے ہمیں بتلایا ہے کہ یہ ان میں سے ہے جو

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (یہ وہ لوگ ہیں، جو نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ، جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوگی، ڈرتے ہیں۔ اور اس کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔) اور یہی نہیں اسی سورہ کی آیت ۹ میں ارشاد ہو رہا ہے۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۔ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو تم کو بس خالص اللہ کے لئے کھلاتے ہیں۔ ہم نہ تم سے بدلے کے خواستگار ہیں اور نہ شکر گزاری کے)۔

اے وہ کہ جس کی مودّت کا اقرار امت سے لیا گیا ہے۔ اس کا بیان ابن عباس نے یہ کہہ کر کیا ہے کہ لَمَا اَنْزَلْتَ هٰذِهِ الآيَة (قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ) قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰه ! مَنْ هٰؤُلآءِ الَّذِى اَمَرَنَا اللّٰهُ تَعَالىٰ بِمَوَدَّتِهِم ، قَالَ: عَلِيٌّ عليه السلام وَفَاطِمَة عَلَيهَا السَّلام وَاَبْنَاهُمَا (ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیت مودّۃ القربیٰ نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا کہ اے رسولؐ اللہ! وہ کون سے آپؐ کے قرابتدار ہیں، جن کی مودت کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے، تو (آپؐ نے) فرمایا: علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے پسران) ۸۔

اے وہ کہ جو گھر میں بیٹھنے والی تھی، مگر آنے والی نسلوں کے لئے مناجات اور دعاؤں کا ایسا بیش بہا خزانہ چھوڑا کہ مفکرین، علماء اور دانشوران کے معنی و مطالب بیان کرتے رہیں گے۔

اے وہ کہ جس کی تربیت نے دنیا کے سامنے حسنؑ اور حسینؑ اور زینبؑ وام کلثوم کو پیش کیا، ان تمام فضیلتوں کے ساتھ، اس طرح کہ بقول امیدؔ فاضلی:

جو یقیں کے لئے سرمایۂ جان ہوتی ہے ماں کوئی ایسی زمانے میں کہاں ہوتی ہے
فاطمہؑ علم و عمل کا وہ مثالی کردار جس کا ادراک ہے گہوارۂ ضبط و ایثار
جس کی ہر چین جبین، عزم و یقین کی تلوار تربیت ایسی کہ زینبؑ ہیں امامت آثار
ظلمت شام اسی نور سے تھرّاتی ہے لو اسی شمع کی تا کرب و بلا جاتی ہے

اے وہ کہ جس نے امور خانہ داری کی تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت کا عملی درس دیا۔ حقوق انسانی (Human Rights) کا اعلامیہ اپنے عمل سے اس طرح کیا کہ ایک دن خود کام کرتیں اور دوسرے دن کنیز فضہ! وحید اختر نے آسیائے فاطمہؑ کا ذکر یہ کہہ کر کیا ہے کہ:

ہے آسیائے فاطمہؑ افلاس کا غرور محنت کشوں کے دست جہاں آفریں کا نور
مستضعفین دہر کو رکھتی ہے یہ غیور مستکبرین وقت کے کرتی ہے خواب چور
فاقوں کا زور تشنہ لبوں کی تری ہے یہ
انکار طاقت وحشم و زرگری ہے یہ

خلوت میں فقر و صبر کی گوشہ گزیں رہیں　　کار امور خانہ میں عزلت نشیں رہیں
چاک لباس سیا، لب شکوہ بھی ہے سیا　　اشکوں کے ساتھ زہر و مصائب بھی پی لیا
نان جویں میں ساتھ خدا کے ولی کا ہے
صبر بتولؑ حوصلہ صبر علیؑ کا ہے

اے وہ جس کے لئے علماء و مصنفین نے واقعات کا ذکر نہایت عقیدت کے ساتھ کیا ہے، اس طرح کہ وہ آج دنیا بھر میں کراہتی ہوئی انسانیت کے لئے کامیابی کی منزل تک مشعل راہ ہیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے تحریر کیا ہے:

"امام حسنؑ مجتبٰی رضی اللہ عنہ می فرماید کہ دیدم مادر خود را فاطمہؑ کہ در محراب مسجد خانۂ خود نماز میگذارد تا زمانیکہ صبح طالع شد، شنیدم کہ مومنین و مومنات را بسیار دعا کرد مر نفس خود را ہیچ دعا نکرد۔ گفتم ای مادر مہربان چگونہ است کہ برای نفس خود ہیچ دعا نہ کردی۔ فرمود: اے پسرک، **اوّل الجوار ثم الدار**۔۔۔" مذکورہ عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ امام حسنؑ مجتبٰی نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ فاطمہؑ کو اپنے گھر میں نماز ادا کرتے دیکھا یہاں تک کہ صبح نمودار ہو گئی (اور) انہوں نے مومنین و مومنات کے لئے بہت زیادہ دعا کی لیکن خود اپنے لئے کوئی دعا نہ کی۔ میں نے (ان سے) کہا: اے مادر مہربان! کہ آپؑ نے خود اپنے لئے کوئی دعا نہ کی، تو آپؑ نے فرمایا: اے بیٹے! پہلے پڑوسی اور پھر اپنا گھر۔۔۔۹۔ اس طرح حضرت فاطمہؑ نے دنیا کو انسانیت اور اللہ کی بندگی کا سبق دیا۔ کیا یہ سماج و ملک میں امن، صلح و آشتی کا کارگر سبق نہیں ہے؟ ہے، بلکہ تمام عالم کے لئے، تمام بنی نوع انسان کے لئے اہم سبق نہیں ہے۔!

اے وہ کہ جس کے لئے ایک ایسا وقت بھی آیا کہ آپؑ روئیں بھی اور ہنسیں بھی! کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرض کے اخیر میں آپؑ کو بلا کر چپکے سے کچھ کہا، تو آپؑ رونے لگیں تھیں۔ اور دوسری بار یہ کہا کہ روؤ نہیں، اہلبیتؑ میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ پھر سیدہ فاطمہؑ ہنسنے لگیں۔" ۱۰۔

اے وہ کہ جس نے اپنے شفیق پدر بزرگوار کا مرثیہ ۱۱ یوں پڑھا:

میں محمدؐ کے سائے تلے محفوظ تھی۔ میں کسی ظلم اور ظالم سے نہیں ڈرتی تھی۔ وہ میری مضبوط ڈھال تھے۔ اب میں ہر ایک ذلیل کی منّت و سماجت کرتی ہوں اور اپنے ظلم سے ڈرتی ہوں۔ اس کے ظلم کو اپنی ردا سے دفع کرنے کی کوشش کرتی ہوں (کیونکہ میری تلوار چلی گئی)۔

پس جب رات کو قمری درخت کی شاخ پر اندوہ گیں ہو کر نالے کرتی ہے، تو میں بھی اس کے ساتھ صبح تک روتی ہوں۔

میں نے تمہارے بعد غم و حزن کو اپنا مونس بنالیا ہے اور آنکھوں سے جو آنسوؤں کی لڑی جھڑتی ہے، وہ

میری تلوار ہے۔
احمدؐ کی قبر کی مٹی سونگھنا میرے اوپر فرض ہوگیا ہے، کیونکہ میں اگر اسے نہ سونگھوں تو ہلاک ہو جاؤں گی، یعنی اس مٹی کی خوشبو سے میں زندہ ہوں!

اے وہ کہ جس نے اپنے پدر بزرگوار محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہہ کر یاد کیا: ۱۲؎

اِذَا مَاتَ یومٌ مَیتٌ قُلَ ذِکْرہ، وَذِکْر ابِی مُنْذُ ماتَ وَاللّٰہ اَزیدُ

فَذَکرتُ لَمَّا فَرّق الموتُ بیننَا فَعَزَیتُ نفسی بِالنّبی مُحَمَّد

فَقلتُ لها اِنَّ الْمَمَات سَبیْلُنا وَمَنْ لَمْ یَمُت فِی یَومٍ مَاتَ غَداً

(جب کوئی مرتا ہے تو مرنے والے دن سے اس کا ذکر کم ہونے لگتا ہے، اور بخدا میرے والد کی یاد تو جس دن سے ان کی وفات ہوئی ہے، برابر بڑھ رہی ہے۔ جب سے ان کی موت نے ہم میں جدائی کر دی ہے، اس وقت سے نبی محمدؐ کی تعزیت خود اپنے جی کو یہ کہہ کر دیتی ہوں کہ موت تو ہم سب کا راستہ ہے، جو آج نہ مرے گا کل مرے گا)

اے وہ کہ جو فریاد کرتی رہی، مگر اس کو اس کے حق سے محروم رکھا گیا:
اے وہ کہ جس نے اس ضمن میں مفہوم قرآن کو یہ کہہ کر بیان کیا۔

"... یہ کتاب اللہ میں ہے کہ تو اپنے باپ کی میراث پائے اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں... کیا تم لوگوں نے دیدہ ودانستہ کتاب اللہ کو چھوڑ رکھا ہے اور اسے پس پشت ڈال دیا ہے، حالانکہ اس میں ذکر ہے کہ جناب سلیمانؑ اپنے باپ داؤدؑ کے وارث ہوئے اور جناب یحیٰؑ کے قصہ میں حضرت زکریاؑ کی یہ دعا مذکور ہے کہ خداوندا مجھے اپنے پاس سے ایسا وارث عطا فرما کہ جو میری میراث پائے اور آل یعقوب کا ورثہ بھی لے۔ پھر اسی کتاب میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا رب تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہے کہ میراث کی تقسیم میں ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو... خدا تو یہ فرماتا ہے اور تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ میرا کوئی حق نہیں ہے۔ میں اپنے باپ کی وارث نہیں بن سکتی... میں اس پیغمبرؐ کی بیٹی ہوں، جو تم کو تمہارے سامنے آنے والے عذاب شدید سے ڈراتا تھا۔ پس تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا عمل کرتے ہیں۔ تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔" ۱۳؎

ہر حق شناس اور فرض شناس عظمت وجلالت فاطمہؑ بنت محمدؐ کا معتقد ہے، اور ہونا بھی چاہئے کہ بقول شاعر مشرق علامہ اقبال:

مریم از یک نسبتِ عیسیٰؑ عزیز از سہ نسبت حضرتِ زہرا(س) عزیز

نور چشم رحمۃ للعالمین — آن امام اوّلین و آخرین

بانوی آن تاجدار ھل اتیٰ — مرتضیٰ (ع) مشکل کشاء شیر خدا

مادر آن مرکز پرکار عشق — مادر آن کاروان سالار عشق

مزرع تسلیم را حاصل بتول علیہا السلام — مادر آن را اسوۂ کامل بتول

(حضرت مریمؑ عیسیٰ سے نسبت کی وجہ سے گرامی قدر ہیں، (جبکہ) حضرت زہراؑ تین نسبتوں کی وجہ سے گرامی قدر ہیں: نور چشم رحمۃ للعالمین (محمد مصطفیٰ ﷺ)، جو اوّلین اور آخرین کے امام ہیں، زوجہ ہیں ان کی جو تاجدار ہل اتیٰ ہیں، مشکل کشا، شیر خدا (علیؑ کی) اور مادر ہیں ان کی جو مرکز عشق دوام ہیں، ان کی جو کاروان سالار عشق (خدا) ہیں بتول (حضرت فاطمہؑ) مزرع تسلیم (رضا کا ماحاصل ہیں، تمام ماؤں کے لئے اسوۂ ہیں)

حضرت فاطمہؑ کے لئے جارج جرداق (George Jordac) نے اپنی کتاب "صوت العدالۃ الانسانیہ "میں تحریر کیا ہے کہ" امام حسینؑ کی قابل تکریم و باعزت والدہ ایک نہایت ہی مہربان اور رحم دل خاتون تھیں۔ان کی اس حد درجہ رحم دلی کی وجہ سے ان کے پدر (بزرگوار) رسول اللہؐ پر اور ان کے صحابہ پر قریش کے ہاتھوں برپا ہونے والی سختیوں نے انہیں ہمیشہ غمگین کیا۔ جنگ احد کے دن وہ حد درجہ افسردہ تھیں کہ بہت سے مسلمان قریش کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور ان کے لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ان کے لئے یہ ایک نہایت ہی غم کا منظر نامہ تھا کہ انہوں نے اپنے پدر (محمد مصطفیٰ ﷺ) کو اپنے چچا جناب حمزہؑ پر روتے ہوئے دیکھا تھا۔"[۱۴]

سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مدح سرائی مغربی مفکر (Louis Massignen) نے ایک دوسرے غیر دیانتدار مصنف اور مستشرق Lammens کا جواب دے کر یوں کی ہے:

" فاطمہؑ محمدؐ وخدیجہؑ کی صاحبزادی، علیؑ ابن ابی طالبؑ کی زوجہ، حسنؑ اور حسینؑ کی ماں... مسلم دنیا کے لئے لائق عزت وتکریم ہیں۔۔ جیسا کہ رواج ہے، فاطمہؑ کے نام نامی کے ساتھ ان کا لقب افتخار، الزہرا، یعنی ایک (پرنور) درخشاں شخصیت، شامل ہے۔ان کا نام نہایت ہی احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر تو یہ (بات ہے) کہ یہ شیعہ ہی ہیں، جو اعتماد (ویقین) کے ساتھ ان کے (معتقدین بن کر) اعتقادی ہالہ کے ساتھ ان کے ارد گرد رہے۔...Louis Massignon نے فاطمہؑ کو قابل تحسین پایا اور اسی طرح ان کا ذکر کیا۔ (اس نے) ان کی شناخت اس منزل پر کی، جیسا کہ عیسائیوں کے لئے اکثر (مقدس) کنواری مریمؑ کی یاد سے وابستہ ہے۔ وہ (Louis Massignon) پر الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ

غیر مربوط اور جداجدا بیانات کو (محض) یکجا کرکے مطمئن ہوگیا اور (اس طرح اس نے) کوئی کوشش انہیں معقول طورپر یکجا کرنے، انہیں مربوط کرنے اور ان کے (معنی و مطالب) کو اجاگر کرنے کی نہ کی،" باوجود اس کے کہ یہی ایک واحد طریقہ ہے"

Louis Massignon کہتے ہیں" جو ہمیں موقع فراہم کرتاہے کہ ہم سمجھ سکیں کہ کس طرح فاطمہؑ کے الہامی اقدامات (جو عمداً انجام نہ پاتے تھے) اجتماعی تاریخ اسلام (Collective Islmaic History) کی پیچیدہ فریب کاریوں (اور ان کے زیر اثر) تطبیق اور نظریات کو پار کرگئے"۱۵۔

سچ ہے کہ جیسا شارب لکھنوی نے کہاہے:

جلوہ نمائے شمع حقیقت ہیں فاطمہؑ آئینۂ کمال نبوّت ہیں فاطمہؑ
یہ مانتاہوں، ان کو رسالت نہیں ملی لیکن شریک کار رسالت ہیں فاطمہؑ

سیدۃالنساء العالمین حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہاکے دفن کے موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"۔۔۔اے رسول اللہ ! آپؐ کی برگزیدہ (بیٹی کی رحلت) سے میرا صبر و شکیب جاتارہا۔ میری ہمت وتوانائی نے ساتھ چھوڑ دیا، لیکن آپؐ کی مفارقت کے حادثۂ عظمیٰ اور آپؐ کی رحلت کے صدمہ جانکاہ پر صبر کرلینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر بھی صبر و شکیبائی ہی سے کام لیناپڑے گا۔۔۔اب یہ امانت پلٹائی گئی۔ گروی رکھی ہوئی چیز چھڑائی گئی۔ لیکن میرا غم بے پایاں اور میری راتیں بے خواب رہیں گی، یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لئے بھی اسی گھر کو منتخب کرے، جس میں آپؐ رونق افروز ہیں۔ وہ وقت آگیاکہ آپؐ کی بیٹی آپؐ کو بتائیں کہ کس طرح آپؐ کو گزرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپؐ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔آپؐ دونوں پر میرا رخصتی سلام ہو"۔۱۶۔

حوالے:

۱۔ اعیان الشیعہ، جلد۱، طبع جدید، صفحہ ۳۱۶

۲۔ ملاحظہ ہو اعیان الشیعہ، جلد دوم، دارالمعارف للمطبوعات، لبنان، بیروت، ۱۳۱۲ھ، صفحہ ۴۹۷۔

۳۔ ملاحظہ ہو کتاب " سیرت فاطمۃالزہراؑ" از جسٹس آغا سلطان مرزادہلوی، ادارہ اصلاح، کھجوا، عباس بکڈپو، لکھنؤ، صفحہ ۴۳۔

۴۔ ایضاً، صفحہ ۵۰

۵۔ مناقب ابن شہر آشوب، جز ۴، صفحہ ۱۴۔

۶۔ مسند ابی داؤد، طیالسی، حدیث شمار ۱۳۷۴۔

۷۔ سورۂ آل عمران، آیت ۶۱

۸۔ جلال الدین سیوطی، حج المطالب (باب دوئم) از عبید اللہ امر تسری، صفحہ ۷۰۔

۹۔ مدارج النبوہ، جلد ۲، فخر المطابع، ۱۲۷۰ھ، صفحہ ۵۴۴۔

۱۰۔ عبد الحق دہلوی، مدارج النبوہ، جلد دوئم، ترجمہ معین الدین نعیمی، دہلی، ۱۹۸۶، صفحہ ۶۹۸۔

۱۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد ا صفحات ۱۳۰۔۱۳۱۔

۱۲۔ انتخاب اشعار از فاطمہ زہراؑ۔

۱۳۔ علّامہ طبرسی کی کتاب الاحتجاج میں یہ خطبہ موجود ہے۔

۱۴۔ George Jordac The Voice of Human Justice انگریزی ترجمہ، فضل حق (اردو ترجمہ برائے مضمون از مصنف مضمون ہذا)، انصاریان پبلیکیشن، قم، اسلامی جمہوریہ ایران، ۱۹۹۰ء، صفحہ ۲۹۷۔

۱۵۔ Encyclopedia of Islam vol.II , E.T.Brill,Luzac &Co.,The Nethor land- pg.841-842

۱۶۔ خطبہ نمبر ۲۰۰، نہج البلاغہ، احباب پبلیکیشنس لکھنؤ ۱۹۸۲، ص ۶۳۴ تا ۶۳۵

فاطمہ زہراؑ کی عظمت
بعض مفسرین اہلسنت کی نظر میں

پروفیسر عراق رضا زیدی

پرودگار کونین نے انسانی تخلیق میں آدمی اور عورت دونوں کو برابر کا ذمہ دار قرار دیا۔ دونوں کی عظمت کالوہا منوایا۔ یہاں تک کہ ۴۹ ویں سورۂ الحجرات کی ۱۳ویں آیت میں اعلان کردیا" ہم نے تو سب کوایک مرداورایک عورت سے پیدا کیا۔" اسی طرح سورۂ آل عمران کی ۳۳ویں آیت میں جہاں حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، آل ابراہیمؑ اور آل عمران کو منتخب کیا گیا وہیں اسی سورہ کی ۴۲ویں آیت میں جناب مریم کے انتخاب کاذکر کردیا گیااور سورۂ قصص کی ۷ویں آیت میں " ہم نے مادر موسیؑ کی طرف وحی کی" بہت واضح ہے۔ ان کے علاوہ بھی جناب آسیہ اور جناب سارہ جیسی کتنی ہی عورتوں کی عظمت قبل اسلام بھی آسمانی کتابوں سے ثابت ہے۔ اتنی احتیاط کے باوجود نہ جانے کیسے معاشرے میں عورت کو وہ مقام حاصل نہ ہوسکاجو پیغمبران امت چاہتے تھے۔ قبل از اسلام محمدؐ، تولڑکی کی پیدائش ہی نحوست کی علامت سمجھی جانے لگی۔

بربریت کا یہ عالم ہوا کہ بچیوں کو زندہ درگور کیا جانے لگا۔ ایسے میں اللہ نے اپنے آخری نبی کو امین وصادق کی سند کے ساتھ مبعوث رسالت کیا۔ آپ کے ذریعے عورت کی عظمت بحال ہوئی۔ کئی اولاد کی ولادت کے باوجود نسل رسولؐ کاذریعہ ان کی طاہر ومطہر بیٹی فاطمہ زہراؑ کو ہی بنایا گیا۔ رسولؐ خدااپنی بیٹی فاطمہ زہراؑ کی عظمت وبزرگی کااعلان برابر فرماتے رہے تاکہ یہ سنت ہر انسان پر واجب ہو۔اور ہر مسلمان اپنی بیٹی کو رحمت سمجھے، زحمت سے تعبیر نہ کرے۔ عورتوں کو جائداد میں حقوق دے۔ ماں کے قدموں میں جنت کا تصور پیدا کیا۔ تاکہ ماں" بہن" بیٹی اور بیوی ہر عورت کی عزت وتکریم ہوتی رہے۔ بی بی فاطمہ زہرا(س) کی عظمت کے لئے سیکڑوں احادیث بیان کی۔ یہاں تک کہ انہیں جزورسالت بھی قرار دے دیا۔ اس طرح عورتوں کے لئے واحد ذات فاطمہ زہرا(س) کی ہے جن کی سیرت پر چلناواجب ہوا۔ جزورسالت کا مقصد ہی یہ ہواکہ کردار میں کسی طرح کا کوئی کھوٹ یا کمی دکھائی نہ دے۔ جس طرح پیغمبر اسلامؐ کاہر کام اسوۂ حسنہ ہے اسی طرح فاطمہ زہرا(س) کاہر کام اسوۂ حسنہ قرار دیا گیابقول آدمیؔ زیدی سیتھلی

مرسل اعظم کا جزو لازمی سیرت و کردار کی مظہر ہے تو
تیری سیرت پر بھی چلنا فرض ہے عورتوں میں مثل پیغمبرؐ ہے تو

اسی لئے حضور نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ (س) رکھا۔ جس کے لفظی معنی بچانے والی یا چھڑانے والی کے ہیں۔ پروردگار کے نزدیک بی بی کے آٹھ صفاتی نام اور ہیں صدیقہ، مبارکہ، طاہرہ، راضیۃ، مرضیۃ، محدثہ اور زہرا۔ جیسا کہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے:

"لفاطمة تسعةُ اَسْماءٍ عِنْدَ اللهِ عَزّوجَلّ: فَاطِمَة وَالصِّدِّيقَةُ وَالْمُبارَكةُ وَالطّاهِرةُ وَالزّكِيّةُ والرّاضيةُ وَالمَرضِيّةَ وَالْمُحَدِّثَةُ والزَّهْرَا، عَلَيهَا السّلام۔

آٹھویں امام علی رضاؑ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے اجداد سے سنا ہے رسولؐ خدا فرماتے تھے ان کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ نے خود ان کو اور ان کی ذریت کو آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ اسی طرح ہر نام کی وجہ اور تفصیل بیان کی گئی ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے "علل الشرائع" میں زید بن علیؑ سے روایت کی ہے کہ "میں نے امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ حضرت فاطمہ (س) کو محدثہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ملائکہ آسمان سے نازل ہو کر حضرت فاطمہ (س) کو اسی طرح پکارتے تھے۔ جیسے انہوں نے حضرت مریم کو پکارا تھا"۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چن لیا ہے۔ پاک و پاکیزہ بنایا ہے۔ اور کائنات کی عورتوں میں آپ کو منتخب کر لیا ہے۔

کلام پاک آپ کی عظمتوں کا قصیدہ پڑھتا ہے۔ مفسر قرآن مولانا فرمان علی صاحب نے تقریباً ۲۰ سے زیادہ آیتوں کا آپ کی شان میں اترنا بتایا ہے۔ لیکن کچھ آیتیں تو بہت واضح اور روشن ہیں جنہیں مفسرین نے ہمیشہ فاطمہ زہرا (س) کی شان میں ہی بتایا ہے۔

ان میں تیسرے پارے کی تیسری سورت کی ۶۱ ویں آیت ملاحظہ کریں:

" ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو ہم اپنی جانوں کو بلائیں تم اپنی جانوں کو، اس کے بعد ہم سب مل کر جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں"۔

بائیسویں پارے کی ۳۳ ویں سورت کی ۳۳ ویں آیت پر غور فرمائیں:

" اے اہل بیت! خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔" اور پچیسویں پارے کی ۲۳ ویں سورت کی ۲۵ ویں آیت بھی قابل غور ہے۔

"(اے رسول) تم ان لوگوں سے کہدو کہ میں اس تبلیغ رسالت کا اپنے قرابت داروں (اہل بیت) کی محبت

کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔"

آیئے اب ان آیتوں کی شرحیں یا تفسیریں ہندوستانی مسالک یا ہندوستان میں رائج پانچ مشہور ومعروف مسالک کے شارحین یا مفسرین کی ذہنی کاوشوں کے نتیجے کے سائے میں دیکھتے ہیں۔ ان میں پہلی تفسیر بریلوی مسلک کے بانی جناب احمد رضا خاں صاحب کی تفسیر "کنزالایمان القرآن الحکیم" ومحمد نعیم الدین مرادآبادی، دوسری تفسیر "الحکیم القرآن" از مولانا اشرف علی تھانوی از بانیان مدرسہ دیوبند (دیوبند مسلک) کی تفسیر، تیسری تفسیر جماعت اسلامی کے بانی مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تفسیر "التفہیم القرآن" چوتھی تفسیر وہابی مسلک کے مشہور ومعروف مولانا محمد جوناگڑھی مترجم اور مفسر مولانا صلاح الدین یوسف کی تفسیر جس کا کوئی الگ سے نام نہیں ہے، مگر یہ قرآن شریف سعودی وہابی حکمرانوں کی طرف سے حاجیوں کو تقسیم کیاجاتاہے۔ اور پانچویں تفسیر شیعہ مسلک سے متعلق مولانا فرمان علی صاحب کی ہے۔ اس تفسیر کے آئینے میں بحث کاآغاز کیاجارہا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ایسی روشن اور واضح آیات کے ہوتے ہوئے حقیقی دوستداران فاطمہ زہرا (س) اور دوستی کا صرف دعویٰ کرنے والے عظمت فاطمہ زہرا (س) سے بے بہرہ مفسرین کابی بی کی عظمت کے بارے میں کیاعقیدہ ہے:

پہلی آیت "ابنائنا" کاترجمہ مولانااحمد رضا خان نے اس طرح کیا ہے۔

"آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔"

خلاصہ تفسیر: عیسائی گروہ کے سب سے بڑے عالم عاقب نے اپنی جماعت سے کہا تم پہچان چکے کہ محمدؐ نبی مرسل تو ضرور ہیں تم نے اگر ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤگے۔" اس مشورے کے بعد وہ رسولؐ کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضورؐ کی گود میں تو امام حسینؑ ہیں اور دست مبارک میں حسنؑ کا ہاتھ اور فاطمہ (س) اور علیؑ حضورؐ کے پیچھے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور حضور ان سب سے فرمارہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔

نجران کے سب سے بڑے نصرانی عالم (پادری) نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا: "اے جماعت نصاریٰ! میں ایسے چہرے دیکھ رہاہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹانے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹادے۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا ہلاک ہو جاؤگے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔۔۔"

مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ بھی تقریباً یہی ہے۔ انہوں نے صرف جانوں کی جگہ تنوں کا ترجمہ کیا ہے؟ مفہوم میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ البتہ تفسیر کا چہرہ بدل دیا ہے۔

" آیت میں اپنے تن سے مراد تو خود اہل مباحثہ ہیں اور نساء سے خاص زوجہ مراد نہیں بلکہ اپنے گھر کی جو عورتیں ہوں جن میں دختر بھی شامل ہے مراد ہیں۔ چنانچہ آپ بوجہ اس کے کہ حضرت فاطمہؓ سب اولاد میں زیادہ عزیز تھیں ان کو لائے اسی طرح ابنائنا میں سے خاص صلبی اولاد مراد نہیں بلکہ عام ہے اولاد کی اولاد کو بھی اور ان کو بھی جو مجازاً اولاد کہلاتے ہوں یعنی عرفاً مثل اولاد کے سمجھے جاتے ہوں، اس مفہوم میں نواسے اور داماد بھی داخل ہیں۔ چنانچہ آپ حضرات حسنین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو لائے۔ مباہلہ اب بھی حاجت کے وقت جائز اور مشروع ہے۔ مباہلہ کا انجام کہیں تصریحاً تو نظر سے نہیں گزرا مگر حدیث میں قصہ مذکور کے متعلق اتنا مذکورہ ہے کہ اگر وہ لوگ مباہلہ کر لیتے تو ان کے اہل اور اموال سب ہلاک ہو جاتے۔"

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ترجمہ مندرجہ ذیل کیا ہے:

"اے نبیؐ اس سے کہو کہ " آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو لے آئیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔"

خلاصہ تفسیر: مسیحیت کے مختلف عقائد میں سے کسی کے حق میں بھی وہ خود اپنی کتب مقدسہ کی ایسی سند نہ پاتے تھے جس کی بنا پر کامل یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتے۔۔۔الخ

پھر بھی اُن کی سیرت۔۔۔ اور کارناموں کو دیکھ کر اہل وفد اپنے دلوں میں آپ کی نبوت کے قائل ہو گئے تھے۔

نوٹ: واقعے یا پنجتن کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

سعودی عرب سے تقسیم ہونے والے قرآن میں آیت " ابنائنا" کا ترجمہ " تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلالیں، پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں"۔

خلاصہ تفسیر: یہ آیت مباہلہ کہلاتی ہے۔۔۔الخ۔۔۔ اس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ نو ہجری میں نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں وہ جو غلو آمیز عقائد رکھتے تھے اس پر بحث و مناظرہ کرنے لگا۔ بالآخر یہ آیت نازل ہوئی اور نبی ﷺ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ لیا، اور عیسائیوں سے کہا کہ تم بھی اپنے اہل وعیال کو بلالو اور پھر مل کر جھوٹے پر لعنت کی بد دعا کریں۔ عیسائیوں نے باہم مشورے کے بعد مباہلہ کرنے سے گریز کیا اور پیش کش کی کہ آپ ہم سے جو چاہتے ہیں ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔

آخر میں جعفری مسلک کے مولانا فرمان علی صاحب کا ترجمہ مباہلہ پیش کیا جا رہا ہے:
تو کہو کہ اچھا میدان میں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب مل کر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔
خلاصہ تفسیر: جس دن یہ مباہلہ ہونے والا تھا۔۔۔آپ نے تڑکے حضرت سلمان کو ایک سرخ مخمل اور چار لکڑیاں دے کر اسی میدان میں ایک چھوٹا سا سائبان کھڑا کرنے کو روانہ کیا اور خود اس شان سے برآمد ہوئے کہ امام حسینؑ کو بغل میں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ تھاما اور جناب سیدہ کو اپنے پیچھے لیا اور حضرت علیؑ کو ان کے پیچھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے بیٹوں کی جگہ نواسوں کو اور عورتوں کی جگہ اپنی صاحبزادی فاطمہ (س) کو اور اپنی جان کی جگہ حضرت علیؑ کو لیا اور دعا کی کہ خداوندا ہر نبی کے اہل بیت ہوتے ہیں یہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔ جب آپ اس شان سے میدان میں پہنچے تو نصاریٰ کا سردار عاقب ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا خدا کی قسم میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے کو کہیں گے تو یقیناً ہٹ جائے گا۔ اسی میں خیریت ہے کہ مباہلہ سے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ قیامت تک نسل نصاریٰ سے ایک نہ بچے گا۔

مندرجہ بالا ترجموں اور تفاسیر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اور مولانا فرمان علی صاحب کی تفاسیر تقریباً یکساں ہیں اور دونوں ہی بی بی فاطمہ ان کے والد شوہر اور بچوں کی عظمت کے قائل ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے ذرا گھما پھرا کر ان ذوات مقدسات کی عظمت و تکریم کو قبول کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں اور اشرف علی تھانوی صاحب کو سیادت یا اولاد فاطمہ ہونے کا دعویٰ بھی نہیں ہے لیکن علامہ مودودی خود کو سید بھی لکھتے ہیں اور اپنے اجداد کی عظمت کا اعتراف بھی نہیں کرتے حالانکہ مولانا جوناگڑھی نے اس آیت کی تفسیر میں حقیقت اور صداقت سے کام لیا ہے۔ لیکن سید صاحب نے کچھ اس طرح واقعہ مباہلہ کی صداقت و روایت سے انحراف کیا ہے گویا ان کا مقصد پنجتن پاک کی عظمتوں پر پردہ ڈالنا ہو۔ لیکن پانچ دانشوروں میں سے ایک کی اہمیت ہو سکتی ہے۔ یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جبکہ اہل سنت حضرات مودودی اور خمینیؒ بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے بھی نہیں تھکتے۔ لیکن مباہلے میں پنجتن پاک کی عظمت ان کا سچا ہونا۔ ان کے کہنے سے پہاڑوں کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا جیسا یقین ثابت کرتا ہے کہ عورتوں میں صرف اور صرف رسولؐ کی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا کے کردار میں ہی اپنے والد جیسی کشش تھی۔
اسی طرح آیت تطہیر کے سلسلے میں مولانا احمد رضا صاحب نے ترجمہ کیا ہے " اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے"۔

خلاصہ تفسیر: اس آیت سے اہل بیتؑ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہل بیتؑ میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ اور حسنین کریمینؓ سب داخل ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھنے اور تم کو (ہر طرح ظاہراً و باطناً) پاک صاف رکھے۔

تفسیر، شرح یا حاشیہ کچھ بھی درج نہیں ہے۔

ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی:

اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو تم سے وہ (ہر قسم کی)، گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

خلاصہ تفسیر: اہل بیتؑ سے کون مراد ہیں! الخ: اس لئے ازواج مطہرات کا اہل بیتؑ ہونا نص قرآنی سے واضح ہے۔ بعض حضرات بعض روایات کی رو سے اہل بیتؑ کا مصداق صرف حضرت علی و فاطمہ، اور حضرت حسن و حسینؓ کو مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو اس سے خارج سمجھتے ہیں، جبکہ اول الذکر ان اصحاب اربعہ کو اس سے خارج سمجھتے ہیں، تاہم اعتدال کی راہ اور نقطہ متوسط یہ ہے کہ دونوں ہی اہل بیت ہیں۔ ازواج مطہرات تو اس نص قرآن کی وجہ سے اور داماد و اولاد روایات کی رو سے جو صحیح سند سے ثابت ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی چادر میں لے کر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں"۔ الخ:۔۔۔

ترجمہ علامہ مودودی: اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت نبی سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کردے۔

خلاصہ تفسیر: "اور خود اس آیت کا سیاق و سباق ہر چیز اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہے کہ نبیؐ کے اہل بیتؑ میں آپ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں اور آپ کی اولاد بھی۔ بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کا اصل خطاب ازواج سے ہے اور اولاد مفہوم لفظ کے اعتبار سے اس میں شامل قرار پاتی ہیں۔۔۔"

ترجمہ مولانا فرمان علی:

اے (پیغمبر کے) اہل بیتؑ خدا تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے، ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔

خلاصہ تفسیر: "اس پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے اور سنیوں اور شیعوں میں سے کوئی اس کا مخالف نہیں کہ اہل بیت رسولؐ، حضرت علیؑ، جناب فاطمہؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں اور اس میں اہل سنت کا خیال

ہے کہ اس میں ازواج بھی شامل ہیں اور مدح و ثناء اور اہل بیتؑ میں داخل لیکن یہ خیال چند وجوہ سے بالکل غلط ہے۔"

اس کے بعد قواعد کی بناپر اپنی بات ثابت کی ہے۔

مندرجہ بالا بحث میں صرف مولانا اشرف علی تھانوی شامل نہیں ہیں۔ باقی تین حضرات نے ازواج اور اولاد دونوں کو اہل بیت مانا ہے۔ مولانا جو ناگڑھی نے تو اس آیت کے نزول سے متعلق حدیث کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جسے حدیث کساء کہا جاتا ہے۔ صرف علامہ مودودی نے تنہا ازواج کو اہل بیتؑ میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو حدیث کساء کی حدیث کے بعد جیسا کہ مولانا جو ناگڑھی نے درج کیا ہے۔ علامہ مودودی کی بات میں کوئی دم نہیں رہتا۔ دبے لفظوں میں انہوں نے بھی بادل ناخواستہ اولاد کو اہل بیتؑ کے زمرہ میں مانا ہے۔

تیسری آیت جسے آیت قربیٰ کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں اورنگ زیب مغل بادشاہ نے اپنے وصیت نامے میں لکھا ہے کہ اس آیت سے مراد سادات کرام ہیں۔ اس لئے ان کی عزت و تکریم لازم ہے ظاہر ہے سادات کرام بی بی فاطمہ زہراؑ کی اولاد ہونے کی بناپر سادات کرام ہیں۔ اس ذیل میں مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔

خلاصہ تفسیر: "اہل قرابت سے کون کون مراد ہیں اس میں کئی قول ہیں ایک تو یہ کہ مراد اس سے حضرت علی و حضرت فاطمہ و حسنین کریمین ہیں" اس کے علاوہ آل عقیل آل جعفر آل، عباس اور نبی ہاشم و بنی مطلب اور ازواج وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے"۔

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی:

"آپ (ان سے) یوں کہیے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے۔"

حاشیہ: یعنی اتنا چاہتا ہوں کہ میرے تمہارے جو تعلقات رشتہ داری کے ہیں جو کہ تمام قریش میں بلکہ تمام عرب میں پھیلے ہوئے تھے ان کے حقوق کا تو خیال رکھو۔"

ترجمہ مولانا محمد جو ناگڑھی:

"تو کہہ دیجئے! کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی۔"

خلاصہ تفسیر: "نبی کریم ﷺ کی آل یقیناً حسب و نسب کے اعتبار سے دنیا کی اشرف ترین آل ہے اس سے محبت اس کی تعظیم و توقیر جزو ایمان ہے۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی احادیث میں ان کی تکریم اور حفاظت کی تاکید فرمائی ہے۔ لیکن اس آیت کا کوئی تعلق اس موضوع سے نہیں ہے، جیسا کہ

شیعہ حضرات کھینچا تانی کرکے اس آیت کو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے ساتھ جوڑتے ہیں اور پھر آل کو بھی انہوں نے محدود کردیا ہے۔ حضرت علیؓ وحضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہما تک۔۔۔ پھر یہ آیت اور سورت مکی ہے جب کہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان ابھی عقد ازدواج بھی قائم نہیں ہوا تھا۔۔۔"

مندرجہ بالا تفسیر سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ مفسر کے ذہن میں اس آیت کا مصداق "فاطمہ زہرا" ہی ہیں لیکن اس کا مسلک اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس آیت کا مرکز بی بی فاطمہؑ کی ذات بنے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ دنیا میں بی بی فاطمہ زہرا، کائنات کے اشرف ترین خاندان کی اشرف ترین عورت ہیں۔ اگر ان کی محبت اجر رسالت قرار دے دی گئی تو مسلک کی دیوار ہی منہدم ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ راستہ نکالا گیا کہ رشتہ داری کی قرابت جس سے کوئی بات بنتی معلوم نہیں ہوتی۔

مولانا مودودی نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:

"اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو کہ اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ البتہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں۔

خلاصہ تفسیر: "تیسرا گروہ "قربیٰ" کو اقارب (رشتہ داروں) کے معنی میں لیتا ہے اور آیت کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ "میں تم سے اس کام پر کوئی اجر اس کے سوا نہیں چاہتا کہ تم میرے اقارب سے محبت کرو۔" پھر اس گروہ کے بعض حضرات اقارب سے تمام بنی عبد المطلب مراد لیتے ہیں۔ اور بعض اسے صرف حضرت علیؓ فاطمہؓ اور ان کی اولاد تک رکھتے ہیں۔ لیکن متعدد وجوہ سے یہ تفسیر کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اول تو جس وقت مکہ معظّمہ میں سورہ شوریٰ نازل ہوئی اس وقت حضرت علیؓ وفاطمہ کی شادی تک نہیں ہوئی تھی اولاد کا کیا سوال۔۔۔۔"

ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب

"(اے رسول) تم کہدو کہ میں اس تبلیغ رسالت کا اپنے قرابت دارو (اہل بیتؑ) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔

خلاصہ تفسیر: "پھر اسی وقت کسی نے پوچھا۔ یا حضرت جن کی محبت کو خدا نے واجب کیا ہے وہ کون ہیں؟ فرمایا: علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ۔۔۔"

غرضکہ فاطمہؑ زہرا کی ذات وہ بزرگ ترین ذات ہے جس کی عظمت و عفت کا قائل دور حاضر کے ہر مسلک کا رہنما نظر آتا ہے۔ شیعہ صوفی اور تفضیلی مسلک کے رہنما تو جان دینے کی حد تک بی بی سے محبت کرتے ہیں۔ وہ ان کو صرف بزرگ ترین ہی نہیں مانتے بلکہ معصوموں کی

صفوں میں بھی کائنات کی سبھی عورتوں سے افضل سمجھتے ہیں ۔ صرف ایک مولانا مودودی صاحب ہیں جو تذبذب میں نظر آتے ہیں۔ ممکن ہے خلافت وملوکیت تحریر کرنے کے بعد ان کی جماعت پر جو قہر ٹوٹا تھا وہ اس سے ڈر گئے ہوں اور سیادت کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنی دادی کی صحیح عظمت سے واقف نہ ہوسکے ہوں۔ ورنہ حدیث کساء اور "فَاطِمَةُ بَضعَةٌ مِّنّی" جیسی احادیث مندرجہ بالا قرآنی آیتوں کا مصداق صرف اور صرف فاطمہ زہراؑ، ان کے شوہر اور ان کے بچے ہی ہیں۔ جن کا محور ومرکز ذات فاطمہ زہراؑ تھیں، ہیں اور رہیں گی۔

مآخذ:

۱۔ القرآن کریم ،ترجمہ مولانا حافظ فرمان علی ،عباس بک ایجنسی لکھنؤ۔

۲۔ کنز الایمان القرآن الحکیم: علامہ احمد رضا خاں صاحب۔ تفسیر مولوی نعیم الدین مرادآبادی، یاسین بک ڈپو دہلی۔

۳۔ القرآن الکریم، ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی، تاج کمپنی لاہور۔

۴۔ القرآن الکریم ،ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی، تفسیر وحاشیہ مولانا صلاح الدین یوسف، شاہ فہد قرآن پرنٹنگ کمپلیکس۔

۵۔ تفہیم القرآن ترجمہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی ،مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز دہلی ۲۵۔

۶۔ وصیت نامہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ، مخطوطہ رضا لائبریری رامپور۔

فیضان فاطمہ سلام اللہ علیہا

سید جعفر رضا بلگرامی

"رسولؐ کی بیٹی جناب سیدہ کے مقبول ترین نام **فاطمہ**(س)، **زھرا** اور **اُمّ ابیھا** ہیں۔ یہ الفاظ محض نام رکھنے کا مقصد پورا نہیں کرتے۔ ان کے معنی و مفہوم کے ارد گرد پوری شخصیت سنواری گئی ہے۔ اس لئے جناب سیدہ کا کردار ان الفاظ کے مفہوم کی تفسیر بن گیا ہے۔ انہیں الفاظ کی صفتوں کے مجموعہ کا نام " خلق عظیم " ہے جو رسولؐ کا خطاب ہے۔ یعنی فاطمہ زہرا اور **اُمّ ابیھا** کے اوصاف کو الگ الگ خانوں میں بانٹ کر سمجھنے کی کوشش کیجئے تو وہ رسولؐ کی بیٹی کی پہچان بن جاتے ہیں۔ ان کے " اجتماع" کو سمجھنے کی کوشش کیجئے تب " خلق عظیم" سمجھ میں آنے لگتا ہے، جو براہ راست سمجھنا مشکل ہے۔ اس طرح جناب سیدہ اپنی پہچان کے علاوہ خود رسولؐ کے خطاب خلق عظیم کے سمجھنے میں بھی مددگار ہیں۔ اس طرح یہ الفاظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے بیک وقت سیدہ کے کردار کی تشریح اور رسولؐ کے خلق عظیم کی تفسیر ہیں۔ اس لئے ان الفاظ کے معنیٰ سمجھنا بہت اہم ہیں جن کے اوصاف، علیحدگی میں بیٹی کو اور اجتماع میں باپ کو متعارف کراتے ہیں۔"

فاطمہ (س) : عربی زبان میں فاطمہ، فاطم کی تانیث ہے جس کے معنیٰ چھڑانے کے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون کون سے ناپسندیدہ و ناگوار عناصر تھے جن کو فاطمہ (س) کی زندگی سے چھڑایا گیا اور پرورش وتربیت میں ان کو علیحدہ رکھا گیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ فاطمہؑ کی زندگی انتہائی سادہ تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی زندگی کو عیش و عشرت اور تعیش کی زندگی سے چھڑایا گیا۔ یہ بات اس لئے بھی اور اہم ہو جاتی ہے کہ عورت فطرتاً سجاوٹ و بناوٹ کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اس فطرت کے خلاف جناب فاطمہؑ کی زندگی اس طرح کی ریاکاری، نمائش و دکھاوے سے بالکل پاک تھی۔ کچھ حدیثوں میں ملتا ہے کہ ایک بار جناب فاطمہؑ نے کچھ زیورات اور دروازے کے پردے خریدے تھے رسولؐ کی معنیٰ خیز نگاہوں کو دیکھتے ہی جناب فاطمہؑ نے ان سب کو خیرات کر دیا۔ جب رسولؐ کو معلوم ہوا تو خوشی سے بار بار کہتے تھے اس نے وہی کیا جو میری نیت تھی۔ وہ اپنے باپ کی اور زیادہ چہیتی ہو گئی ہے۔ فاطمہؑ اپنی سادہ زندگی سے یہ پیغام دے رہی ہیں کہ "سادگی میں عافیت ہے، سادگی میں فلاح ہے،" سادگی میں تحفظ ہے اور سادگی میں خوشحالی ہے، اصراف کے کلچر کی گردیدہ، لیکن پریشان حال دنیا کے لئے یہ سادہ زندگی کتنی راحت افزا اور

باعث تسکین ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ اپنے فرائض کو احساس ذمہ داری کے ساتھ نبھاتی تھیں۔ وہ خانگی معاملات اور بچوں کی پرورش وتربیت میں اتنی ہی مخلص تھیں جتنا کہ عبادت میں۔ انکی زندگی میں دنیاوی اور دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوئی فرق نہ تھا۔ یہ ان لوگوں کے لئے سبق ہے جو دنیاوی ذمہ داریوں کے پیش نظر دینی ذمہ داریوں یا دینی ذمہ داریوں کے پیش نظر دنیاوی ذمہ داریوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ جناب فاطمہؑ کا پیغام یہ ہے کہ ان میں سے کسی کا بھی نظر انداز ہو جانا سماج کی مادی یا روحانی فلاح کے منافی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ کے کہنے اور کرنے میں سچائی اور ایمانداری پائی جاتی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی کو جھوٹ اور بے ایمانی سے چھڑایا۔ مصلحتاً سچ اور عادتاً جھوٹ بولنے والی دنیا کو ابھی اس زندگی کے فیض کا احساس تک نہیں ہے۔ وہ ابھی اس زندگی کی رحمت و نعمت کی متمنی ضرور ہے۔ لیکن مستحق نہیں ہوئی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ کی زندگی میں انصاف و(ایکیوٹی Equity) کا تصور بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ زندگی ناانصافی سے بالکل پاک تھی ایکیوٹی بھی ایک طرح کا انصاف ہے لیکن اردو زبان میں اس کا کوئی لفظ نہیں ہے اس لئے انصاف کی یہ اصطلاح تشریح طلب ہے۔ اگر فرد کے انصاف سے کوئی سماجی انصاف سرزد ہو جائے یا قانون کی کوتاہی سے غیر شعوری طور پر ناانصافی ہو جائے تو ایسی سماجی و قانونی کوتاہی دور کرنا" ایکیوٹی" کہلاتا ہے۔ جناب فاطمہؑ کی زندگی میں "ایکیوٹی" کی دونوں مثالیں ملتی ہیں۔ یہ "ایکیوٹی کا ادراک تھا کہ گھر کے فرائض فاطمہؑ اور فضہ کے درمیان بٹے ہوئے تھے۔ فضہ کے فرائض کی ادائیگی کا دن جناب فاطمہ (س) کے آرام کا دن تھا اور جناب فاطمہ (س) کے فرائض کی ادائیگی کا دن جناب فضہ کے آرام کا دن تھا۔ اس میں انفرادی انصاف کے علاوہ سماجی انصاف کے تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں۔ باغ فدک کے مقدمہ میں جناب فاطمہؑ یہ بتانے کے لئے گئی تھیں کہ یہ سوچ ہی غلط ہے کہ خدا کے پیغمبر کی جائیداد کا کوئی فرد وارث نہیں ہو سکتا۔ وہ نوح سے محمد تک مثالیں دے کر یہ بتلا رہی تھیں کہ یہ غلط سوچ قانونی کوتاہی پیدا کرتی ہے جس سے ناانصافی سرزد ہوتی رہے گی۔ اس کوتاہی کو دور کرنا Equity ہے۔ موجودہ اصطلاح میں وہ خلیفۂ وقت کو بتلانا چاہتی تھیں کہ " سربراہی عمل ہے، رُتبہ نہیں" ذاکرین اپنی ناواقفیت یا سہل پسندی میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ اپنا حق مانگنے گئیں تھیں۔ وہ قانونی کوتاہی درست کرنے بھی گئیں تھیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس درستگی میں مصلحت وقت کے تقاضے پورے نہ ہوتے تھے اس لئے یہ کوتاہی برقرار رکھی گئی لیکن اس کے برے نتائج بھی سامنے آئے۔ جس کی تشریح اس مقالہ کے حدود سے باہر ہے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جناب فاطمہ (س) منکسر المزاج تھیں اور مساوات کے تصور کی قائل تھیں۔ ان کی عملی زندگی میں انکساری و مساوات کے اوصاف جھلکتے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے اپنی زندگی کو بالادستی، برتری اور عدم مساوات سے چھڑایا۔ ذمہ داریوں کی تقسیم کی بات تو الگ جس کا ذکر انصاف کے حوالے سے اوپر ہوچکا ہے۔ یہ انکساری و مساوات کی صفتیں تھیں جس کے پیش نظر جناب فاطمہؑ نے فضہ کو کبھی غلام یا خادمہ نہ سمجھا۔ وہ گھر کے کاموں میں ہمیشہ معین ومددگار سمجھی گئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ "وقار محنت کشی" کا تصور سوشلسٹ نظام کی دین نہیں ہے، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ دراصل اس تصور کا بانی جناب فاطمہ (س) کا کردار اور اس کا عملی نمونہ ان کا گھر تھا۔

اس کے علاوہ، اس بات کا احساس بہت کم لوگوں کو ہے کہ انکساری ومساوات، اخلاقیات کے حدود سے نکل کر انقلاب بن گئے۔ ایک زمانہ تھا کہ انکساری و مساوات کو نیچی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور ان تصورات کو رد کیاجاتا تھا۔ اگر رد نہ کیاجاتا تو غلامی اور نو آبادیاتی نظام جائز کیسے قرار پاتے۔ یہ غالب و مغلوب دنیا در اصل انکساری و مساوات کے تصور کو رد کرنے کا نتیجہ تھی۔ حد تو یہ ہے کہ لفظ " آزادی" جو آج ایک بیش قیمت تصور سمجھا جاتا ہے۔ غلامی و نوآبادیاتی دور میں وہ محض غلامی کا مخالف لفظ تھا۔ جب دنیا عدم مساوات، تحکم و گھمنڈ کے خلاف چونکی اور ان تصورات کو اخلاقی حیثیت سے قابل مذمت سمجھا اور اس ردعمل کے نتیجے میں انکساری و مساوات کے مطالبے کا علم بلند کیا، تب جاکر تفریق و امتیاز کی دنیا بدلی اور اس تبدیلی کو بروئے کار لانے میں پہلے غلامی اور پھر بعد میں نوآبادیاتی نظام، دنیا سے ختم ہوا۔ اس طرح انکساری و مساوات نے، جو جناب فاطمہؑ کے کردار کی نمایاں خصوصیات ہیں، دنیا میں ایک انقلاب برپا کردیا، ۱۹۴۵ء کے بعد کی دنیا وہ نہ رہی جو اس سے پہلے تھی۔ اس اعتبار سے جناب فاطمہ (س) کی یہ طرز زندگی عالم انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔

"لفظ فاطمہ کی تشریح میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا اس سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ فاطمہؑ نے اپنی زندگی کو عیش و عشرت، اسراف، غیر ذمہ داری، بداحساسی، جھوٹ، مکاری، ناانصافی، وعدم مساوات اور احساس برتری وغیرہ جیسے عیوب سے دور رکھا۔ اس طرح وہ اسم بامسمّٰی بن گئیں، اس لفظ کی تفسیر بن کر وہ عالم انسانیت کے لئے ایک معیار زندگی متعین کر گئیں۔ ان عیوب کی موجودگی میں زندگی جہنم سے بدتر، ان عیوب سے چھڑائی ہوئی زندگی بہشتی اور خدا کے لطف و کرم کا باعث۔ اس طرح لفظ فاطمہؑ کی تفسیر جناب فاطمہؑ، انسانیت کو سنوارنے کا ایک مقدس تحفہ ہیں۔"

زہرا: جناب فاطمہؑ کا دوسرا نام زہرا ہے جس کے معنیٰ کلی کے ہیں جو باغ کی قوت نمو اور پھلنے پھولنے کا باعث ہوتی ہے۔ نام زہرا کی دہری اہمیت ہے۔ اول یہ کہ اولاد نرینہ کی عدم موجودگی میں رسولؐ کی

افزائش نسل کا انحصار اسی کلی پر تھا۔ دوئم یہ کہ عام طور سے یہ تصور ہے کہ افزائش نسل، بیٹی سے نہیں، بیٹے سے ہوتی ہے۔ دراصل یہی وہ اعتقاد تھا جس کی بنیاد پر رسولؐ کو "ابتر" کہا جاتا تھا۔ خدا نے اسی کلی سے افزائش نسل مقدر کرکے اس عام ذہنیت کو ختم کیا۔ اسی وجہ سے فاطمہؑ کا نام زہرا مقبول ہوا۔ دورجدید کی اصطلاح میں زہرا رسولؐ کے افزائش نسل کی Stem cell (حیاتیاتی جڑ) تھیں۔ جس کے نتیجے میں اولاد رسول انسانیت کی رہنمائی کے لئے وقف رہی۔ زہرا (س) کا یہ مرتبہ ان لوگوں کے لئے سبق آموز ہے جو اپنے برتاؤ اور پرورش میں لڑکی کے مقابلے میں لڑکے کو ترجیح دیتے ہیں یا لڑکے کی آرزو میں رحم مادر ہی میں لڑکی کے جنین (Foetus) کو ناپسندیدہ یا ناگوار سمجھ کر ختم کرادیتے ہیں، زہرا (س) کا مرتبہ اس ذہنیت کے انسانوں کو ہمیشہ شرمندہ کرتا رہے گا۔

اُمّ ابیہا: اُمّ ابیہا کے لغوی معنیٰ ہیں اپنے باپ کی ماں۔" خدائے وحدہٗ لاشریک کے پیغام کی اشاعت کے نتیجہ میں فاطمہؑ نے اپنے باپ کے ساتھ کی جانے والی تمام بدسلوکیوں کو برداشت کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ کس طرح ان کے باپ کے سر پر کوڑا پھینکا جاتا ہے، کس طرح ان کے جسم کو انھیں کے خون سے لہولہان کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے باپ کے قتل کے منصوبے سنے اور ان کی زندگی کو ختم کردینے کی دھمکیاں بھی گوش گزار ہوئیں۔ وہ معصوم ہاتھ جو سر سے کوڑا اور جسم کا خون صاف کرتے رہے۔ اور وہ معصوم دل جو قتل کے منصوبوں اور دھمکیوں سے خوفزدہ اور پریشان ہوتا رہا، وہ ہاتھ اور وہ دل یقیناً ایک ماں ہی کا ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے باپ کی زندگی کو ایک مادرانہ شفقت اور تعلق خاطر ہی سے پروان چڑھا رہی تھیں۔ جب ہی **اُمّ ابیہا** کے خطاب کی مستحق ٹھہریں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ باپ کا بے ساختہ خوشی و محبت سے سرشار ہو کر کھڑے ہو جانا، بیٹی کا استقبال تھا یا **اُمّ ابیہا** کو خراج عقیدت۔ فاطمہ، زہرا (س) اور **اُمّ ابیہا** کے اوصاف کی تشریح فاطمہ (س) کی زندگی پیش کرتی ہے۔ ان الفاظ کے اوصاف کی تشریح میں جناب فاطمہ کا کردار سامنے آتا ہے۔ لیکن ان اوصاف کی اجتماعی شکل کو " خلق عظیم " کے علاوہ کوئی اور نام دیا نہیں جاسکتا۔ جس سے خود رسولؐ متصف تھے۔ یعنی یہ اوصاف " پھیلے تو فاطمہ اور سمٹے تو رسولؐ " نظر آنے لگے۔ لیکن پھیلے ہوئے اوصاف کے ذریعہ ہی سمیٹی ہوئی " خلق عظیم " سمجھ میں آسکتی ہے۔ براہ راست سمجھنا مشکل ہے۔ اس طرح جناب فاطمہ (س) ان اوصاف کی تفسیر بھی ہیں اور " خلق عظیم " کی تشریح بھی۔ یہ معیار ہے جس سے انسانیت کسب فیض کرتی رہے گی۔ یہ وہ کسوٹی ہے جس پر انسان، حسب استعداد پرکھا جاتا رہے گا۔

اس مرتبہ کے پیش نظر یہ عجیب سا لگتا ہے کہ جناب فاطمہ (س) کو طبقۂ نسواں کا رہنما قرار دیا جاتا ہے۔ کوئی بھی عورت فقط اپنی جنس کی نمائندہ نہیں ہو سکتی اس لئے کہ جنسی تفریق سے ماوراء ہو کر وہ

عمل پیدائش اور نشو ونما کے فرائض ادا کرتی ہے جہاں تک جناب فاطمہ کا تعلق ہے، انہوں نے جنسی تفریق سے بے نیاز ہو کر نہ صرف امت بلکہ رہنمایان امت کی نشو ونما کی ہے۔ اسی لئے وہ جائز طور پر اماموں کی ماں کہلاتی ہیں۔ ان کو طبقۂ نسواں میں محدود کر دینا محض جنسی تعصب ہے جو ان کو وہ مرتبہ دینا نہیں چاہتا جس کی وہ حقیقتاً مستحق ہیں۔

کردار کی تشکیل میں خارجی ماحول کا اپنا حصہ ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جناب فاطمہ (س) کے کردار پر خارجی ماحول نے کیا تاثرات قائم کئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شفیق باپ کے سایۂ عافیت میں جناب فاطمہ (س) پروان چڑھیں۔ اس کے علاوہ حضرت علیؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد، حضرت علیؑ کی بہن ام ہانی اور پھوپھی صفیہ وہ معزز و برگزیدہ خواتین تھیں جنہوں نے تین برس کے سن سے ماں کا سایہ اٹھ جانے کے بعد، جناب فاطمہ کی پرورش وتربیت کی۔ لیکن تعلیم وتربیت کی اہمیت کو نظرانداز کیے بغیر، خارجی ماحول نے کیا نظم وضبط پیدا کیا، یہ اس لیے موضوع گفتگو ہے کیونکہ اس طرف کم ہی توجہ ہو پاتی ہے، واقعات بتائے جاتے ہیں لیکن یہ بات سامنے نہیں آتی کہ ان واقعات نے کردار پر کیا تاثرات مرتب کئے۔

ذرا غور کیجئے: رسول ﷺ کی زندگی کا چراغ بجھا دینے کی سازش بروئے کار لائی جارہی ہے۔ رسول ﷺ کو بروقت اطلاع ملتی ہے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سو جانے کی ہدایت دیکر مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں۔ کتنے صبر آزما حادثات تھے۔ گھر کھنچی ہوئی تلواروں سے گھرا ہوا تھا۔ گھر کے بیرونی حصہ میں رسولؐ کے بستر پر، رسول کی چادر اوڑھے حضرت علیؑ لیٹے ہوئے تھے اور اندرونی حصہ میں حضرت علیؑ کی والدہ اور جناب فاطمہؑ پریشانی و تشویش کا مجسمہ بنی بیٹھی تھیں۔ اسی عالم میں پوری رات گزر گئی۔ جب صبح دشمنوں کو رسولؐ کے چلے جانے کی اطلاع ملی تو وہ لوگ گھر چھوڑ کر تلاش میں نکل گئے۔ گو گھر کی ناکہ بندی کا خطرہ تو ٹل گیا لیکن رسول ﷺ کی زندگی کے سلسلہ میں تشویش اور بڑھ گئی۔ حضرت علیؑ نے جب اپنی والدہ اور فاطمہ (س) کے ہمراہ ترک وطن کرکے مکہ سے مدینہ جانے کی کوشش کی تو دشمن راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اس لئے کہ رسولؐ کو پالینے کی حضرت علیؑ قیمت تھے۔ حضرت علیؑ نے نیام سے تلوار نکالی، دشمن کے گروہ کا ایک فرد قتل ہوا تب دشمن پیچھے ہٹے۔ ایسے روح فرسا حالات آنکھوں کے سامنے گزرے جس نے جناب فاطمہؑ کے اعصاب کو جھنجھوڑ کر دکھ دیا۔ جب وہ مدینہ پہونچیں اور اپنے باپ سے ملیں، تب اعصاب کا تناؤ ختم ہوا اور وہ اپنے آپ میں آئیں۔

ان خارجی حالات نے جناب فاطمہؑ میں ضبط و تحمل، صبر وایثار اور تسلیم ورضا کے اوصاف پیدا کر دیے۔ مانتا ہوں کہ باپ کی رحلت پر، جناب فاطمہؑ بہت روئیں، خود بھی روئیں، بلال کی اذان کے حوالے سے بھی روئیں، دوسروں کی بے چینی کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے تنہا مقام پر جاکر روئیں، اپنی

بکھری ہوئی شخصیت کو سمیٹ کر روئیں، پھر بھی اپنے شدت احساس سے دوسروں کو بے خبر ہی رکھا۔ اپنے ضبط و تحمل، صبر وایثار اور تسلیم ورضا کے وقار کو ٹھیس لگنے نہ دی۔ پھر بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس شدت گریہ میں ایک بیٹی اپنے باپ کو رو رہی تھی، یا اُمّ ابیھا بین کر رہی تھیں، یا باپ کی زندگی سے قبل اور باپ کی زندگی کے بعد کے نا قابل برداشت حادثات جسم وروح کو منتشر کر رہے تھے اور ہلاکت ابدی کا باعث بن رہے تھے۔ حقیقت کچھ بھی ہو۔آخری بات سچائی بن کر سامنے آ گئی جبکہ جناب فاطمہ (س) رسولؐ کے انتقال کے بعد کل ۳ماہ زندہ رہ سکیں۔

حالات وحادثات نے جناب فاطمہؑ کی زندگی تو ختم کر دی لیکن ضبط و تحمل صبر وایثار اور تسلیم ورضا کے اوصاف پر کوئی آنچ نہ آ سکی۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ان اوصاف کو نئی زندگی مل گئی۔ جناب فاطمہ (س) کی شخصیت کا ایک حصہ ضبط و تحمل میں مجسم ہوا جسے ہم امام حسنؑ کہتے ہیں، دوسرا حصہ صبر وایثار کے پیکر میں اُبھرا جس کو ہم امام حسینؑ کہتے ہیں، تیسرا حصہ تسلیم ورضا کی خستگی بن گیا جس کو ہم جناب زینب اور ام کلثومؑ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ان اوصاف کا اجتماع جناب فاطمہؑ اور ان کی تقسیم ان کے بچے ہیں۔ ناموں کی صفتوں کے سلسلے میں یہ کہہ چکا ہوں کہ فاطمہؑ زہرا اور ام ابیھا کا اجتماع "خلق عظیم" جو باپ کا خطاب اور ان کا علیحدہ اظہار فاطمہؑ کا کردار ہے۔ چاہے وہ نام کے اوصاف ہوں جو باپ وبیٹی کے درمیان آئینہ وعکس ہیں اور چاہے وہ حالات کے اوصاف ہوں جو ماں اور بچوں کے درمیان آئینہ وعکس ہیں۔ دونوں حیثیتوں میں مرکزی حیثیت جناب فاطمہؑ ہی کی رہتی ہے۔ اس لئے کہ ایک جانب خلق عظیم کی تشریح جناب فاطمہؑ، دوسری طرف اپنے بچوں کے اوصاف کی تفسیر واجتماع جناب فاطمہ۔ جناب فاطمہؑ کی یہ مرکزی حیثیت کسی علمی تجزیہ کی مرہون منت نہیں ہے۔آیت تطہیر میں بھی مسلّم، جہاں جناب فاطمہؑ ہی کے ذریعہ باپ، شوہر اور بچوں کا تعارف کرایا جارہا ہے اور مباہلہ کی آیت کی عملی تصویر میں بھی مستحکم، جہاں فاطمہ (س) کی مرکزی حیثیت اس طرح کہ فاطمہؑ کے آگے رسولؐ، پیچھے علیؑ اور گود میں بچے تھے۔ علمی تجزیہ جس مقام پر فاطمہؑ کو دیکھ رہا ہے وہ روحانی اعتبار سے بھی تسلیم شدہ ہے۔ کل ان روحانی چہروں کو دیکھ کر مباہلہ سے چشم پوشی کرنے والے آج کی عالم انسانیت کے لئے ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ یہی چہرے رہنمائی کا حق رکھتے ہیں۔"

اسلام کے ہدایتی اصول جناب فاطمہؑ میں اتنے رچ بس گئے تھے کہ جس کا اظہار الفاظ وعمل میں وہ عادتاً کرتی رہتی تھیں۔اپنے حق کی وکالت میں جو مشہور تقریر کی تھی جس میں اپنے موقف کی وضاحت کی تھی، اس موقع سے بھی فائدہ اٹھا کر جناب فاطمہؑ سے اسلام کے ہدایتی اصولوں کی وضاحت کی۔ صرف یہی نہیں بتلایا کہ یہ اصول کیا ہیں۔یہ بھی بتلایا کہ "کیوں" ہیں۔ پھر ان اصولوں کو "شرعی" زبان میں

نہیں بتلایا، مقولوں کی شکل میں پیش کیا جبکہ " مقولوں" کو پنپنے اور رائج ہونے کے لئے ایک زمانہ چاہیئے،ان اصولوں کو بیان کرنے میں قدرت واختیار دیکھئے:

۱۔ عقیدت ویقین اس لئے لازم قرار دیا گیا ہے تاکہ تم سرکشی اور غداری سے محفوظ رہو۔

۲۔ خیرات کو اس لئے لازم قرار دیا تاکہ برقراری حیات کے لئے غذائیت میں کشادگی ہو۔

۳۔ حج اس لئے لازم قرار دیا گیا تاکہ تم میں خوف خدا اور عقیدت پیدا ہو۔

۴۔ اہلبیت کی اطاعت اس لئے لازم قرار دی گئی تاکہ معتقدین صحیح واقفیت حاصل کرکے اسلام کا مناسب نظام قائم کریں۔

۵۔ اہلیت کی رہنمائی اس لئے لازم قرار دی گئی تاکہ اسلام سے شر وفساد اور اختلافات ونفاق دور ہو اور اتحاد و قار کی فضا بحال رہے۔

۶۔ صبر کی ہدایت اس لئے کی گئی تاکہ تمہاری دعائیں قبول ہوں۔

۷۔ فلاح وفیض کے اوصاف پیدا کرنے کی جانب ترغیب اس لئے دی گئی تاکہ تم عادتاً دوسروں کے ساتھ اچھے برتاؤ کرتے رہو۔

۸۔ تم سے تمہارے والدین کی نسبت اچھے اور نیک برتاؤ کی ہدایت اس لئے کی گئی تاکہ تم خدا کے عتاب سے بچے رہو۔

۹۔ خاندان کے افراد کی امداد کرنے کی ہدایت اس لئے کی گئی تاکہ یہ امداد قبیلہ وقوم کی فلاح وخوشحالی کا سبب بنے جس میں خود تمہاری فلاح وخوشحالی بھی شامل ہے۔

نوٹ: اس ہدایت کے عملی نتائج پر غور کیجئے خوجہ، بورے اور اسماعیلی فرقہ اور سکھ اِن اصول پر سختی سے پابند رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان فرقوں میں آج تک فقیر نہیں دیکھا گیا۔" ہندوستان کی کل انکم ٹکس کی آمدنی کا ۳۳ فیصد سکھ ادا کرتے ہیں، کل خیرات کا ۶۷ فیصدی سکھ خیرات کرتے ہیں، فوج میں ۴۵ فیصدی سکھ ہیں، ۵۹۰۰۰ سے بھی زیادہ سکھوں کے گرودواروں میں ساٹھ لاکھ انسانوں کو روز لنگر اور مفت کھانا کھلایا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ اس وقت جبکہ سکھ ہندوستان کی کل آبادی کا فقط ۱:۴ فیصد ہیں۔ (ہندوستان ٹائمس، ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء) یہ اس ہدایت کا عملی فیض ہے۔

۱۰۔ نذر و نیاز کی پابندی تم کو فیاض بناتی ہے جو تمہاری نجات میں مددگار ہے۔

۱۱۔ تم کو صحیح ناپ تول کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ تجارت وکاروبار کی دنیا ناحق شناسی، بے ایمانی، گرانی اور قلّت کے عیوب سے پاک رہے۔

۱۲۔ تم کو شرم وحیا کے ساتھ پاکدامن رہنے کی ہدایت اس لئے کی گئی ہے تاکہ تم زنا کے بہتان سے

بچے رہو۔

۱۳۔ چوری کی ممانعت اس لئے کی گئی ہے تاکہ تم راستباز اور قابل اعتماد رہو۔

۱۴۔ یتیم کا مال ودولت اس کے متولی کے لئے اس خیال سے ناجائز قرار دیا گیا ہے تاکہ یتیم ظلم واستحصال کے امکانات سے بچا رہے۔

۱۵۔ حکمرانوں کو منصف مزاج رہنے کی اس لئے ہدایت کی گئی ہے تاکہ اس کو اپنی رعایا کی محبت حاصل رہے۔

کیا اور کیوں کے سیاق وسباق میں بیان کی جانے والی یہ ہدایتیں دراصل انسانی تقدس، احترام و خوشحالی کی ترویج اور حفاظت کے بنیادی اصول ہیں۔ انسانیت ہر دور وزمانہ میں بقدر ظرف لبیک بھی کہے گی اور بقدر صلاحیت ان کو اپنانے کی آرزو مند بھی رہے گی۔

روحانی واخلاقی زندگی کے مساوی جناب فاطمہؑ کی دنیاوی زندگی، غربت، عسرت، تنگدستی، پرہیزگاری، سکون، سخاوت، فیاضی اور خدمت وایثار سے عبارت تھی۔ اگرچہ یہ اوصاف، کلی طور پر روحانیت واخلاقیات سے علیحدہ نہیں کئے جاسکتے لیکن یہ موضوعات علیحدہ اس لئے معرض بحث ہیں کہ آج کی دنیا کا کچھ عجیب وغریب رد عمل ہے۔ موجودہ دنیا حیران ہے کہ غربت، بھوک اور عسرت کی زندگی کو اسقدر دلفریبی بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سب تو منفی اوصاف ہیں جو کم نگاہی، احساس کمتری، رذالت اور کمینگی پیدا کرتے ہیں جس سے سماج میں بزدلی، تنزلی، پست معیار زندگی، خوب سے خوب تر، کے حصول میں کم ہمتی کو راہ ملتی ہے۔ یہ غربت وعسرت پر جدید تبصرہ ہے جس کو جناب فاطمہؑ نے اختیار کیا تھا لیکن جس کے ماحصل سے دنیا ناواقف ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ غربت وعسرت کی زندگی خود اختیاری تھی جس کا انتخاب آزادانہ اور سوچا سمجھا فیصلہ تھا۔ یہ انتخاب نشاندہی کر رہا ہے کہ جناب فاطمہؑ طبقۂ اولیٰ کے بجائے عوام الناس کے دل کی دھڑکن بننا چاہتی تھیں۔ دوسری بات یہ تھی کہ جناب فاطمہؑ خدمت وایثار کے ذریعہ غربت کی زندگی کو پروقار بنانا چاہتی تھیں تاکہ عشرت کی زندگی، غربت کی زندگی کو شرمندہ نہ کرسکے، تاکہ غربت کی زندگی، عشرت کی زندگی کے سامنے حقیر وخوفزدہ نہ ہوسکے، تاکہ عشرت کی زندگی غربت کی زندگی کو ذلیل نہ کرسکے۔ یہ صحیح ہے کہ قیصر وکسریٰ میں اسلام تلاش کرنے والے جناب سیدہ کے بوسیدہ گھر کا رخ نہ کریں گے۔ لیکن اگر ایک نادار ومفلس کو "وقار انسانیت" کی تلاش ہوگی تو یقیناً اس کا سر آستانۂ فاطمہؑ ہی پر سرنگوں ہوگا۔ تیسری بات یہ ہے کہ ایک مفلس کی زندگی ٹھہراؤ اور صبر وتحمل پیدا کرتی ہے جبکہ ایک خوشحال زندگی آتش ہوس کو مہمیز کرتی ہے۔ جناب فاطمہ (س) کا کردار صبر وتحمل اور سکون وپرہیزگاری

کا سبق دیتا ہے۔

ان اوصاف کی اہمیت اس وقت سامنے آتی ہے جب ہم آج کی دنیا کے حالات حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہیں۔ ہر ملک، وسائل کی قلّت و کمیاں سے نبرد آزما ہے۔ اس موجودہ صورت حال کی تاریخ پر غور کیجئے تو پتہ چلے گا کچھ خوشحال ممالک نے اپنی بڑھتی ہوئی ہوس کی تسکین کے لئے وسائل پر قبضہ کیا، طاقت بڑھائی، دوسروں کا استحصال کیا۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا تاکہ وسائل بلا شرکت غیرے، قابو یافتہ رہیں، ان کی سپلائی رکنے نہ پائے تاکہ دوسروں کی اشد ضرورت نظر انداز ہوتی رہے اور ان کی ہوس بے روک ٹوک پوری ہوتی رہے۔

اگر آج استحصال کے شکار ممالک کہہ رہے ہیں کہ انسان کی ضرورت پورا کرنے کے لئے قدرت کے وسائل بہت وافر ہیں، اگرچہ طمع کی تسکین کے لئے کم ہیں، اگر یہ ممالک آج وسائل کی مساوی تقسیم کا مطالبہ کر رہے ہیں، کفایت شعاری کے ساتھ ان کے استعمال کی بات کر رہے ہیں، دوسروں کی طمع اور عیش و عشرت سے پہلے اپنی ضرورتوں کو ترجیح دینے کی اپیل کر رہے ہیں تو یہ دراصل جناب فاطمہؑ کی طرز زندگی کی بازگشت ہے۔ یہ اسی زندگی کی پکار ہے۔ نوبت تو یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ دولتمند ممالک، (برسوں کے استحصال کے نتیجے میں) غربت کے گھرے ہوئے سمندر میں ایک حقیر سا جزیرہ بن کر رہ گئے ہیں جس کو کسی بھی وقت غربت کی اٹھتی ہوئی لہریں ڈبو سکتی ہیں، دراصل یہ احساس ہے جس نے ان ممالک کو مجبور کیا کہ غربت و پسماندہ ممالک کو اقتصادی امداد کی بھیک دینے کے بجائے، ان کو اپنی تجارت میں شریک کار بنانے کا اعزاز بخشا جائے۔ یہ وہ فاطمی ادا کی مساوات تھی جس کو دولتمند ممالک نے سیکھ لیا ہے۔ اس طرح غریب ممالک ضبط و تحمل کی راہ سے اور دولتمند ممالک مساوات کی راہ سے استحصال سے پیدا شدہ مسائل کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ ضبط و تحمل، پرہیزگاری، کفایت شعاری اور مساوات پر مشتمل فاطمہؑ کی طرز زندگی جس حد تک ممالک میں راسخ ہوتی جائیگی اسی تناسب سے ان کو اصرار و استحصال کے مسائل سے نجات ملتی جائے گی۔

کمیونسٹ ممالک نے وسائل کو ہتھیالیا جس کی تقسیم حکومت کی ذمہ داری ہو گئی تاکہ امیری و غریبی کا فرق مٹ جائے اور اسراف و استحصال کے امکانات باقی نہ رہیں۔ اگرچہ اس اسکیم میں جناب فاطمہ کی طرز زندگی کی جھلک نظر آتی ہے لیکن یہ اسکیم اس لئے کامیاب نہ ہو سکی کہ "مادیت پرستی" کے زیر اثر تقسیم وسائل کے ساتھ تعمیری کردار بے توجہی کا شکار رہا۔ عوام میں صبر، قوت برداشت اور پرہیزگاری جیسے اوصاف پیدا ہی نہ ہو سکے جو وہ اپنی خواہشات پر دوسروں کی ضرورتوں کو مقدم ٹھہراتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لالچ اور اپنی طمع کی رہنمائی میں زیادہ سے زیادہ چیزیں بٹورنے لگے۔ اس لوٹ میں حکومت کے وہ ایجنٹ

بھی شامل ہوگئے جن کے سپرد تقسیم کی ذمہ داری تھی۔ وہ اسٹور میں چیزوں کو پہونچانے سے پہلے مطلوبہ چیزیں اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اس سے عوام میں ہوس کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ وہ اسٹور سے بے ضرورت چیزیں بھی لینے لگے، اس خیال سے کہ معلوم نہیں یہ چیزیں پھر دستیاب بھی ہوں گی یا نہیں۔ غرضکہ تعمیر اخلاق کی عدم موجودگی نے صحیح تقسیم، مساوات فلاح و بہبود کے مقصد ہی کو ختم کر دیا۔ سرمایہ دارانہ نظام میں جو کچھ پرائیویٹ سیکٹر نے لوٹ مچائی، کمیونسٹ نظام میں وہی حکومت کی ایجنسیوں نے کیا۔ یہ دونوں اسراف واستحصال کی برائیوں کو دور کرنے کی کوشش میں خود مجسم اسراف واستحصال بن گئے۔ مرض کی تشخیص تو ہو چکی ہے۔ علاج کے مضمرات سے دنیا ابھی ناواقف ہے۔ یہیں پر فاطمہ (س) کی طرز زندگی پر شعور کو بیدار کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

عالم انسانیت کو " فاطمی طرز زندگی" کی گہرائی و گیرائی سے واقف کرانا بہت ضروری ہے۔ غربت وعسرت میں اعلیٰ ظرفی، تنگدستی اور مفلسی میں صبر، افلاس میں ثابت قدمی حاصل کرنا اور شدت کے وقت میں بھی برقرار رکھنا قدرے آسان نہیں ہے۔ ایسی حالت میں فراخ دل اور فیاض رہنا اور بھی مشکل کام ہے۔ یہ منزل " بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق" سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اس کا اہل بننے کے لئے ذہن ودل کی وسیع اور عمیق تربیت چاہئے۔ اس کمی کا خمیازہ کمیونسٹ نظام بھگت چکا۔ اس کی عدم موجودگی کے نتیجے میں سرمایہ دارانہ نظام، ہر وقفہ کے بعد، جانکنی کی حالت سے گزرتا ہے۔ آرزو مند ہیں لیکن عمل پیرا ہونے کے لئے ان نظاموں کے ہاتھ پیر شل ہیں۔

اس مشلول ومفلوج نظام کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ غربت وناداری کی شدت میں بھی جناب فاطمہؑ نے اپنی ضرورتوں سے اپنے آپ کو بلند رکھا تاکہ وہ فیاض و سخی رہ سکیں، یہ ایسی نادر وکمیاب صفت ہے جس کے حصول کے لئے یہ اسراف واستحصال میں مبتلا دنیا آرزو تو کر سکتی ہے، عمل پیرا ہونے کی ہمت نہیں کر سکتی، کچھ تو اپنی کوتاہیوں کے زیر اثر اور کچھ ناواقفیت کی بناپر، یہ دنیا پس وپیش کرتی ہے۔ یہیں پر کوتاہیوں کی درستگی اور ناواقفیت دور کرنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ ہر زمانہ کو عالم انسانیت، بقدر ظرف، انفرادی واجتماعی، دونوں حیثیتوں سے، جناب فاطمہ (س) کی طرز زندگی کا اتباع کرتے ہوئے صبر وتحمل، استغناء اور پرہیزگاری کی سعادتوں اور برکتوں سے مستفیض ہوتی رہے۔

سیرت فاطمہ زہراؑ
بیسویں صدی کے مفکروں کی نظر میں

ڈاکٹر سید کلیم اصغر

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ظہور اسلام سے قبل بیٹیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا تھا اس کے وجود کو ذلّت اور رسوائی کا سبب اور نحوست کی علامت مانا جاتا تھا۔ لہٰذا دور جاہلیت میں بیٹی کو زندہ در گور کرنے کی روایت عام ہو چکی تھی۔ انسان باوجود اس کے کہ اس کو اشرف المخلوقات جیسے شرف سے نوازا گیا وہ شرافت کے دامن کو ہاتھ سے چھوڑ کر ضلالت کی ان حدوں کو عبور کر چکا تھا جہاں حیوانیت بھی اس سے شرمسار نظر آنے لگی تھی بلکہ حیوان کی حفاظت کے لئے تو معقول انتظامات کئے جاتے تھے۔ معاشرہ میں جن لوگوں کے پاس جتنی زیادہ عورتیں اور جانور ہوتے تھے ان کو سماجی اعتبار سے اتنا ہی محترم، عزت دار اور قوی خیال کیا جاتا تھا۔ صرف بیٹوں کو خاندان کی عزت کا محافظ اور ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ظہور اسلام کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے جو کہ تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اور اخلاق کے عظیم درجہ پر فائز تھے۔ انہوں نے اپنی تمام شفقت حق پرستی اور خلق عظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر ایک کو اس کا جائز حق دلانے کی کوشش کی اور اس کی قدر و منزلت سے روشناس کرایا خاص طور سے آپ نے اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہرا(س) کی تعظیم کے ذریعہ دنیا کو یہ پیغام پہنچایا کہ بیٹی باعث رحمت ہے نہ کہ باعث زحمت، بیٹی دل کا سرور ہوتی ہے اور آنکھوں کا نور، گھر کی رونق اور باپ کے جنازے کی زینت، یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ اپنی بیٹی سے کس قدر محبت کیا کرتے تھے رسول اکرمؐ نے حضرت فاطمہؑ زہرا کو عورتوں کے لئے صرف ایک مثال ہی نہیں بنایا بلکہ جنت کی عورتوں کا سردار بھی قرار دیا۔ بیٹی کے ساتھ ساتھ کنیزوں سے بھی حسن سلوک کی ایسی مثال قائم کی جو دنیا میں کہیں اور نظر نہیں آتی پیغمبر اسلامؐ کی بیٹی فاطمہؑ سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کا معمول تھا ہر روز درِ سیدہ پر آ کر سلام کیا کرتے تھے اور آپ جب کہیں جاتے سب سے آخر میں درِ سیدہ پر آتے اور جب واپس

آتے تو سب سے پہلے آپ ہی کے گھر تشریف لاتے۔ یہاں تک پیغمبر اسلامؐ فاطمہؑ کو زیادہ دیر تک خود سے جدا کرنا گوارا نہیں کرتے تھے یہ سب کچھ اس لئے نہیں تھا کہ فاطمہؑ آپ کی اکلوتی بیٹی تھیں بلکہ فاطمہ زہراؑ کے اندر وہ تمام صفات و کمالات موجود تھے کہ جس کی بناپر پیغمبر اسلام ﷺ جیسا عظیم انسان آپ کی تعریف و توصیف، عزت و احترام کرنے پر مفتخر تھا۔ خاتون جناں کے احترام کو خدائی تائید بھی حاصل تھی کیونکہ پیغمبرؐ خود جن کے سلسلے میں ارشاد اقدس الٰہی ہے کہ ہمارا رسولؐ تو اس وقت تک کلام ہی نہیں کرتا جب تک اس پر وحی نازل نہ ہو جائے۔ اب وہ رسولؐ وہ پیغمبرؐ جو بولنے میں وحی الٰہی کا منتظر رہتا تھا تو جو بھی بولے گا وہ وحی الٰہی کے مطابق ہوگا۔ اب اگر رسول اسلامؐ یہ فرمائیں کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہیں تو یہ رسولؐ اسلام نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ خدا کہلوا رہا ہے۔ اب اگر رسولؐ درِ سیدہ پر سلام کرنے جارہے ہیں تو اپنی مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی سے اور جب یہ تمام کام مرضی پروردگار کے مطابق ہیں تو کسی کو اعتراض کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ جس طرح سے رسول اسلام کا قصیدہ عرش تک پڑھا جارہا ہے اسی طرح سے فاطمہ زہراؑ کا بھی قصیدہ عرش سے فرش تک پڑھا جارہا ہے۔ جب ہم جزو کی تعریف کرنے سے قاصر ہیں تو کل کی تعریف ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ فارسی کا مشہور شاعر عرفی شیرازی جس کا تعلق سرزمین سعدی و حافظ سے ہے عہد صفوی میں ایران سے مہاجرت کرکے ہند آیا جس نے صرف ۳۶ سال کی مختصر عمر پائی جب وہ مدح رسول اکرمؐ میں اپنی زبان کھولتا ہے تو اس دریائے بیکراں میں گم ہو کر رہ جاتا ہے اور لکھتا ہے:

عرفی مشتاب این ره نعمت است نه صحرا ست
آهسته که ره بردم تیغ است قدم را
هشدار که نتوان بیک آهنگ سرودن
نعت شهه کونین و مدیح کی و جم را
گیرم که خسرو حضر کند مایه نعتش
آن حوصله آخر زکجا نطق و رقم را [1]

عرفی کہنا چاہتا ہے کہ تم جلدی نہ کرو یہ کوئی صحرا نہیں ہے کہ دوڑ پڑے

یہاں آہستہ آہستہ چلو، یہ وہ راستہ ہے جہاں تلوار کی دھار پر چلنے سے کم نہیں ہے۔ آگاہ ہو جاؤ دنیاوی بادشاہوں کی تعریف وتوصیف اور بات ہے۔ ایرانی بادشاہوں کی مدح کرنا دیگر اور شہ کونین کی مدح میں نعت لکھنا اور بات ہے۔ دونوں ایک ساتھ اور ایک ہی لہجہ میں ممکن نہیں ہیں۔ میں نے مانا کہ نعتیہ مضامین کا تعلق خرد سے ہے۔ لیکن میری گویائی اور تحریر میں وہ توانائی وحوصلہ کہاں کہ نعت شہ کونین لکھ سکوں۔

عرفی جیسا عظیم شاعر جو کہ یگانہ روزگار ہے کسی کی بھی تعریف کرتے ہوئے نہیں جھجکتا لیکن جب پیغمبر اسلامؐ کی نعت پر آتا ہے تو خود کو بے بس پاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے اندر وہ توانائی وہ حوصلہ وہ قوت وہ الفاظ نہیں جن سے میں شہ کونین کی تعریف کر سکوں۔ تو جب رسول اکرمؐ کی تعریف ممکن نہیں تو فاطمہؑ زہرا کی بھی تعریف ممکن نہیں کیونکہ فاطمہ زہراؑ اسی کل کا جزو ہیں جس طرح ہمارے نبی مردوں کے لئے نمونۂ عمل ہیں اس طرح حضرت فاطمہؑ عورتوں کے لئے نمونۂ عمل قرار دی گئیں۔

بیسویں صدی کے مفکر اعظم، شاعر مشرق علامہ اقبال، فاطمہ زہراؑ کی عظمت بیان کرتے ہیں تو اپنی نظم " درمعنی این کہ سیدۃالنساء فاطمہ زہراؑ اسوہ کاملہ ایست برائے نساء اسلام " کو اس طرح بیان کرتے ہیں اور مریم جیسی باعظمت اور خدا کی چنیدہ عورتوں میں ایک باعظمت عورت سے بی بی فاطمہؑ کا موازنہ اس طرح کرتے ہیں:

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

حضرت مریم صرف حضرت عیسیٰ سے ایک نسبت کی بناء پر قابل قدر ومنزلت ہیں اور حضرت زہراؑ تین نسبتوں کی بناپر باعظمت خاتون ہیں۔
اسی نظم کو آگے بڑھاتے ہوئے علامہ کہتے ہیں:

نورچشم رحمۃ للعالمین — آن امام اولین وآخرین
آن که جان در پیکرگیتی دمید — روز گار تازه آئین آفرید
بانوی آن تاجدار هل اتیٰ — مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
بادشاه وکلبهٔ ایوان او — یک حسام ویک زره سامان او
مادر آن مرکز پر کار عشق — مادر آن کاروان سالار عشق
آن یکی شمع شبستان حرم — حافظ جمیعت خیر الامم
تانشیند آتش بکاروکین — پشت پازد برسرتاج ونگین
وآن دگر مولای ابرار جهان — قوت بازوی احرار جهان
در نوای زندگی سوز از حسین(ع) — اهل حق حریت آموزازحسین(ع)
سیرت فرزندها از امهات — جوهر صدق وصفا از امهات
مزرع تسلیم را حاصل بتول(ص) — مادران را اُسوه کامل بتول(ص)
بهرمحتاج دلش آن گونه سوخت — بایهودی چادرخودرا فروخت
نوری وهم آتشی فرمانبرش — گم رضا یش در رضای شوهرش
آن ادب پروردهٔ صبرو رضا — آسیا گردان ولب قرآن سرا
گریه ها او زهر بالین بی نیاز — گوهر افشاندی بدامان نماز
اشک اوبر چید جبریل از زمین — هم چوشبنم ریخت برعرش برین
رشته آئین حق زنجیرپاست — پاس فرمان جناب مصطفی است
ورنه گرد تر بتش گردید می — سجده ها بر خاک اوپاشیدمی ؎

ترجمہ: فاطمہ زہراؑ رحمۃللعالمین کی بیٹی اور آنکھوں کا نور ہیں جو امام اولین وآخرین ہیں جس نے پیکر گیتی میں جان ڈالی اور دنیا میں ایک عام قانون وضع کیا۔ فاطمہؑ تو تاجدار ہل اتی، مرتضی مشکل کشا، شیر خدا کی زوجہ ہیں جو بادشاہ ہونے کے باوجود بھی فقیری کی زندگی گزارتے تھے۔ ان کے پاس موجود سامان میں سوائے زرہ اور تلوار کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ ان اماموں کی ماں ہیں کہ جو عشق کے پرکار (دایرے) کا

محور ہیں گویا کہ مرکز کائنات ہیں ۔ آپ کے بیٹے کاروان عشق کے سالار اعظم ہیں جن میں سے ایک شبستان حرم کی شمع ہیں اور امت رسول اکرمؐ کے محافظ ہیں اور آپ نے جنگ اور برائی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے تخت وتاج کو ٹھوکر ماردی اور دوسرے بیٹے کائنات کے سردار اور مولا ہیں اس کے ساتھ ساتھ جو آزادگان عالم ہیں ان کے لئے ایک بڑا سہارا ہیں زندگی کے ساز میں حسینؑ ہی کی وجہ سے سوز ہے اور اہل حق نے آپ ہی سے جینے کا سلیقہ سیکھا ہے۔ بچوں کی سیرت یعنی زندگی ماں ہی کی وجہ سے ہے۔ اور صدق وصفا کا جو جوہر ہے وہ بچوں میں ماں ہی کے ذریعہ آتا ہے۔ یعنی ماں ہی بچوں کی پرورش میں کلیدی کردار نبھاتی ہے۔ اقبالؔ اس نظم کے ذریعہ دنیا کی ماؤں کو متوجہ کر رہے ہیں کہ دیکھو اگر بچوں کی صحیح تربیت کرنا ہے تو فاطمہ زہراؑ سے سبق حاصل کرو اور ان کو اپنے لئے نمونہ عمل بنالو۔ نظم میں آگے علّامہ فرماتے ہیں کہ وہ ایسی سخی ہیں کہ خود فاقوں پر فاقے کرتی ہیں لیکن کسی یتیم یا محتاج کو اپنے در سے بھوکا بھیجنا گوارا نہیں کرتیں اور بھوکوں کی خاطر اپنی چادر یہودی کے پاس گروی رکھ دیتی ہیں جس کے زیر حکم جنات اور فرشتے ہیں اس کی رضا خود شوہر کی رضا میں مضمر ہے۔ جو مولا علیؑ کی مرضی وہی مرضی فاطمہ زہراؑ کی بھی۔ آپ کی پرورش صبر و رضا کے سایہ میں ہوئی اسی لئے آپ چکی چلاتی تھیں تو لبوں پر تلاوت کلام الٰہی جاری رہتی تھی اور جب آپ نماز کے لئے جائے نماز پر آتیں اور گریہ فرماتیں تو ان کی آنکھ سے ٹپکے ہوئے موتی نما آنسو جبرئیل زمین سے چن کر آسمان کی طرف لے جاتے اور شبنم کے قطروں کی طرح آسمان پر بکھیر دیتے۔

آخر کے دو شعر میں اقبال کہتے ہیں:

اگر خدا اور رسولؐ کی جانب سے اجازت ہوتی تو میں آپ کی قبر کا طواف کرتے ہوئے اس پر سجدہ ریز ہو جاتا۔ لیکن سجدہ اللہ کے سوا غیر اللہ کو جائز نہیں۔

اس کے علاوہ اس مفکر اعظم نے ایک دوسری نظم میں بھی نہایت خوبصورت اور دلکش انداز میں فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کی زندگی کے نمونے پیش کئے ہیں جو واقعاً اقبال ہی کی بلندی فکر کا کارنامہ ہے۔ اقبال کو پیغمبر خودی وغیرہ القاب سے اسی لئے نوازا جاتا ہے کہ ان کے کلام میں جابجا اس طرح کے شعر پائے جاتے ہیں کہ جس سے آپ نے کبھی امت کو پیغام دیا ہے تو کبھی قوم کے جوانوں کو خطاب کیا تو

کبھی خواتین عالم سے مخاطب ہیں۔" رموز بے خودی" میں ایک نظم کے ذریعہ خواتین کو فاطمہ زہراؑ کی سیرت پر چلنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فطرت تو جذبه ها دارد بلند　　چشم هوش از اسوه زهرا مبند

تا حسینی شاخ تو بار آورد　　موسم پیشین بگلزار آورد ۳

ترجمہ: فاطمہ زہراؑ کی سیرت پر گامزن ہو جاؤ کیونکہ تمہاری فطرت میں جذبوں کی بلندی پائی جاتی ہے۔ اور جب ان کے راستے پر چلنے کا عہد کر لیا تو پھر کوئی حسینؑ جیسا تمہاری آغوش میں آئے گا اور پھر محمد مصطفیٰ کے زمانے میں زندگی گزارنے کا احساس ہونے لگے گا۔

اقبال چاہتے ہیں کہ اگر خواتین صحیح طرح سے سیرت فاطمہؑ زہرا پر گامزن ہونے لگیں تو خود بخود ان کے بچے مثالی فرزند بن سکتے ہیں۔

بیسویں صدی کے آغاز میں یہ آواز علامہ اقبال کی تھی جو کہ ۱۹۳۸ء میں خاموش ہو گئی اور پس پشت ایک آفاقی پیغام کی گونج چھوڑ گئی۔ اسی صدی کے نصف آخر میں ایک اور مفکر شاعر، ادیب، فقیہ جن کو دنیا قائد انقلاب اسلامی ایران کے نام سے جانتی ہے فاطمہ زہراؑ اور ان کے نام سے اس درجہ محبت رکھتے ہیں کہ اپنی بیٹی کا نام ہی فاطمہ زہراؑ کے نام پر فاطمہ رکھا اور بہو کا نام بھی فاطمہ تھا کہ جس کو پیار میں فاطی کہہ کر پکارا اور سیرت زہراؑ کو عام کرنے کے لئے اپنی بہو فاطی کے ذریعہ سے جو پیغامات خواتین عالم تک پہونچائے اس کے لئے دلوں پر اثر کرنے والی مختصر صنف رباعی سخن کا انتخاب کیا۔ آپ کے دیوان میں قطعات، قصائد، ترجیح بند اور نظم کے علاوہ ۱۱۷/رباعیات پائی جاتی ہیں جن میں سے تیرہ میں اپنی بہو سے مخاطب ہو کر دنیا کی عورتوں کو مختلف پیغامات پہونچانے کی کوشش کی ہے۔ یہ مجاہد اپنی بہو کو بیٹی کی طرح جان سے زیادہ عزیز رکھنے کے علاوہ اس پر مکمل بھروسہ بھی کرتا تھا۔ اس لئے بیٹی سے متعلق ان رباعیوں کی ابتدا لفظ فاطی سے کی گئی ہے۔ یہ التزام اس لئے بھی کیا گیا کہ قاری کا ذہن پہلے مصرع کو پڑھ کر فاطمہ بنت طباطبائی کی سیرت کی جانب متوجہ ہو جائے جس میں بی بی فاطمہ زہراؑ کی سیرت کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ امام خمینیؒ نے ان رباعیوں کے ذریعہ یہ پیغام پہونچانا چاہا کہ دیکھو بہو ہو یا بیٹی، وہ عزیز ہوتی ہیں۔ ان کا احترام ضروری ہے۔ ان کو حقیر سمجھنا درست نہیں وہ عزیز ترین مخلوق ہے۔ فارسی ادب کی ایک مشہور

شاعرہ پروین اعتصامی نے تو یہاں تک کہہ دیا:

درآن سرائ که زن نیست انس وشفقت نیست — در آن وجود که دل مرد ، مرده است روان
به یچ مبحث و دیباچه ای قضا ننوشت — برای مرد کمال وبرای زن نقصان
زن از نخست بود رکن خانه هستی — که ساخت خانه بی پای وبست بی بنیان
زنی که گوهر تعلیم وتربیت نخرید — فروخت گوهر عمر عزیز را ارزان
برای گردن ودست زن نکوپروین — سزاست گوهر دانش نه گوهر الوان ۴

آیت اللہ خمینیؒ کے دیوان میں ایک قصیدہ بہ عنوان " درمدح نورین نیرین حضرت فاطمہ زہرا و حضرت فاطمہ معصومہ (سلام اللہ علیہا)" پایا جاتا ہے جو ۴۴ اشعار پر مشتمل ہے جس کی ابتدا اس شعر:

ای ازلیت به تربیت تو مخمر — وی ابدیت به طلعت تو مقرر ۵

سے ہوتی ہے۔ اس قصیدہ میں آیات قرآن، احادیث رسولؐ واقوال معصومینؑ کی تلمیحات کا سہارا لیا گیا ہے جو کہ حضرت فاطمہ زہراؑ اور حضرت فاطمہ معصومہؑ کے سلسلے میں ہیں۔ قصیدہ کے علاوہ آپ کے دیوان میں ایک نظم بعنوان "دخترم" ہے جس کے ذریعہ باپ اور بیٹی کی بے پناہ محبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ دیکھئے یہ ہے تربیت اسلامی یہ وہ تربیت ہے کہ جو در رسولؐ اور در فاطمہ زہراؑ سے حاصل ہوتی ہے۔ فاطمہ بنت طباطبائی ایک روز امام کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ مجھے فاطمہ زہراؑ کے فضائل سے روشناس کرائیے تو فوراً آپ نے یہ نظم لیکر فاطمہ کے حوالے کردی:

فاطی فاطمه خواهد سخنی — بین چه می خواهد از مثل منی
آن که جبرئیل پیام آور اوست — عارف منزلتش داور اوست
کیست در جمع رسل جز احمد — کاتب وحی وی از سوی اَحد؟
دختر م! دست بدار از دل من — عشق من جوی درآب وگل من، ۶

آیت اللہ خمینیؒ کی اس مختصر نظم سے یہ سبق ملتا ہے کہ جن بچوں کی تربیت اسلامی نقطۂ نظر سے ہوگی تو وہ کبھی بھی والدین سے مادی سوالات نہیں کریں گے بلکہ روحانی اور اسلامی سوالات ہی دریافت کریں گے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ بچوں کی تربیت میں سب سے اہم کردار ماں باپ کا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہی

دعا کریں کہ خداوند عالم، صدقہ میں محمدؐ وآل محمدؐ کے ہم کو سیرت محمدؐ اور ان کی دختر عزیز فاطمہ زہرا (س) کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حوالے:

۱۔ قصائد عرفی، مطبع نول کشور لکھنؤ، ص ۵۰

۲۔ کلیات اشعار فارسی، اقبال لاہوری، انتشارات کتابخانہ سینائی، ص ۲۶۶، ۱۳۸۳

۳۔ کلیات اشعار فارسی، اقبال لاہوری، با مقدمہ احمد سروش: کتابخانہ سینائی، ص ۱۰۴

۴۔ دیوان پروین اعتصامی، چاپ پنجم، انتشارات فخر رازی، ص ۳۱۵، ۱۳۸۳

۵۔ دیوان امام، مؤسسہ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ، چاپ ہفتم، تہران، ص ۲۵۳، ۱۳۸۵

۶۔ ایضاً، ص ۳۱۲

عورتوں کے حقوق

یورپی ممالک اور اسلامی معاشرہ میں

علی ظہیر نقوی

مظلوم تاریخ عورت کے سلسلے میں انسانی تاریخ کی مختلف تہذیبوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے معاشروں نے عورت کو مرد کے مقابل ایک ادنٰی اور کمزور مخلوق تصور کرتے ہوئے قانونِ فطرتِ الٰہی کے خلاف اسے لازمی حقوق سے بھی محروم کر رکھا تھا۔مدت دراز تک اس امر پر ہی بحث ہوتی رہی کہ عورت کے پاس نفس بھی موجود ہے یا نہیں۔ ۱

بعض معاشروں کے اربابِ فکر کا خیال تھا کہ وہ انسان نہیں بلکہ مالِ تجارت ہے۔ اُسے ایک عرصہ تک حقیر و ناپاک، شر و بد بختی کو جنم دینے والا وجود تصور کیا جاتا رہا۔یورپی ارباب فکر کے مطابق عورت کو ایک طفیلی وجود تصور کیا گیا۔ان کا خیال تھا کہ تمام الٰہی نعمتیں اصل میں مرد کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ عورت مرد کے لیے پیدا کی گئی مخلوق ہے۔ عورت عزت و شرافت سے عاری ہے جبکہ مرد عزت و شرافت کا پتلا ہے اور عورت شیطان و گندا کیڑا اور گندگیوں کا سرچشمہ ہے۔۲ یا یہ کہ عورت بہشت میں نہیں پہنچ سکتی ۳ ان جیسے توہّم پرستانہ نظریات خالق کائنات کی اس عظیم تخلیق سے متعلق یورپی معاشرہ میں عام تھے۔

قدیم یونانی معاشرے میں بھی عورت کو عزت و احترام کی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔اُسے گھر کی چار دیواری میں قید کر کے رکھا گیا۔اس کی حیثیت ان کے معاشرے میں ایک لونڈی و باندی سے کچھ زیادہ نہ تھی یہاں تک کہ اُسے مردوں کے لیے حصول لذت کا ذریعہ سمجھا گیا۔یونان کا مشہور خطیب ڈموسٹن کہتا ہے کہ ہم (مرد) شہوت پسند عورتوں کو حصول لذت کے لیے چاہتے ہیں۔اور بیویوں کی جائز ضرورت اولاد کے لیے ہے۔

یونان میں عورت کو بیچنے اور ہبہ کرنے میں کوئی تردّد و عار نہ تھا۔ چنانچہ ڈموسٹن کی ماں کو اُس کے باپ نے اپنے کسی دوست کو ہبہ کر دیا تھا اور ایک قول کے مطابق سقراط نے قرض کے طور پر بیوی کو ایک خطیب آلیساد کے حوالہ کر دیا تھا۔ وہاں یہ بات عام تھی کہ اگر مرد، جوان نہ ہو تو اس کا فرض ہے کہ اپنی بیوی سے ہمبستری کے لیے کسی جوان کو تلاش کرے

لیکن دوسری طرف عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کسی غیر مرد کی بانہوں میں چلی جائے تو وہ قتل کی مستحق قرار دی جاتی تھی۔ ۴؎

رومی مفکرین میں سالہا سال تک اسی میں اختلاف رہا کہ عورت انسان بھی ہے یا نہیں، پھر ایک مجلس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ حیوان نجس ہے جو روح سے خالی ہے اس کے لیے ہنسنا اور بات کرنا جائز نہیں بلکہ وہ اپنے منہ کو بند رکھے۔ صرف روم ہی نہیں بلکہ امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا کے بعض قبائل خاندانوں میں عورت کے متعلق یہی نظریہ قائم کیا گیا تھا۔ ۵؎

روم میں مرد کو عورت پر تصرف و مالکانہ حقوق حاصل تھے یہاں تک کہ روم میں عورت غلاموں کی طرح بیچی و خریدی جاتی تھی۔ اپنے باپ اور شوہر کے سامنے عورت نہ تو حق مالکیت رکھتی تھی اور نہ ہی آزادی حق معاشرت اور حق زندگی اُسے حاصل تھا۔ پہلے باپ اور پھر شوہر کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنی لڑکی یا بیوی کو بیچ دیں، قرض دیں، کرائے پر چلائیں یا اُسے قتل کر دیں۔ ۶؎

۵۸۶ء میں فرانس کی دینی کانفرنس نے بحث و نظر کے بعد عورت کے لیے طے کیا کہ عورت انسان تو ہے مگر مرد کی خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ کچھ مدت پہلے یورپ کے متمدن ممالک عورت کو مالکیت اور تصرف املاک کے حق سے محروم رکھتے تھے۔ ۱۸۵۰ء میں انگلینڈ کے اندر جو قانون بنایا گیا اس میں عورتوں کو ملک کے افراد میں شمار نہیں کیا گیا تھا حد یہ ہے کہ اس کے جسم پر موجود لباس کا بھی عورت کو مالک نہیں مانا گیا تھا۔ ہنری ششم کے ایک فرمان کے مطابق انگلستان میں عورتوں کو کتاب مقدس کے مطالعے سے روک دیا گیا تھا۔ ۱۸۸۲ء میں برطانیہ کے اندر قانون بنایا گیا جس کی بنا پر عورتوں کو حق دیا گیا تھا کہ وہ اپنی کمائی ہوئی دولت خود خرچ کر سکتی ہے۔ وہ مجبور نہیں ہے کہ وہ اپنی آمدنی مرد کے سپرد کردے۔ ۷؎

سولھویں صدی کے یورپ کے صنعتی انقلاب کو نشاۃِ ثانیہ (Renascence) سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے سبب تعلیمی بیداری اور مشینی نظام نے انسانی معاشرہ کو ترقی دی اور کسی حد تک قدامت پسندانہ فرسودہ خیالات کو الوداع کہتے ہوئے تہذیبِ نو کے افکار نے جنم لیا۔ اب مساوات اور حقوق آزادی نسواں کے نعرے بلند ہونے لگے۔ عورت کا رشتہ صنعتی اداروں اور کارخانوں سے جوڑ دیا گیا۔ اسے کام دیا گیا جس نے تہذیب و ثقافت کے ساتھ معاشرے کو متاثر کیا۔ وہ جاگیر دارانہ فیوڈل معاشرے سے آزاد ہوئی تو اس نے عورت کی پردہ نشینی کو ہی عریاں کر دیا۔ سرمایہ داری اور اقتصادی مساوات کے اس دور میں عورت کو پر فریب آزادی کی حسین و

دلکش چادر میں لپیٹ کر پیش کیا جانے لگا۔اسے گھر سے نکال کر بازاروں میں اتار دیا گیا۔اب خاندانی رشتہ متزلزل ہونے لگے۔ وہ اقتصاد و آزادی کے جال میں پھنس کر سرمایہ دار سیاسی مداریوں کا کھلونا بننے لگی۔ مرد و عورت کے باہمی روابط نے جنسی آزادی کو جنم دیا اور اخلاقی برائیو ں کے ساتھ عورت کا جنسی استحصال ہونے لگا۔

عصر حاضر میں آج مساوات و حقوق نسواں کے نام پر عورتوں کے حقوق کا مغرب جس طرح استحصال کر رہا ہے وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ مغرب میں عورت کی عزت و آبرو کے استحصال نے اس کی حس و شعور پر تالے ڈال دیے ہیں یہاں تک کہ عورت آزادی نسواں کے پُرفریب نعروں کا شکار ہو کر اپنے تشخص و ناموس کو گنوا بیٹھی ہے۔ فیشن کے نام پر بنت حوّا کے جسموں سے لباس اتار کر اُسے کارو باری شے بنا دیا گیاہے۔عورت جسے انسانی معاشرے کا اہم جزو اور روح رواں ہونا تھا استعماری سازشوں کا شکار ہو کر اپنے وجود کے منفی پہلوؤں کے ساتھ ابھری ہے۔یورپ میں آج بھی اس کا وجود محض جنسی حیوان کی حیثیت سے کرایا جا رہا ہے۔اُسے قطعی وہ عزت و احترام حاصل نہیں جس کی وہ حقدار تھی۔

ابلاغ عامہ کے سب ہی ذرائع کو اس کی تشہیر کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اخبار ، رسائل، سنیما، ٹیلی ویژن، سوشل میڈیا اور فنون لطیفہ کے اکثر شعبوں میں عورت کی نسوانیت کو عریاں شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔اُسے تجارتی کمپنیاں اور ادارے محض دولت کمانے کا ذریعہ جان کر اس کے حقوق کا استحصال کر رہے ہیں جس کے لیے عورت خود بھی ذمہ دار ہے۔ وہ آج مغرب زدہ مردوں کے ہاتھوں کاکھلونا بن کر رہ گئی ہے۔ عالمی سطح پر نسل جدید جس جنسی بے راہ روی و ذہنی عیاشی کی شکار ہے اس کی اہم وجہ معاشرے میں روز بروز بڑھتی ہوئی عریانیت، تنگ لباسی ہے جو فحاشی و زنا جیسے مذموم فعل کا باعث بنتے ہیں۔

دنیا کی اکثر کمرشیل کمپنیوں و اداروں نے اپنے مال کی تشہیر کے لیے عورت کے حسن و جمال کا استعمال غیر مہذب طریقہ سے کیا ہے اور اس کے جسم کی نمائش کر کے اپنے مال(product) کو بیچا ہے۔اعلیٰ درجہ کے فیشن کے نام پر لباس تیار کرنے والی کمپنیوں نے ریمپ پر عورتوں کے ماڈل اتار کر انہیں جس برہنگی کے ساتھ پیش کیا ہے اس سے عورت کا وقار مجروح ہوا ہے اور اس مجروحیت کو جدید تہذیب و ارتقا کا نام دے دیا جارہا ہے۔" اس اقتصادی لبرلزم کے نتیجہ میں عورت کو جو کچھ حاصل ہوا اس سے کہیں زیادہ اس کی اپنی حرمت و شخصیت کو مجروح کرنا پڑا۔" ۸

ڈاکٹر حداد عادل نے اپنی مشہور کتاب ''تمدن برہنگی اور برہنگی تمدن'' میں عورت کی مغربی نظام

کے ہاتھوں مظلومیت و محکومیت سے متعلق اس طرح انکشاف کیا ہے:

" عورت اس معاشرے میں ایسے اقتصادی نظام کی محکوم و پابند ہے اور ایسا وسیلہ بن کر رہ گئی ہے جو مجبور ہے کہ مصرف کرے اور مصرف میں لائی جائے۔ مغرب کا روحانیت سے خالی اقتصادی نظام ان دو لفظوں کے علاوہ کسی بھی قدر و قیمت کو تسلیم نہیں کرتا۔ عورت بس ایک جسم ہے اور اسی لیئے اس کو چاہیے کہ مصرف کرے اور اس کا مصرف کیا جائے اور یہ لفظ "چاہیے" ہی ہے جو اس کے لباس کی شکل کو متعین کرتا ہے۔ عورت وہ مظلوم ترین مخلوق ہے جو مغرب کی سرمایہ داری پر قربان کر دی گئی ہے مگر اسی کے ساتھ ہی وہ اس نظام کے ہاتھ ایسا ہتھیار بھی ہے جس کی کاٹ نہیں۔ ۹

یورپی معاشرے نے عورتوں کے حقوق کا کس طرح استحصال کیا ،اسے کیا ہونا چاہئے تھا اور اُسے کیا بنا دیا مذکورہ معروضات کے بعد ہم ان حقوق کا جائزہ لیتے ہیں جو اسلام نے عورتوں کو عطاکئے ہیں اور اسلام نے عورتوں کو کس طرح عزت و احترام کی نظر سے دیکھا ہے۔نیز اس کے مقام و منزلت کا تعارف کس انداز میں کرایا ہے۔

اسلام کی نظرمیں انسان اشرف المخلوقات ہے اور انسان سے مراد محض مرد ہی نہیں اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ خالق کائنات نے انسان (یعنی عورت و مرد) کو خلق کرکے اُسے عز و شرف بخشا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

" اور ہم نے یقیناً آدم کی اولاد کو عزت بخشی اور خشکی و تری میں ان کو لئے پھرے اور ان کو اچھی چیزیں کھانے کو دیں اور اپنی مخلوقات پر ان کو اچھی خاصی فضیلت دی۔"۱۰

اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ پروردگار عالم نے عورت اور مرد کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ انسانی مدارج و کمالات حاصل کریں۔قرآن کی نگاہ میں عورت و مرد دونوں انسان ہیں اور دونوں کے مقام و منزلت میں کوئی فرق نہیں۔اپنے اپنے اعمال کی نسبت اجر و ثواب میں دونوں شامل ہیں۔خدا وند کریم کا قرآن مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

" جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو ، ہم اُسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے ان کے اعمال پر بہتر جزا دیں گے جو زندگی میں انجام دیتے رہے تھے۔"۱۱

عصر حاضر میں مغربی ممالک میں زیادہ اولاد ہونے کے خوف یا گناہوں کی غیر قانونی اولاد ہونے کے سبب دور جاہلیت کی طرح جنس کا تعین ہونے کی یقین دہانی کے بعد شکم مادر میں ہی زندہ در

گور کر دینا متمدن معاشرے کی ایک روش بن گئی ہے۔ اسلام نے شکم مادر میں پلنے والے نفسوں کو حق زندگی کی ضمانت دی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"اور جس وقت زندہ در گور لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ وہ کس گناہ کے بدلے ماری گئی؟" ۱۲

جارج جرداق نے ندائے عدالت انسانی(Voice of human justice) میں لکھا ہے:

" اے لوگو! لڑکیاں بھی تمھاری طرح کی مخلوق ہیں انھیں زندہ در گور کیوں کرتے ہو؟ یہ حضرت محمدؐ کی آواز تھی۔" ۱۳

اسلام نے عورتوں کو ان کی جنسیت و فطرت کے اعتبار سے ان کو تجارت کرنے یا ملازمت پر پابندی عائد نہیں کی ہے وہ اس معاملے میں آزاد ہیں۔ ظاہر ہے عورت بھی اسی معاشرے کا رکن ہے جو معاشرے کی ترقی میں برابر کی شریک ہے۔ اسلام نے کام کرنے کو ایک بہترین فریضہ اور بہترین عبادت قرار دیا ہے۔ ۱۳

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ زوجۂ رسولؐ ملکۂ عرب حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایک کامیاب تاجرہ بھی تھیں۔ رسولؐ خدا نے خود فرمایا ہے کہ "عبادت کے ستر جز ہیں اور حلال روزی حاصل کرنا اس کا بہترین جز ہے۔" ۱۴

پیغمبرؐ اسلام نے یہاں عورت و مرد کی تخصیص نہیں کی ہے۔ عورت اپنی معاشی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے آزاد تو ہے لیکن حدود اسلامی کے دائرے میں رہ کر اسے اپنی جنسیت کے اعتبار سے ایسے آبرومندانہ پیشہ اختیار کرنے کی اجازت ہے جس سے اس کی عفت بھی داغدار نہ ہو۔ اسلام نے عورتوں کی محنت کی کمائی اور اس کی ملکیت کے مصرف کا اسے حقدار قرار دیا ہے۔ یورپی تہذیب تاریخ کے اس دور سے بھی گزری ہے جب عورتوں کو حق ملکیت و تصرف حاصل نہ تھا۔ اس کے بر عکس اسلام نے حق مالکیت میں عورتوں کو مردوں کی طرح محترم قرار دیا ہے۔ اسلامی نظر میں وہ جائز طریقہ سے کمائی ہوئی دولت کی خود مالکہ ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال کو خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

" اور خبردار جو خدا نے بعض افراد کو بعض سے کچھ زیادہ دیا ہے اس کی تمنا اور آرزو نہ کرنا۔ مردوں کے لیے وہ حصہ ہے جو انھوں نے کمایا ہے اور عورتوں کے لیے وہ حصہ ہے جو انھوں نے حاصل کیا ہے۔ اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔ بے شک وہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔" ۱۵

اسلام عورتوں کی ترقی اور کمال حاصل کرنے کی راہ میں سدِّ باب نہیں ہے اس نے عورتوں کو حصول علم کا حق فراہم کیا ہے اور علم کے ذریعے ترقی کے مدارج طے کرنے کی سفارش کی ہے۔اسلام نے علم حاصل کرنا بنیادی حقوق میں قرار دیا ہے۔

امام صادقؑ نے رسولِ خداؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے جان لو کہ خدا علم حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔ عَن اَبِي عَبدِاللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ: طَلَبُ الْعِلمِ فَرِيْضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ يُحبُّ بُغَاةَ العِلْمِ [۱۶]

طلوعِ اسلام نے عورتوں کو جہالت و گمراہی کی دلدل سے نکال کر ترقی دی۔اس کی شخصیت کو بلند کیا اسے آزادی رائے کا حق دیا اور یہ سب کچھ علم کی روشنی ملنے کے بعد ہی ممکن ہو سکا۔ مشہور کتاب" مغربی تمدن کی ایک جھلک "میں مجتبیٰ موسوی لاری نے شیعہ سنی تاریخوں کے حوالے سے لکھا ہے:

" عمر نے ایک دن مجمع کثیر کے سامنے منبر سے اعلان کیا جو شخص پانچ سو درہم۔ "مہرالسنّہ"۔سے زیادہ مہر معین کرے گا میں اس زیادتی کو لے کر بیت المال میں داخل کر دوں‌گا۔منبر کے نیچے سے ایک عورت نے فوراً ٹوکا اور کہا تمہارا حکم ،خدا کے حکم کے مخالف ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ " جو مہر تم لوگ زیادہ دو اس کو واپس نہ لو۔" پس تم حکمِ خدا کے خلاف حکم دینے والے کون ہو؟ کیونکہ خدا مہر السنہ سے زیادہ لینے کی اجازت دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو۔یہ سن کر عمر نے کہا : مرد نے اشتباہ کیا عورت نے صحیح بات کہی۔" [۱۷]

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ مردوں کی بالا دستی رکھنے والے یورپی تمدن نے عورت کو یہ حق نہیں دیا۔یہ اسلام ہی ہے جس نے ایک عورت کو یہ حق فراہم کیا کہ مجمع عام میں بھی اپنے حق کے لیے آواز بلند کرے چاہے اس کا مطالبہ خلیفۂ وقت سے ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام نے عورتوں کو کنیزی سے نکال کر اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کیا۔جی ہاں یہ اسلام ہی تو ہے جس نے مردوں کو عورتوں کی آقائیت کی منزل سے نیچے کھینچ لیا اور عورتوں کو کنیزی سے نجات بخشی اور مرد و عورت کو مقامِ انسانیت کے برابر لا کر کھڑا کیا۔

اسلام نے عورتوں کو عزت ،عظمت اور شرف انسانی کے لحاظ سے جو حقوق فراہم کیے ہیں اس میں ان کے ساتھ مساوات قائم کرتے ہوئے برابری کا درجہ عطا کیا ہے۔مرد اور عورت کے درمیان قانونی مساوات کا اعلان قرآن کریم میں اس طرح ہوا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ ۱۸؎

اور دیکھو! عورتوں کے لیے بھی اسی طرح کے حقوق مردوں پر ہیں جس طرح کے حقوق مردوں کے لیے عورتوں پر ہیں (ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ)۔

اسلام نے نا گزیر حالات کی بنا پر (عورت و مرد کے درمیان) جب مصالحت کی صورت نہ نکلے ایسے حالات میں اگر طلاق دینے کا حق مرد کو دیا ہے تو شوہر کے انتخاب کا حق عورت کو دیا ہے۔ صرف یہی نہیں طلاق خلع لینے کا حق بھی عورت کو حاصل ہے۔ مہر کی رقم کتنی اور کیا ہو اس میں عورت کو مکمل آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے مہر کی رقم کتنی مقرر کرے یہ اس کا حق ہے۔ عورتوں کے حق مہر ادا کرنے کے لیے قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ۱۹؎

(اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی دے ڈالو۔ پھر اگر وہ خوشی خوشی تمہیں کچھ چھوڑ دیں تو شوق سے کھاؤ پیو)۔

اسلام نے عورتوں کو حق میراث میں شریک قرار دیا ہے اسے حق میراث سے محروم نہیں کیا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کا اعلان ہے:

وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔ ۲۰؎

(اورماں باپ اور قرابتداروں کے ترکہ میں کچھ حصہ، خاص عورتوں کا بھی ہے خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ، حصہ مقرر کیا ہوا ہے)

اسلام نے عورتوں کو عدل و انصاف کی بنیاد پر جو حقوق دیے ہیں اس سے عورت کا وقار و مرتبہ بلند ہوا ہے جس کی مثال دیگر تہذیبی و تمدنی معاشروں میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔

اسلامی معاشرے میں عورتیں اپنی خانگی زندگی میں جو اخلاقی فرائض انجام دیتی ہیں وہ ان کا اپنے گھرانہ پر احسان ہے مثلاً اگر عورت اپنے شوہر کے گھر میں کھانا پکاتی ہے، بچوں کی نگہداشت کرتی ہے، گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے، برتن و کپڑے دھوتی ہے، کپڑے سیتی ہے یہاں تک کہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے یہ سب اسلام کی نظر میں اس کے فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ اس کے اخلاق کریمہ میں سے ہے۔ نان ونفقہ اور رہائش کے لیے مکان کا انتظام اور اگر حالات اجازت دیں تو ملازمہ کا انتظام وغیرہ مرد کے فرائض میں سے ہے۔ اگر مذکورہ امور میں عورت اپنے شریک حیات کے ساتھ اپنی گھر گرہستی کو چلانے کے لیے اپنی محنت کی کمائی ہوئی دولت میں سے معاونت کرتی ہے تو یہ اس کا حسن اخلاق و مہر و محبت ہے لیکن اس کے

لیے اس کا شوہر یا اس کے گھر والے اسے مجبور نہیں کر سکتے۔ کم علمی اور جہالت کے سبب آج مسلم معاشرے میں اس طرح کے مسائل یا جہیز کی مانگ کو لے کر تنازعات کا ہونا اور طلاق کی نوبت تک پہنچ جانا کسی بھی طرح مناسب نہیں کیونکہ یہ خرابیاں اسلامی تعلیمات کے عین منافی ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں عورتوں کے لیے حجاب کا حکم بھی اس کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو مکمل حقوق فراہم کیے ہیں۔

اب جبکہ یورپ کا کھوکھلا معاشرتی نظام علم و فکر کے ارتقائی منزلوں کو طے کر کے عورت کو اس منزل پر لا چکا ہے جہاں سے اس کی واپسی ممکن نہیں، ہاں ممکن ہے تو اسلام کی آغوش میں جس نے ایک مکمل نظام حیات پیش کر کے نہ صرف مردوں کو حقوق فراہم کیے ہیں بلکہ عورتوں کو بھی حقوق کی دولت سے مالا مال کر کے دائمی تحفظ فراہم کیا ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ عورت اور اسلام ، ص ۲۱، مولانا سید احمد علی سعید
۲۔ مجلّہ توحید، جلد ۵، شمارہ ۱۹۸۸ء، مقالہ: عورت کے انسانی حقوق
۳۔ نظام حقوق در اسلام، ص ۱۱۰۔ شہید استاد مطہری
۴۔ حقوق زن در اسلام، ص ۹۰، حسن صدر
۵۔ الدین والمرأۃ، ص ۵۶
۶۔ مجلّہ توحید (اردو) جلد ۵، شمارہ ۱ ، ص ۱۱۰، سال ۱۹۸۸ء
۷۔ مغربی تمدن کی ایک جھلک، ص ۲۴۹۔ مجتبیٰ موسوی لاری
۸۔ مجلّہ توحید، مقالہ: عورت کے انسانی حقوق، آقای سید محمد خامنہ ای، ص ۱۱۷، شمارہ ۱، ج ۵، ۱۹۸۸ء
۹۔ تمدن برہنگی اور برہنگی تمدن: ڈاکٹر غلام حداد عادل، ص ۴۱، ناشر: مقتدرہ قومی زبان ، پاکستان
۱۰۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُم۔۔۔ الخ سورۂ اسراء، آیت ۷۰
۱۱۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحاً۔۔۔ الخ سورۂ نحل، آیت ۹۷
۱۲۔ سورۂ التکویر، آیت ۸و۹
۱۳۔ اسلام میں خواتین کے فرائض و حقوق، ص ۲۶۔ ابراہیم امینی۔ انتشارات بین الملل ہدیٰ ۔ تہران۔ ایران
۱۴۔ کافی، ج ۵، ص ۷۸

۱۵۔ سورۂ نساء، آیت ۳۲

۱۶۔ کافی ، جلد ۱،ص ۳۰

۱۷۔ مغربی تمدن کی ایک جھلک، ص ۲۴۸۔ مجتبیٰ موسوی لاری۔ ناشر: تاج آفسیٹ پریس، دہلی

۱۸۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۸

۱۹۔ سورۂ النساء ،آیت ۴

۲۰۔ سورۂ النساء، آیت ۷

اسلام اور مغربی ممالک میں خواتین کے حقوق کی اساس کا ایک جائزہ

مریم جوانمرد

تخلیقی مشترکات

عورتوں اور مردوں سے متعلق کوئی گفتگو کرنے سے پہلے ہمیں ان کے تخلیقی مشترکات کا جائزہ لینا چاہئے۔ اسلام کی رو سے ان دونوں میں تخلیقی اعتبار سے اشتراکات بھی ہیں اختلافات بھی اور اشتراک واختلاف ہی مرد و عورت دونوں کے لئے الگ الگ حقوق کا باعث ہیں۔ البتہ تخلیقی مشترکات کا مسئلہ توضیح طلب ہے چنانچہ محققین اور دانشوروں کو چاہئے کہ اس پہلو پر خصوصی توجہ برتیں تاکہ شبہات کا ازالہ کیا جاسکے۔

مرد وعورت کے درمیان گوہر انسانی ایک اہم قدر مشترک ہے۔ اس اصل کی بنیاد پر بشری نقطہ نظر سے عورت ومرد دونوں برابر ہیں اور بشریت کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہونے کے تعلق سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تخلیقی مشرکات کی رو سے دوسری اہم قدر مشترک، ان کا سبب خلقت ہے چنانچہ دونوں کو نعمت حیات سے بہرہ مند ہو کر حصول کمال کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر کائنات کو اس لئے خلق کیا گیا تاکہ عورت ومرد کمال اور قرب الٰہی حاصل کرسکیں۔ عورت اور مرد دونوں کے لئے تیسری مشترکہ قدر، کمال انسانی کے حصول کے لئے اشتراک مساعی ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے، انسان کی انسانیت سب سے اہم موضوع ہے چنانچہ اسلام نے انسان کو "خلیفة الله فی الارض" جانا ہے جو اس بات کی طرف ہمارے ذہنوں کو متوجہ کراتا ہے کہ یہی انسانیت ہی انسان کا اصل جوہر ہے جو اسے خلیفۃاللہ قرار دیتا ہے۔

قرآن کریم نے " لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ "کے ذریعہ یہ واضح کردیا ہے کہ انسان خود خداوند کریم کی جانب سے قابل کرامت وتعظیم قرار پایا ہے اور یہ انسان کا وہی روحانی پہلو ہے جس پر خود خداوند متعال نے خصوصی توجہ فرمائی ہے چنانچہ انبیاء اور اولیاء اللہ نے ہمیشہ روح انسان کی بالیدگی کی کوشش فرمائی اور انہوں نے جسم انسانی کے جثّہ پر کچھ خاص اہمیت نہیں دی لہٰذا جو خداوند کریم کا مخاطب ہے وہ گوہر

انسانیت ہے اور اس رخ سے مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں ہے لہذا یہ دونوں ہی قرب الٰہی کی اعلیٰ منزلوں کو طے کر سکتے ہیں اور یہی ان دونوں کے مابین مشترک حق ہے پس اللہ تعالیٰ نے سب سے اہم حق جو مردوں کے مانند عورتوں کو بھی دیا ہے وہی روح الٰہی ہے جو پروردگار عالم نے ان کے قالب کو سونپی ہے۔

اسلام اور مغرب میں خواتین کے حقوق کا دائرہ

مذکورہ اقتباسات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورتوں کے حقوق کے تعلق سے اسلام جس وسیع دائرہ کا قائل ہے وہ مغربی ممالک کے مجوزہ حقوق نسواں کے اساس و مبانی سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اسلام نے حقوق نسواں کے حوالے سے خواتین کے مادی اور معنوی دونوں پہلوؤں کو نظر میں رکھا ہے جبکہ مغربی ممالک نے محض اس کے مادی پہلوؤں پر توجہ دی ہے۔ ان کے یہاں پیراڈ گم/ہیومنزم کی بنیاد پر محض انسان کو اہمیت کا حامل قرار دیا گیا ہے تاہم بنام سیکولرزم، دین کو سیاست سے جدا کرکے تصور الوہیت کو حاشیہ پر ڈال دیا گیا۔ چنانچہ مغرب کو جو انسان ملحوظ خاطر ہے وہ مادی انسان ہے اور وہ اس کے لئے جن حقوق کا بھی قائل ہے وہ سب بھی مادی دائرہ سے باہر نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے جو حقوق عورتوں کے لئے ان کے یہاں بیان ہوئے ہیں اس سے بہت کم ہیں جو دین اسلام نے خواتین سے متعلق مد نظر رکھے ہیں۔ اسلام کی رو سے اللہ نے مرد و عورت دونوں کو سب سے بڑا حق، حق انسانیت دیا ہے اور اس نقطۂ نظر سے عورت، بہشتی عاقبت کے انتخاب سے لیکر قرب الٰہی تک یہاں تک کہ خلافت الٰہیہ کے مقام و مراتب تک بھی پہنچ سکتی ہے۔

جب عورت، انسانی و بشری روح کے حق کی حامل ہو سکتی ہے تو اسے اپنے عقبیٰ کے تعین کا بھی حق حاصل ہے یا یوں کہا جائے کہ جب اسے روح دیدی گئی اور اس کی روح بھی جوابدہ بن گئی تو اس کی روح میں کمالات پر فائز ہونے کی بھی صلاحیت ہے اور روبزوال ہونے کی استعداد بھی۔ اس سلسلے میں مرد و عورت میں کوئی امتیاز نہیں ہے دونوں ہی مستقل طور پر اپنی سرنوشت کے تعین میں کوشش اور جد و جہد کر سکتے ہیں۔ اس سے ایک اور شبہ کی تردید ہوتی ہے کہ " عورت کوئی ضمنی یا حقیر قسم کی مخلوق ہے جسے مرد کے لئے ہی خلق کیا گیا ہے تاکہ وہ کمال حاصل کر سکے"۔ اور سیرت انبیاء اور تاریخ پیغمبران الٰہی سے اسی بات کی تائید بھی ہوتی ہے۔ زمانہ رسالتمآب میں عورت ایک عام شہری کی طرح مساوی حقوق کی مالک تھی، اسے اپنی سرنوشت کے تعین، سیاست اور اپنی رائے کے اظہار کا پورا حق حاصل تھا۔ اس طرح اس معاشرے اور حکومت میں وہ انتخاب ہمسر سے لیکر تعلیمات کو حاصل کرنے، مالکانہ حق رکھنے جیسے

سارے سماجی معاملات میں عورت پورے طورپر آزاد تھی۔ اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ مغربی تہذیب میں حقوق نسواں کا نعرہ ماڈرن زمانہ کی دین ہے ورنہ اس سے قبل ان کے یہاں اس کی کوئی خبر نہیں ملتی۔

عورت و مرد کے افتراق

مرد وعورت کے تخلیقی اشتراکات کے بعد، ان کے فرق پر بھی روشنی ڈالنی ضروری ہے۔ کیونکہ اسلام میں ان کے حقوق کی بنیاد، مشترکات اور فرق دونوں پر ہیں یہاں یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ خداوند کریم، عدالت کے لئے غیر معمولی اہمیت کا قائل ہے چنانچہ اس کا ایک نام عادل بھی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں عدل قائم ہو لہٰذا اس عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ مرد وعورت دونوں کے لئے ، ایسے حقوق طے کئے جائیں جو ان کی تخلیقی صلاحیتوں کے مطابق ہوں۔ یا یوں کہا جائے کہ دین اسلام، تشریعی احکام کو تخلیقی نظام سے ہما ہنگ رکھنا چاہتا ہے جو کہ فیمنسٹوں کے نظریات کے بالکل برخلاف ہے، انسانی عقل یہ بات تسلیم کرتی ہے، کہ بعض استثنائی موارد کے علاوہ، عورتیں جسمانی اعتبار سے مردوں کے مقابلے ، کمزور اور نفسیاتی اعتبار سے رحم دل ہوتی ہیں اور یہ اس بات کی نشاندہی ہے کہ عورت جمال الٰہیہ کی مظہر ہے اور اس کے اندر الٰہی رحم وکرم کے عناصر پوشیدہ ہیں۔ مرد وعورت دونوں کے قوت ادراک بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں متعدد آیتیں ہیں جو اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں، سورہ زخرف کی آیت نمبر ۱۸، سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۴، سورہ روم کی آیت نمبر ۲۱ اور سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۹ کی طرف بطور مثال اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام آیات میں مرد وعورت کے قوت ادراک کے فرق کے بارے میں اشارے ملتے ہیں جیسا کہ مرد وعورت دونوں میں طبعی رجحان کے حوالے سے نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔

البتہ مرد وعورت کے تخلیقی طرق سے متعلق چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ عورت کا جذباتی پہلو، مردوں سے زیادہ قوی ہے اس کا یہ بالکل مطلب نہیں ہے کہ عورت میں تعقل کی صلاحیت نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا ہے تو اللہ نے قرآنی آیات میں واجبات وفرائض سے متعلق ان سے خطاب نہ کیا ہوتا اور نہ ہی مذہبی کوئی ذمہ داری سپرد کی ہوتی اور یہ فطری امر ہے کہ جس کے پاس عقل سے استفادہ کی صلاحیت نہیں ہوتی اس سے کسی فریضہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف اگر مردوں کے قدر تمند ہونے کی بات ہے تو وہ کسب معاش کے تعلق سے ہے۔

جیسا کہ یہ طے شدہ امر ہے عورتیں، مردوں سے زیادہ جذباتی ہوتی ہیں، کیونکہ معاشیات میں ان

کے لئے موانع کا امکان زیادہ ہے اور چونکہ یہ موانع مردوں کے یہاں کم ہیں لہٰذا ذمہ داریوں کو تقسیم کر دیا گیا ہے اور گھر کی معیشت کی اصل ذمہ داری مردوں کے ذمہ رکھی گئی ہے اور عورت کو افراد خانہ کے درمیان انس برقرار رکھنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔شاید یہ حکمت الٰہیہ ہے کہ خانوادہ کو دوستونوں پر استوار کیا گیا ہے تاکہ زندگی بآسانی چل سکے اور ظاہر ہے کہ ڈھنگ سے گھر چلانے کے لئے معاش کے ساتھ الفت و محبت کی بھی سخت ضرورت ہوتی ہے آج بہت سے گھرانے ایسے ہیں کہ جو اقتصادی و معاشی لحاظ سے خوشحال ہیں مگر ان کے بچے اخلاقی بے راہ روی کے شکار ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ عورتوں کے جذباتی ہونے کو ان کی شخصیت کا ضعف شمار نہ کیا جائے۔اس سے یہ مطلب بھی نہ نکالا جائے کہ معاشرہ میں انہیں نیچا دکھانے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ انسانی مطمح نظر سے مرد و عورت کے جسمانی اور جذباتی فرق واختلاف ہی باعث بنے ہیں جو یہ انسانی اور اسلامی معاشرہ مناسب انداز میں ایک دوسرے سے مربوط ہوسکے ہیں۔اس معاشرہ کی کچھ نفسیاتی ضرورتیں ہیں اور یہ اگر صالح انداز میں پوری ہو جائیں تو سماج میں بہت سے ناخوش آئند واقعات رونما ہی نہ ہوں۔ اس طرح کا معاشرہ اصلاً عملی وجود میں لانے سے عالمی پیمانے پر اقدار میں توسیع ہوگی اور بین الاقوامی سطح پر امن وسکون کی بحالی کے امکانات فراہم ہوسکیں گے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خواتین جس فکری، عقلی اور عملی میدان میں قدم رکھیں کامیابیاں حاصل کرسکتی ہیں، مگر ایسا لگتا ہے کہ خداوند کریم چاہتا ہے کہ عورت اپنی تمام تر فطری استعداد کے علاوہ مہر ومحبت کا مجموعہ بھی رہے تاکہ انسانی معاشرہ کے لئے باعث سکون قرار پائے۔ اس سلسلے میں متعدد آیات وروایات ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ معاشرہ میں عورت کا کیا مقام ہے۔ مثلاً حضور اکرمؐ نے فرمایا: عورتوں کو اف بھی نہ کہو ۱۔اسی طرح آپ نے اپنی وصیت میں حقوق نسواں سے متعلق مردوں کو خصوصی تاکید فرمائی۔۲۔اس کے علاوہ آپ نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ کرے۔۳۔چنانچہ عدالت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہوا کہ مرد معیشت کی فراہمی کی ذمہ داری سنبھالے جیسا کہ نفقہ مرد پر ہی واجب ہے، دوسری طرف عورت اپنی تمام تر اخلاقی خصوصیات جیسے اس کا محبت آمیز ہونا وغیرہ کے ساتھ اہل خانہ سے اس طرح پیش آئے جس کے نتیجہ میں اہل خانہ اس کی دلسوزی اور قربانیوں کی قدر کرتے ہوئے صالح معاشرہ کی تشکیل میں اس کا ساتھ دیں۔

مغربی تہذیب میں خواتین کے حقوق کی فکری بنیادیں

مغرب میں عورتوں کے حقوق کا جائزہ لینے سے قبل ان کے فکری مبنا کا تجزیہ بہت ضروری ہے۔ اسلام کے برخلاف، مغرب میں عورتوں کے حقوق کی گفتگو پچھلے تین سو سال سے شروع ہوئی ہے چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہاں کی خواتین صدیوں ظلم وستم کا نشانہ رہیں اور اسکا تعلق ان کی تہذیب سے ہے اور عیسائی تعلیمات سے اس کا چنداں تعلق نہیں ہے۔ ویل ڈورینٹ کی کتاب تاریخ تمدن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم زمانہ اور قرون وسطیٰ میں بھی یوروپی تہذیب میں عورتوں کو ایک ضمنی مخلوق کی حیثیت حاصل تھی یہاں تک کہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ عورتیں ہی ہیں جن کی وجہ سے مرد غلطی کرتے ہیں اور انہی کی وجہ سے مردوں سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے عورتوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا اور انہیں انتخاب ہمسر، تعلیم، میراث، مالکانہ حقوق، بڑے فیصلے اور سیاسی مشارکت سے باز رکھا جاتا تھا۔ اس دوران روحانی اعتبار سے بھی عورتوں کا کوئی شمار نہیں تھا اور ان کے لئے کوئی اہمیت کا قائل نہیں تھا۔ جان لاک، روسو نیچہ اور منتسکیو جیسے مفکرین کی رو سے عورتیں چھوٹی شخصیت کی مالک، متکبر اور خود پسند ہوتی ہیں، بعض دوسرے مغربی مفکرین جیسے ہگل، ہیوم وغیرہ بھی عورتوں کے عقل وخرد کے سلسلے میں تشکیک کے قائل ہیں درحالیکہ اسلام میں چونکہ عورت صاحب عقل ہے لہٰذا اسے مکلّف قرار دیا گیا ہے۔ مغرب کی جدید تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی دنیا کے سارے ڈیمو کریٹک، فکری انقلاب کا معیار، ہیومنزم، سکولرزم، انڈوجولیزم، ریلٹویزم اور لبرالزم رہا ہے اور اسی کو معیار اور اساس قرار دیتے ہوئے انسانی حقوق طے کیے گئے ہیں پھر بھی ۱۷۸۹ء کے حقوق الناس، سے متعلق ہوئے اعلان میں عورتوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یوروپ میں ۲۰۰ سو سال پہلے تک عورتوں کو ووٹ دینے کا حق نہیں تھا۔ اسی لئے فیمینیزم کا رجحان بھی لبرالزم کی طرح بیشتر قانونی تھا۔ مغربی فیمنسٹ اپنے حقوق جیسے ووٹ اور انتخاب ہمسر کے فراق میں تھیں یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مغربی عورتوں کو صلیبی جنگ کے دوران، اسلام میں عورتوں کے حقوق سے واقفیت ہوئی اور انہوں نے بھی اپنی حکومتوں سے ایسا ہی مطالبہ کیا جو انہیں اس وقت بہر حال نہیں ملا۔

یوروپ اور مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام میں نہ توانسان کے معنوی حقوق کی کوئی اہمیت رہی ہے اور نہ ہی انسانیت کے سبب اس کی کوئی اہمیت ہے بلکہ اس کے ظواہرات جیسے مال ودولت اور مقام اور بنیاد پر ہے۔ اس نظام کے تئیں انسان کا سرمایہ دار ہونا بہت اہم ہے اس کے علاوہ مادیت اور لذت پسندی کو ان کے یہاں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اس لحاظ سے خوبصورت ہونا ان کے یہاں سماج میں اعتبار

بڑھانے کے لئے کافی شمار کیا جاتا رہا ہے جبکہ دین اسلام نے تقویٰ اور پرہیزگاری کو بہترین کسوٹی قرار دیا ہے۔ مغربی نقطہ نظر سے ایک انسان جو کسب معاش کی سوجھ بوجھ اور شہوانی تشفی کی صلاحیت رکھتا ہو بہت اہم انسان ہے۔ معاشرہ میں اعتبار قائم کرنے کے لئے اس کا خوبصورت اور دولتمند ہونا کافی ہے۔اس نظریہ کو اسلام کے مقابل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ انداز فکر بہت ساری عورتوں کی حق تلفی کا ذریعہ قرار پاسکتا ہے تاہم اس سے معاشرہ کے اندر بے انصافی میں اضافہ ہوگا۔ البتہ عورتوں کے حقوق سے متعلق اسلامی نقطہ نظر بھی ساری دنیا کے لئے آشکار انہیں ہے اور اس سلسلے میں منظّم پروگرام کے تحت ماڈرن میڈیا کا سہارا لیتے ہوئے اسے عام کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام، عورتوں کے لئے کن حقوق کا قائل ہے اور ان کے حقوق کی اساس وبنیاد کیا ہے؟

مغربی ممالک میں عورتوں کے حقوق کے تعلق سے اٹھنے والی آوازیں ایک دوسرے سے مختلف رہی ہیں۔ اس سلسلے میں ریڈیکل فمنیزم، مارکسیسم، لبرالیزم، سوشیالزم کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کے سارے فکری رجحانات اس بات کے قائل ہیں کہ عورتوں کے حقوق کے لئے اس وقت تک لڑتے رہنے کی ضرورت ہے جب تک عورت ومرد کے حقوق مساوی نہ ہوجائیں جو کہ اسلامی نقطہ نظر سے متعارض ہے کیونکہ اسلامی رخ سے بعض موارد میں عورت میں مرد کے ساتھ حقوقی مماثلت نہیں پائی جاتی۔ اور اسی طرح اس کا برعکس، ان دونوں کے حقوق دونوں کی فطری ساخت کے حقوق اعتبار سے مناسب ہیں مثلاً، نفقہ مرد پر واجب ہے اور یہ مسئلہ سب سے زیادہ واضح انداز میں مرد وعورت کے تناسب، تخلیق اور تشریعی تقاضوں کو بیان کرتا ہے تاہم عدالت بھی یہی ہے۔ فیمنسیٹی رجحانات بھی، مغربی معاشرہ میں پائے جانے والے خلاء کو پر نہیں کرسکتا اور آج ان کے معاشرہ کی بہت بڑی مشکل بھی، محبتوں اور خلوص کا روبزوال ہونا، افراد خانہ کے تعلقات کا کمزور ہونا ہے اس طرح انسان اپنے ہی انسانی معاشرہ میں اجنبیت کا احساس کرنے لگا ہے کیونکہ اس کے نفسیاتی تقاضے پورے نہیں ہوپاتے۔ ایسے معاشرہ میں عورتوں کے حقوق کی محض قانونی حیثیت ہے اور وہ بھی مادی حساب وکتاب کی بنیاد پر تاہم اخلاقی اور نفسیاتی پہلوؤں کو یکسر نظرانداز کردیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے ہم مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچے ہیں:

اسلام نے طے شدہ اصول ومبانی کے پیش نظر کچھ مشترک قسم کے حقوق کو مرد وعورت دونوں کے لئے بیان کئے ہیں ساتھ ہی تخلیقی نظام میں فرق کے سبب مرد وزن کے حقوق کے نظام میں قدرے فرق کی بھی نشاندہی کی ہے۔

اسلام نے عورتوں کے دائرہ حقوق کو مغربی دائرہ حقوق کے مقابل زیادہ وسیع اور جامع قرار دیا ہے۔ اسلام

نے اس کے مادی حقوق کے علاوہ اس کے روحانی حقوق کا تعین کیا ہے۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق کی تاریخ، مغربی ممالک کے حقوق کی تاریخ سے زیادہ قدیمی ہے۔

رسول اکرمؐ نے جو تہذیبی انقلاب برپا کیا (جو انسانی معاشرہ کی بڑی خدمت ہے) اس بات کا سبب بنا کہ عورتوں کے نظر انداز کیے گئے حقوق انہیں واپس دلوائے جائیں اور آج جتنا زیادہ احکام الٰہیہ کی پابندی ہوگی اس کے حقوق مزید آشکار ہوتے چلے جائیں گے۔

آج دنیا بے انصافی، تفریق، عدم خلوص کے سبب مشکلات کا سامنا کر رہی ہے اور مغربی دنیا، تہذیبی بحران کے دہانے پر کھڑی ہے ایسے میں مسلم دانشوروں کا فریضہ مزید اہم ہو جاتا ہے کہ اس کی انجام دہی کے لئے پروگرام بنائے جائیں، نمونے تراشے جائیں، اسلام میں عورتوں کے حقوق سے متعلق کانفرنسیں منعقد کرائی جائیں۔ اور اسے میڈیا کے ذریعہ ساری دنیا میں نشر کیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۱۴، ص ۲۵۲

۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۲۵۲

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۸، ص ۵۰۷

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا
اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں

مولانا سید نذر امام نقوی

اسلام کی عظیم الشان مثالی خاتون حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شخصیت مسلمانوں، خاص کر پیغمبر اسلام اور ائمۂ اطہار علیہم السلام کے نزدیک بہت ہی محترم، نمایاں اور مثالی حیثیت رکھتی ہے۔

اس عظیم الشان مثالی خاتون کی فضیلت پر مبنی بہت سی روایتیں اور حدیثیں منقول ہیں۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ولادت کی حیثیت سے نہیں بلکہ رسالت کی حیثیت سے رسول خداؐ کی ماں شمار کی جاتی ہیں، آپ ہی کے ذمہ اپنے والد گرامی کی ہمہ جانبہ نگہداشت تھی۔ در حقیقت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی موجودگی ایک ایسی نورانی حرکت تھی جو پیغمبر اکرمؐ کے نور رسالتمآبی کو صدیوں اور اعصار کے امتداد تک جاری وساری رکھتے ہوئے انسانیت کو فیضیاب وروشن کرتی رہی۔

تاریخ نے بارہا نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو **امّ ابیہا** پکارا کرتے اور ان کے ساتھ ماں جیسا سلوک کیا کرتے تھے۔ ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا کرتے اور جب کبھی سفر سے مدینہ واپس آتے تو سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرتے تھے اور یہ اس وجہ سے تھا کہ حضرت ایسے یتیم تھے جنھوں نے عہد طفولیت میں ہی اپنی مادر گرامی آمنہ بنت وہب کو کھودیا تھا۔ فطری بات ہے کہ اس طرح کے بچے کسی ایسی مہربان گود کی تلاش کیا کرتے ہیں اسی لئے حضرتؐ رسولؐ خدا بھی حضرت علیؑ کی مادر گرامی، فاطمہ بنت اسدؑ کی محبت سے اس نفسیاتی خلاء اور کمی کو مرتفع کیا کرتے تھے اور انہیں اپنی ماں سمجھتے اور ماں کے نام سے پکارا کرتے تھے اور جب اس مہربان ماں کا انتقال ہوگیا تو آپ کے دل پر غموں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا لوگوں نے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے:

میری ماں اس دنیا سے چل بسیں۔ لیکن خداوند عالم نے انہیں فاطمہؑ جیسی بیٹی عنایت فرمائی جو فاطمہ بنت اسدؑ کی یاد تازہ کرتی اور ان کی موجودگی آپ کیلئے تسلی بخش تھی، اس لئے پیغمبر اکرمؐ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو **امّ ابیہا** کے نام سے پکارا کرتے۔ ا۔

بقول علامہ حسن زادہ آملی جنہوں نے اپنی کتاب " **فص حكمة عصمتية فى كلمة فاطمية**" صفحہ ۳۷

میں تحریر کیا ہے کہ چونکہ عقلِ کل والد اور نفس کل ماں ہے اور مخلوق ان دونوں سے وجود میں آئی اور انوار و فضائل کی ماں فاطمہ سلام اللہ علیہا، عقیلۂ رسالت اور بوجہ اتمّ مظہر نفس کل ہیں اس لئے آنجناب اس باپ کی ماں ہیں جن پر نبوت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ایسے موقع پر حق سبحانہ تعالیٰ کے اس قول پر غور کریں کہ " الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ " نیز حق تعالیٰ کے اس قول پر غور کرو کہ "لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۔۔۔ الخ "

اُمّ کا لفظ مقصد کے معنیٰ میں بھی آیا ہے، پس نبی اکرمؐ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اس لئے ام ابیھا پکارا کیونکہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی موجودگی عالم ہستی کا حقیقی مقصد و ہدف اور نبوت کا ثمرہ ہے۔

عربی زبان میں اُمّ کے مختلف معنیٰ ذکر کیے گئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ ایک تو اُمّ کا مطلب ماں ہے۔

۲۔ کسی بھی چیز کی اصلیت اور جڑ کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ ام الکتاب کے معنی میں اصل کتاب جو کہ لوح محفوظ کے معنیٰ میں ہے یا سورۂ حمد کہا گیا ہے۔

۳۔ کسی مجموعہ یا اصل مقصد کو عربی میں اُمّ کہا جاتا ہے۔

۴۔ وسط زمین اور مکۂ معظّمہ کو اُمّ القریٰ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ زمین کے بچھانے اور اس کی توسیع کا کام وہیں سے شروع کیا گیا۔

۵۔ اس کا اطلاق مقصد و مقصود پر بھی ہوتا ہے۔

۶۔ کسی چیز کی تقویت اور تربیت کے بارے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے، یہ فلاسفہ کی اصطلاح ہے۔

۷۔ کسی بھی احکام و شریعت کی آیت محکمہ کو بھی اُمّ کہا جاتا ہے۔

۸۔ کسی قوم کے سردار پر بھی اُمّ کا اطلاق ہوتا ہے، جس طرح کہ خادم قوم کو بھی اُمّ کہتے ہیں۔

اس کے اور بھی دیگر معنیٰ بیان کیے گئے ہیں جن کے ذکر سے ہم گریز کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں ذکر ہوا ہے کہ آسمان و زمین کا وجود فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نور سے ہے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نور خدا کا نور ہے اور فاطمہ آسمان و زمین سے افضل ہیں، اسی بنا پر زمین پر موجود سبھی خلائق کی پیدائش حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نور سے مربوط ہے لہٰذا فاطمہ سلام اللہ علیہا کے والد کا عنصری وجود بھی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نور سے ہے اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ام ابیھا کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا، پیغمبر اکرمؐ کے اصلی مقصد کو جامۂ عمل پہنانے والی بھی تھیں۔ آیۂ محکمہ پر اُمّ کے اطلاق کے بموجب یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ آیات محکمات خاتم الانبیاء کی فضیلت و شرافت پر واضح علامات میں سے ایک حضرت زہرا کا وجود مبارک ہے اس لئے مختلف وجوہات منجملہ علم و حلم و زہد و حیا اور عفت و صبر، جود و

سخاوت اور فصاحت و بلاغت، شجاعت و سماحت و خلق میں خاص طور سے جبکہ هُنّ اُمّ الکتاب کی محکم آیہ شریفہ کی تاویل کی گئی ہے، اس سے مراد اہلبیت اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی مقدس ذات ہے، اس لئے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کیلئے امّ ابیہا کا اطلاق بلاوجہ نہیں ہے۔ ۲۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا ایک لائق بیٹی، مہربان ماں ہیں جو ہمیشہ پیغمبرؐ کی محافظت اور دیکھ بھال میں سر گرم رہتی ہیں۔ اس لئے امّ ابیہا کا لقب پایا۔

بہ نقل از استاد محمد رضا موحدی (نمایندگی ولی فقیہ کی مرکزی کمیٹی کے شعبہ نشر واشاعت کے سرپرست)

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا مقدس نام

فاطمہ سلام اللہ علیہا متوصف ہے فطم مصدر سے اور عربی لغت میں کاٹنے، قطع کرنے اور علیحدہ کرنے کے معنی میں ہے۔ یہ صیغہ جو کہ فاعل کے وزن پر مفعولی معنی دیتا ہے۔ علیحدہ کیا ہوا کے مفہوم میں ہے۔ سنی اور شیعہ کتابوں میں ایک روایت منقول ہے جس میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: انہیں فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نام سے یاد کیا گیا ہے چونکہ خود وہ اور ان کے چاہنے والے جہنم کی آگ سے الگ کیے گئے ہیں۔ ۳۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نام فاطر سے مشتق ہے، فاطر سے فاطمہ سلام اللہ علیہا کا اشتقاق، کبیر یا اکبر کا اشتقاق ہے جو اس بات کا اشارہ ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا فاطر کی صفت کا مظہر ہیں کیونکہ انہوں نے مقام فنا فی اللہ اور امر الٰہی کے قیام میں عالم غربت و تنگدستی میں سلطنت و سنوت اور ولایت عظمیٰ کا مقام و مرتبہ بطور سند {مَنْ ذَالَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہ} حاصل کرکے اذن خدا کو اپنا اذن بنالیا۔ بنابریں، بعض وارد ہ خبروں میں جو کچھ آیا ہے اور مصدر وحی و تنزیل کے ذریعہ صادر ہوا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ لفظ فطم متعدی ہے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کا مطلب فاصلہ ہے یعنی " فُصِّلَتْ نَفسَها عَنِ الشَّرِّ " یعنی انہوں نے اپنے نفس کو ہر قسم کی پلیدی و ناپاکی سے علیحدہ کرلیا اس وجہ سے کہتے ہیں: حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مبارک وجود فاصل ہے اور آپ کا مقدس نفس مفصول ہے اور مفصول عنہ ہر قسم کی پلیدی و ناپاکی ہے اور مفصول بہ اصلی صلاحیت اور اقتضائے ذاتی ہے۔ اس لئے حقیقت اور اصل میں آپ کی ذات گرامی ہر قسم کی پلیدی و برائی سے پاک و پاکیزہ ہے۔

ایک حدیث کے تحت پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: تمہیں پتہ ہے، میری بیٹی کو فاطمہ سلام اللہ علیہا کیوں پکارا جاتا ہے؟ کیونکہ اس سے اور اس کے چاہنے والوں سے آتش جہنم کو علیحدہ کردیا گیا ہے۔ ۴۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادت

معتبر کتابوں اور روایتوں کے مطابق حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت بروز جمعہ ۲۰ جمادی الثانیہ کو مکہ میں واقع ہوئی ہے۔۵۔

بتول:

"ینابیع المودۃ" کے صفحہ ۲۶۰ میں شیخ سلیمان بلخی قندوزی رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بتول کا نام دیا گیا کیونکہ وہ حیض و نفاس سے پاک و پاکیزہ تھیں، یعنی انہیں حیض ونفاس نہیں آتا تھا۔۶۔

اسماء بنت عمیس سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: جب حسن کی ولادت ہونے والی تھی تو میں نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی مدد کی اس وقت ان میں ولادت کا خون مشاہدہ نہیں کیا میں نے پیغمبر سے دریافت کیا کہ میں نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کے اندر ہرگز حیض و نفاس کی آلودگی نہیں دیکھی۔آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا، پتہ نہیں ہے کہ میری بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا ان سب چیزوں سے پاک و پاکیزہ خلق کی گئی ہے۔۷۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا اور قرآنی آیات

خداوند عالم سورۂ احزاب کی آیات ۳۱ تا ۳۳ میں فرماتا ہے:

خداوند عالم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ آپ اہل بیت کو ہر گناہ سے علیحدہ اور پاک و پاکیزہ رکھے۔۸۔

ان آیتوں میں اہلبیت سے مراد علیؑ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حسن و حسین علیہم السلام ہیں۔

ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

یہ آیت میری، اور علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حسن و حسین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔۹۔

ام سلمہ کہتی ہیں، یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی، اس وقت فاطمہ سلام اللہ علیہا، علیؑ اور حسن و حسین علیہم السلام وہاں موجود تھے، رسول خداؐ نے اپنی وہ عبا جو ان کے دوش پر تھی اتاری اور ان لوگوں پر پھیلاتے ہوئے کہا: یہ میرے اہلبیت ہیں، خداوندا ان سے نجاست کو دور رکھ اور انہیں پاک و پاکیزہ قرار دے۔۱۰۔

ایک دن پیغمبر اکرمؐ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے، انہوں نے مشاہدہ فرمایا کہ ان کی بیٹی نے بہت ہی پرانا اور خستہ کپڑا پہن رکھا ہے اور اپنی گود میں رکھ کر اپنے بچے کو دودھ بھی پلا رہی ہیں اور چکی میں جو ڈال کر آٹا بھی پیس رہی ہیں، اس منظر نے حضرت کو بہت زیادہ متاثر کیا، آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے

فرمایا: میری بیٹی مجھے امید ہے کہ اس زود گذر دنیا کی سختی بھری تلخ زندگی کے بدلے میں آخرت کی ابدی خوش نصیبی حاصل ہو گی۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے بالکل اس انداز میں جیسے کہ وہ ان تمام مصائب و آلام سے خوش ہیں اور ان مصیبتوں اور سختیوں کو خدا کی عنایت سمجھتی ہیں، فرمایا: یَارَسُولَ اللّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نَعْمٰائِہِ وَ الشُّکْرُ اَشَدُّ عَلیٰ آلائِہِ، خداوند عالم کی نعمتوں کے مقابلے حمد و ستائش اس کی ذات سے مخصوص ہے۔

اس کے فوراًبعد ہی پیغمبر اکرمؐ پر یہ آیت نازل ہوئی:

{ وَ لَسَوفَ یُعْطِیکَ رَبّکَ فَتَرضیٰ } عنقریب ہی خدا تم پر اپنی عنایت نازل فرمائے گا، جس کے باعث خشنود ہوگے۔۱۱؎

کتاب "مناقب ابن شہر آشوب" میں کتاب "لوامع" سے اور کتاب "شرف المصطفیٰ" اپنے اسناد میں سلمان سے اور ابو بکر شیر ازی اپنی کتاب میں ابو صالح سے نیز ابو اسحاق ثعلبی و علی بن احمد الطائی اور ابو محمد حسن بن علویہ اور قطان اپنی تفسیروں میں سعید بن جبیر اور سفیان ثوری و ابونعیم اصفہانی، حماد بن سلمۃ ثابت، انس اور ابی مالک ابن عباس کے حوالے سے خبر دیتے ہیں کہ قولہ تعالی: { مَرَجَ الْبَحْرَينِ يَلْتَقِيَانِ } ۱۲؎

ارشاد ہوتا ہے: علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہا دو ایسے گہرے سمندر ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ظلم و ستم روا نہیں رکھتے اور ایک روایت کے مطابق: { بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ. يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ }۔۱۳؎

برزخ سے مراد رسولؐ خدا اور لولو و مرجان، حسن و حسین علیہم السلام کی طرف اشارہ ہے اور اس آیۂ مبارکہ میں { فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ } ۱۴؎

عمار بن یاس کا کہنا ہے: ذکر سے مراد، علیؑ مرتضیٰ اور انثیٰ سے مراد فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔

آل عمران کی آیت نمبر ۶۱ بھی حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شان میں نازل ہوئی ہے:

(فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ)

ہجرت کے موقع پر جبرئیل علیہ السلام جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے حق میں یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

{ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُونَ اللّٰه قِيَاماً وَ قُعُوداً وَ عَلىٰ جُنُوبِهِم وَ يَتَفَكَرُونَ فِى خَلقِ السّمٰاوَاتِ وَ الاَرض رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذا بَاطلاً سُبحَانَکَ فَقِنَا عَذابَ النَّار } ۱۵؎

ابو بکر بن شیر ازی کی کتاب میں محمد بن حنفیہؒ امیر المؤمنین سے حدیث نقل کرتے ہیں:

{ قَالَ اِنَّ رَسُولَ اللّٰه قَرَءَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاکِ وَطَهّرکِ وَ اصطفٰکِ عَلیٰ النِسَاءِ العَالَمِيْن } ۱۶؎

یعنی رسول اللہ نے جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی فضیلت میں اس آیت کی تلاوت کی:

{قَال: يَا عَلِي خَيرُ نساء العٰالَمِينَ اَرْبَعٌ. مَريمُ بنتُ عمران وَ خَديجةُ بنتُ خَويلد وَ فاطمةُ بنتُ محمّدٍ وَ آسيةُ بنت مزاحم}

فرمایا: اے علیؑ: عالم میں بہترین خواتین چار ہیں، عمران کی بیٹی مریم، عیسیٰ کی والدہ، اور خویلد کی بیٹی خدیجہ زوجۂ رسولؐ خدا، اور پھر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا اور مزاحم کی بیٹی آسیہ، فرعون کی زوجہ۔

(نک: حلیہ میں ابونعیم، مسند میں ابن البیع، خطیب نے تاریخ میں ابانہ میں ابن بطہ نے احمد سمعانی نے فضائل میں ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور ابوصالح مؤذن نے اربعین میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے)۔

زیادہ تر مفسرین کا یہی کہنا ہے کہ سورۂ مبارکۂ کوثر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں نازل ہوئی ہے علامہ طباطبائی "تفسیر المیزان" میں لکھتے ہیں:

یہ جملہ، میں نے تمہیں کوثر عطا کیا، اس دلالت سے خالی نہیں ہے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بیٹے رسولؐ خدا کی ذریت ہیں اور یہ بات بذات خود ایک غیبی خبر ہے جو قرآن کے ذریعہ دی گئی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد آپ کی نسل شریف میں ایسی برکت نازل فرمائی کہ چہار دانگ عالم میں اس کے مقابلے میں ایسی برکت کسی نسل میں ظاہر نہیں ہوئی۔ باوجود اس کے کہ اس نسل کے خلاف بہت زیادہ قتل وکشت اور رنج وآلام کے پہاڑ توڑے گئے، پھر بھی اس نے قابل ملاحظہ توسیع حاصل کی۔ ۱۷

سامرات میں شیخ اکبر (محی الدین عربی) اور "تفسیر بیضاوی" میں عبد اللہ بن عباس سے آیۂ شریفہ {يُوفُونَ بِالنّذرِ وَ يَخَافُونَ يوماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْراً} یہ لوگ خداوند عالم سے کیے گئے اپنے عہد سے وفادار ہیں اور اس دن سے جب شرّ سب کے دامن کو پکڑے گا، ڈرتے ہیں) کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ جب حسنین علیہم السلام بیمار پڑگئے تو رسول خداؐ ابو بکر اور عمر کے ہمراہ ان کی عیادت کیلئے آئے، عمر نے کہا: اے ابوالحسن اگر اپنے بچوں کی شفایابی کیلئے نذر کرو تو خدا انہیں جلدی شفاعت عطا کرے گا، علی علیہ السلام نے فرمایا: میں نے نذر کیا ہے کہ اگر یہ صحتیاب ہوگئے تو اس کے شکرانے میں تین دن روزہ رکھوں گا۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا و حسنین علیہم السلام اور فضہ نے بھی اسی طرح کی نذر کی، پھر خدا کی مرضی ہوئی اور یہ دونوں جلد ہی صحتیاب ہوگئے پھر گھر والوں نے نذر کے مطابق روزہ رکھا، اب ان کے پاس کھانا نہ تھا کہ افطار کرسکیں۔ علی علیہ السلام اس شمعون یہودی کے گھر گئے جو ان کے پڑوس میں رہا کرتا اور اس کا پیشہ اون کاتنا تھا، آپ نے فرمایا: کیا تمہیں منظور ہے کہ تین صاع جَو کے بدلے محمد کی بیٹی تمہارے لئے اون کاتے؟ شمعون نے یہ بات قبول کرلی اور حضرت علیؑ تھوڑا اون اور جَو لے کر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس آئے اور پورا واقعہ بیان کیا۔ رسولؐ کی بیٹی کام میں مصروف ہوگئیں انہوں نے اون کاتنے کے بدلے ایک صاع جَو لیا اور چکی میں ڈال کر پیسا پھر گھر کے لوگوں کی

تعداد کے مطابق، پانچ روٹیاں تیار کیں۔ شام کو حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرمؐ کی امامت میں مسجد میں نماز جماعت ادا کی اور پھر افطار کرنے کیلئے گھر لوٹ آئے، جیسے ہی دستر خوان بچھا اور حضرت علی علیہ السلام نے افطار کرنے کیلئے پہلا لقمہ ہاتھ میں لیا۔ ایک فقیر نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا: اے خاندان محمد، سلام ہو آپ پر! میں ایک غریب مسلمان ہوں، جو کچھ آپ کھا رہے ہیں اس میں سے مجھے بھی دیدیں کہ اس کے عوض خداوند عالم آپ کو جنت کے کھانے نصیب کرے گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے لقمہ رکھ دیا اور جا کر پورا قصہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو سنایا، جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا دستر خوان پر آئیں اور روٹیاں سمیٹ کر اُس فقیر کے حوالے کر دیں، اس رات یہ سب اہل خانہ خالی پیٹ رہ کر بھوکے سوگئے۔ یہ واقعہ یونہی تین مرتبہ دہرایا گیا اور تینوں مرتبہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے گھر والوں کا کھانا مسکینوں، غریبوں اور یتیموں کو کھلا دیا اور سب لوگ بھوکے سو رہے، چوتھے دن یہ لوگ روزے سے نہیں تھے لیکن گھر میں کچھ کھانے کو بھی نہیں تھا۔

حضرت علی علیہ السلام، حسنین علیہم السلام کی انگلیاں پکڑ کر رسولؐ خدا کے پاس گئے۔ بھوک کی شدّت سے حسنین علیہم السلام کا چہرہ زرد ہو چلا تھا جب پیغمبرؐ اکرم نے لرزتے بچوں کو دیکھا تو فرمایا: اے ابوالحسنؑ کیا بات ہے؟ تم لوگوں کی یہ حالت میرا کلیجہ چھلنی کر رہی ہے، چلو چل کر فاطمہ سلام اللہ علیہا سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہوا ہے، یہ لوگ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر آئے۔ پیغمبر اکرمؐ نے دیکھا کہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا خدا کی عبادت میں سر گرم ہیں اور بھوک کی شدّت سے پیٹ کمر سے جالگا ہے، چہرہ پیلا پڑ چکا ہے اور آنکھوں کے گرد گڑھا ہو گیا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر باپ نے بیٹی کو سینہ سے لگایا اور فرمایا: خداوندا مدد فرما کہ محمد کے اہلبیتؑ بھوک کی شدّت سے جاں بحق ہو رہے ہیں، ابھی پیغمبر اکرمؐ کی غم واندوہ سے بھری فریاد پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور ان کے مبارک قلب پر سورۂ ہل اتی نازل فرمائی جس میں اہلبیت علیہم السلام کی مدحت سرائی کے قصیدے بیان ہوئے ہیں۔

ترجمہ سورۂ هَلْ أَتَىٰ

کیا زمانے میں انسان پر ایسا وقت آیا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا؟

(۱) ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا کہ اسے آزمائیں، پس ہم نے اسے سننے والا، دیکھنے والا بنا دیا۔

(۲) ہم نے اسے راستے کی ہدایت کر دی خواہ شکر گزار بنے اور خواہ ناشکرا۔

(۳) ہم نے کفار کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

(۴) نیکی کے مرتبے پر فائز لوگ ایسا مشروب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہو گی۔

(۵) یہ ایسا چشمہ ہے جس سے اللہ کے (خاص) بندے پئیں گے اور خود اسے (جیسے چاہیں) جاری کر دیں گے۔

(۶) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی ہر طرف پھیلی ہوئی ہو گی۔

(۷) اور اپنی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔
(۸) (وہ ان سے کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ تو کوئی معاوضہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکر گزاری
(۹) ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کا خوف ہے جو شدید بد منظر ہوگا۔
(۱۰) پس اللہ انھیں اس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا اور انہیں شادابی اور مسرت عنایت فرمائے گا۔
(۱۱) اور ان کے صبر کے عوض انہیں جنت اور ریشمی لباس عنایت فرمائے گا۔
(۱۲) وہ اس (جنت) میں مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے جس میں نہ دھوپ کی گرمی دیکھنے کا اتفاق ہوگا اور نہ سردی کی شدت۔
(۱۳) اور درخت ان پر سایہ فگن ہوں گے اور میووں کے (گچھے) ان کی دسترس میں ہوں گے۔
(۱۴) اور ان کے لئے چاندی کے برتنوں اور بلوریں پیالوں کے دور چلیں گے۔
(۱۵) شیشے بھی چاندی کے ہوں گے جنہیں (ساقی نے) ایک مناسب مقدار میں بھرا ہوگا۔
(۱۶) اور وہاں انھیں ایک ایسا جام پلایا جائے گا جس میں زنجبیل (سونٹھ) کی آمیزش ہوگی۔
(۱۷) جنت میں ایک ایسے چشمے سے جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔
(۱۸) اور (خدمت کے لیے) ان کے گرد ایسے لڑکے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں، آپ انہیں دیکھیں تو بکھرے ہوئے موتی خیال کریں گے۔
(۱۹) اور آپ جہاں بھی نگاہ ڈالیں گے بڑی نعمت اور عظیم سلطنت نظر آئے گی۔
(۲۰) ان کے اوپر سبز دیباج اور اطلس کے کپڑے ہوں گے، انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار انہیں پاکیزہ مشروب پلائے جائے گا۔
(۲۱) یقیناً یہ تمہارے لیے جزا ہے اور تمہاری یہ محنت قابل قدر ہے۔
(۲۲) یقیناً ہم نے ہی آپ پر قرآن نازل کیا ہے جیسا کہ نازل کرنے کا حق ہے۔
(۲۳) لہٰذا آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کریں اور ان میں سے کسی گنہ گار یا کافر کی بات نہ مانیں۔
(۲۴) اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں۔
(۲۵) اور رات کے ایک حصے میں اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جایا کریں اور رات کو دیر تک تسبیح کرتے رہا کریں۔
(۲۶) یہ لوگ یقیناً عجلت (دنیا) پسند ہیں اور اپنے پیچھے ایک بہت سنگین دن کو نظرانداز کیے بیٹھے ہیں۔
(۲۷) ہم نے انھیں پیدا کیا اور ان کے جوڑ مضبوط کیے اور جب ہم چاہیں ان کے بدلے ان جیسے اور لوگ لے آئیں۔

(۲۸) یہ ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرے۔
(۲۹) اور تم نہیں چاہتے ہو مگر وہ جو اللہ چاہتا ہے، یقینا اللہ بڑا علم والا، حکمت والا ہے۔
(۳۰) اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور اس نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فاطمہ سلام اللہ علیہا احادیث کی روشنی میں

عائشہ روایت کرتی ہیں، فاطمہ سلام اللہ علیہا جیسی فاضلہ، ان کے والد کے سوا کسی اور کو ہرگز نہیں دیکھا۔۱۸۔

ام سلمہ فرماتی ہیں: پیغمبرؐ اکرم فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر میں اپنے بستر پر خیبری چادر اوڑھے لیٹے تھے، اتنے میں جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا بستر رسولؐ کی پاس پہنچیں تو حضرتؐ نے فرمایا: اپنے شوہر اور بیٹوں کو بھی بلاؤ، جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے انہیں ایسی حالت میں طلب کیا جب کہ وہ کھانا کھانے میں سرگرم تھے، اس وقت آیۂ تطہیر {إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} حضرت پر نازل ہوئی اس وقت رسول خداؐ نے اپنی چادر یا عبا کو زیادہ پھیلادیا اور اپنے سر پر اوڑھ کر اس کے اندر سے اپنا ہاتھ نکالا اور جانب آسمان ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا اور فرمایا: خدایا یہ لوگ میرے اہلبیتؑ اور خاص افراد میں سے ہیں ان لوگوں سے برائی اور پلیدی کو دور رکھ اور انہیں پاکیزہ رکھ جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے، حضرت نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔۱۹۔

عائشہ روایت کرتی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے حق تعالیٰ سے ملاقات کرتے وقت اپنی زندگی کے آخری لمحات میں فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اپنے پاس بلا کر ان کے کان میں کچھ راز کی باتیں کیں یہ سن کر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا رونے لگیں، تھوڑی دیر بعد پھر فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بلایا اور کان میں کچھ راز کی بات کہی، یہ سن کر فاطمہ سلام اللہ علیہا مسکرانے لگیں، عائشہ کہتی ہیں میں نے وجہ دریافت کی تو فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کہا: پہلی مرتبہ رسول خداؐ نے اپنی رحلت کی خبر سنائی تو رونے لگی، دوسری مرتبہ جب انہوں نے خبر سنائی کہ ان کے خاندان کی پہلی فرد ہوں گی جب ان کے انتقال کے بعد ان سے جا کر ملاقات کروں گی تو چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔۲۰۔

ام سلمہ فرماتی ہیں: پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اگر علیؑ پیدا نہ ہوئے ہوتے تو فاطمہ سلام اللہ علیہا کیلئے کوئی کفو اور ہمسر پیدا نہ ہوا ہوتا۔۲۱۔

عائشہ کہتی ہیں: رفتار و گفتار اور شکل و صورت نیز نشست و برخاست میں رسول خداؐ کی فاطمہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ شباہت والا کسی اور کو نہیں دیکھا، جب فاطمہ سلام اللہ علیہا رسول خداؐ کے پاس آیا کرتیں تو حضرت عزت و احترام میں اٹھ کھڑے ہوتے، ان کا بوسہ لیا کرتے اور اپنی جگہ بٹھایا کرتے تھے۔۲۲۔

ترمذی نے اپنے حوالے میں حسن غریب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عائشہ کا حوالہ دیا ہے کہ جب میں نے عائشہ سے پوچھا کہ رسول خداؐ کے نزدیک سب سے زیادہ قریب کون تھا تو انہوں نے کہا: فاطمہ سلام اللہ علیہا، سوال کیا گیا: اور مردوں میں کون تھا؟ کہا: فاطمہ سلام اللہ علیہا کے شوہر، انہوں نے کہا جہاں تک کہ مجھے علم ہے علیؑ ہمیشہ روزہ اور نماز میں مصروف رہا کرتے تھے۔ ۲۳۔

ترمذی نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول خداؐ کے نزدیک عورتوں میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سب سے محبوب خاتون اور مردوں میں ان کے شوہر علیؑ مرتضٰی سب سے پسندیدہ شخص تھے۔ ۲۴۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: جب بھی مجھے جنت کی خواہش اور طلب ہوتی ہے میں فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گلے کا بوسہ لیتا ہوں۔ ۲۵۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: سب سے پہلے بہشت میں اگر کوئی مجھ سے ملاقات کرے گا تو وہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہوں گی۔ ۲۶۔

پیغمبر اکرمؐ نے اپنی وفات کی بیماری کے موقع پر جب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بے چینی کا مشاہدہ کیا تو فرمایا: اے فاطمہ، کیا تم نہیں چاہتی کہ اس دنیا اور اس امت کی سب سے بہترین خاتون اور سب سے باایمان خاتون قرار پاؤ؟ ۲۷۔

پیغمبر اسلامؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: جان لو کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا قیامت کی سبھی عورتوں کی سردار ہیں۔ ۲۸۔

ابن عباس کہتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ حضرت فاطمہ (س) کا زیادہ بوسہ لیا کرتے تھے، ایک دن عائشہ نے عرض کیا: آپ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا زیادہ بوسہ لیتے ہیں، رسول خداؐ نے فرمایا: اس کی وجہ ہے۔ معراج کی شب جب جبرئیل مجھے جنت میں لے کر داخل ہوئے سبھی جنتی پھل مجھے دیئے اور ان سب کا نچوڑ فاطمہ سلام اللہ علیہا کیلئے خدیجہ کے رحم میں قرار دیا جب میں ان جنتی پھلوں کی طلب اور چاہت محسوس کرتا ہوں تو فاطمہ سلام اللہ علیہا کا بوسہ لیتا ہوں اور ان کی خوشبو سے ان سبھی پھلوں کی جن کو کھایا ہے، خوشبو محسوس کرتا ہوں۔ ۲۹۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: جبرئیل جنت سے سیب لیکر آئے جسے میں نے کھایا اور اس کے ذریعہ فاطمہ کا نطفہ منعقد ہوا۔ ۳۰۔

عائشہ کہتی ہیں: پیغمبر اکرمؐ جب بھی سفر پر جایا کرتے تو سب سے آخر میں فاطمہؑ سے خدا حافظی کیا کرتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ کا دیدار کیا کرتے۔ ۳۱۔

جب پیغمبر اکرمؐ مکہ میں تھے ایک دن خانہ کعبہ کے پاس نماز میں مصروف تھے کہ دریں اثنا ابو جہل نے جو کہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہیں موجود تھا، پچھلے دن ذبح ہونیوالے اونٹ کی اوجھڑی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو حالت سجدہ میں محمدؐ کے بدن پر یہ اوجھڑی ڈالدے، ان میں سے پلید ترین شخص اٹھا اور جب

پیغمبر سجدے میں گئے تو ان کے بدن پر اسے ڈالدیا، پھر اس حرکت پر ابو جہل اور اس کے ساتھی ہنسنے لگے اس واقعہ کی خبر جب جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو ہوئی تو باوجود اس کے کہ کمسنی کا عالم تھا، دوڑتی ہوئی خانہ کعبہ کے پاس آئیں، باباکے بدن سے اوجھڑی ہٹائی اس کو صاف کیا اور ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کرکے ان کی ملامت وسرزنش کی، جس کااثر یہ ہوا کہ یہ سبھی لوگ جنگ بدر میں مارے گئے۔۳۲۔

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا عہد طفولیت سے ہی محبت وشجاعت کا مرقع تھیں وہ اپنے والدکے دفاع میں ہمہ وقت کھڑی رہتی تھیں،اسی خاطرانہیں **امّ ابیھا** کالقب حاصل ہوا۔ نیز حدیث کی کتابوں میں آیا ہے کہ جس وقت جنگ احد میں پیغمبر اکرمؐ کا چہرہ زخمی ہوااور دانت شہید ہواتو جناب فاطمہ سلام اللہ علیہاجنگ کے خاتمہ کے بعد مدینہ سے احد آئیں اور باباکے خون آلود چہرے کو صاف کیا، حضرت علیؑ اپنی سپر میں پانی بھر کر لائے اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہانے حضرت کا چہرہ صاف کیالیکن خون کارساؤجب بند نہیں ہواتو چٹائی کاایک ٹکڑا جلایااور اس کی راکھ کو زخم پر لگاکر پٹی باندھی تب جاکر خون بند ہوا۔۳۳۔

"حلیۃالاولیاء" میں ابو نعیم اصفہانی نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ ایک غزوہ سے واپس آنے کے وقت مسجد میں رکے۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر ہمیشہ کی طرح اپنی ازواج سے ملاقات کرنے سے پہلے اپنی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہاکے گھر گئے اور ان سے ملاقات کی، جناب فاطمہ سلام اللہ علیہانے بھی دوڑ کرآپ کا استقبال کیا، ہمیشہ کی طرح اپنے باباکے چہرے پر بوسہ دیااور گریہ فرمانے لگیں، پیغمبر اکرمؐ نے پوچھا: تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا: میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کا چہرہ زرد ہورہاہے۔فرمایا: اے فاطمہ سلام اللہ علیہاتم ملال نہ ہو،خداوند عالم نے تمہارے باباکوایسے کام کیلئے مبعوث کیا ہے جس کی وجہ سے زمین پر کوئی بھی ایسا گھراور جگہ باقی نہیں بچے گی مگر یہ کہ اسلام کی عزت وہاں نہ وارد ہو اور یہ دعوت بھی جہاں تک رات کی تاریکی جائے گی وہاں تک پھیلے گی اور تاریکی کا خاتمہ ہوگا۔۳۴۔

واقعۂ خندق میں بھی آیا ہے: جب پیغمبر اکرمؐ خندق تیار کرنے میں بہ نفس نفیس کام میں مشغول تھے، جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا پیغمبر اکرمؐ کیلئے روٹی پکاکر لائیں،جب انہوں نے حضرت کے منہ میں لقمہ ڈالنا چاہاتوآپ نے فرمایا: میری بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہایہ کیاہے؟ عرض کی: بچوں کیلئے روٹیاں پکائی تھیں، اسی میں سے آپ کیلئے بھی لائی ہوں۔فرمایا: میری بچی یہ جان لوکہ تین دن کے دوران پہلی مرتبہ تمہارا باباکھاناکھارہاہے۔۳۵۔
حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے: پیغمبر اکرمؐ نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: خداوند عالم تمہارے غضبناک ہونے پر غضبناک اور راضی ہونے پر راضی ہوتا ہے۔۳۶۔
پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جس نے بھی اُسے غضبناک کیا گویا اس نے مجھے غضبناک کیا۔۳۷۔

صحیح ترمذی میں بھی آیا ہے: پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جو کوئی اسے ستائے گا، وہ مجھے ستائے گا اور جو کوئی اسے تکلیف میں ڈالے گا وہ مجھے تکلیف میں مبتلا کرے گا۔ ۳۸۔

ایک اور حدیث میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: وہ پہلی ہستی جو جنت میں داخل ہو گی، فاطمہ ہوں گی اور امت کے درمیان ان کی منزلت قوم بنی اسرائیل میں مریم جیسی ہے۔ ۳۹۔

عائشہ کے حوالے سے روایت کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: جب قیامت برپا ہو گی، منادی آواز دے گا اے لوگو: اپنے سروں کو جھکالو کیونکہ محمد کی بیٹی فاطمہ کا گذر ہونے والا ہے۔ ۴۰۔

ایک اور حدیث میں اسی مضمون کے ذیل میں آیا ہے: فاطمہ سلام اللہ علیہا ستر ہزار حور العین کے ہمراہ براق جیسی تیزی کے ساتھ ان کے سامنے سے گذرتے ہوئے داخل جنت ہوں گی۔ ۴۱۔

رسول اسلامؐ سے مروی حدیث میں پڑھتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: جس رات مجھے معراج پر لیجایا گیا میں نے دیکھا کہ جنت کے دروازے پر یہ جملہ لکھا ہوا تھا: خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، محمد اللہ کے رسولؐ اور علیؑ خدا کے محبوب بندے ہیں، حسن و حسین علیہم السلام اس کے برگزیدہ بندے اور فاطمہ سلام اللہ علیہا خدا کی منتخب خاتون ہیں۔ ۴۲۔

"ذخائر العقبی" میں ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے کہ رسول اکرمؐ نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: اے فاطمہ کیا تم جانتی ہو کہ تمہارا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا؟ پھر فرماتے ہیں: خداوند عالم قیامت کے دن تمہیں اور تمہارے بچوں کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ ۴۳۔

حدیث اشتقاق میں آیا ہے: یہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہے اور میں " فَاطِرِ السَّمٰوٰاتِ وَ الاَرْض "ہوں اور بروز قیامت اپنے دشمنوں کو اپنی رحمت سے دور کردوں گا، اپنے چاہنے والوں کو اس چیز سے معاف کردونگا جو سرزنش کا باعث ہے، پس میں نے اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا ہے، اور رسول خداؐ نے فرمایا: اے فاطمہ، خداوند عالم نے تمہارے لئے اپنے ناموں میں سے ایک نام مشتق کیا ہے اور اللہ کا نام، فاطر ہے اور تم فاطمہ ہو۔ جان جاؤ کہ رحم، رحمان سے مشتق ہوا ہے، اور تم مصطفیٰ کی امانت، حور العین کی سردار، انوار علویہ کا مطلع، اماموں کی ماں اور علوم و معرفت کا خزانہ ہو۔ ۴۴۔

ایک حدیث کے تحت رسول خداؐ نے فرمایا ہے: جو کوئی فاطمہ کو جیسا کہ حق ہے پہچانے گا گویا اس نے شب قدر کی حقیقت کو جان لیا اور فاطمہ کا یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ خلائق کو اس کی حقیقت کا پتہ نہیں ہے۔ ۴۵۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے: جو کوئی فاطمہ کو اس طرح جس طرح کہ حق ہے پہنچانے گا، گویا وہ لیلۃ القدر کو پہچان گیا۔

شب قدر مجہول القدر ہے، فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی کہ جنہیں پیغمبر اکرمؐ اپنے جگر کا ٹکڑا سمجھتے اور ان کی

رضامندی کو خدا کی رضامندی اور ان کے غیظ و غضب کو خدا کا غیظ و غضب قرار دیتے تھے، مجہول القدر ہیں۔

شب قدر کی فضیلت ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ افضل ہے اسی طرح اس عظیم المرتبہ خاتون کی فضیلت بھی ہزاروں فضیلت والے انسانوں سے زیادہ افضل و مکرم ہے۔

شب قدر وہ شب ہے جس میں پیغمبر اکرمؐ کے قلب مبارک پر قرآن نازل ہوا اس لئے اس شب کو فضیلت و کمال اور علم و حکمت کے نزول کی رات کا نام دیا جاسکتا ہے۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا وجود بھی معدن انوار ولایت و امامت اور ربانی علم و حکمت کا خزانہ ہے۔

حاکم نے "مستدرک" میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنی ماں سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے اوصاف اور ان کی خصوصیات کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے کہا: فاطمہ سلام اللہ علیہا خلق خدا میں پیغمبر اکرمؐ سے سب سے زیادہ شباہت رکھنے والی خاتون ہیں ان کے رخسار مبارک سرخی مائل سفید اور لمبے گھنیرے کالے بال تھے۔

انس نے اس طرح اپنی ماں کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے رخسار ماہ تاباں کی طرح درخشاں تھے۔۴۶؎

"کشف الغمّہ" میں بھی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خوبصورتی کے بارے میں اشعار مندرج ہیں:

الغصن خجلا من نور بهجتها تتواری الشمس بالشفق

وحیا من شمائلها یتغطی بالورق

ان کے رخسار کی خوبصورتی دیکھ کر آفتاب نے شرم سے اپنا چہرہ بادلوں کی اوٹ میں چھپالیا اور ان کی دل پسند خوبصورتی کو دیکھ کر پھول نے شرم کے مارے خود کو پتوں کی آڑ میں پنہاں کرلیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے، اے میری امت کے لوگو: میں تمہارے درمیان ایسی دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر ان کی پیروی کروگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک تو خدا کی کتاب اور دوسری میری عترت ہے جو کہ میرے اہلبیتؑ ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سے آگے قدم بڑھادو ایسا کیا تو ہلاک ہوجاؤگے اور ان سے پیچھے بھی نہ رہ جانا ورنہ تباہ ہوجاؤگے اور کبھی یہ بھی نہ سوچنا کہ ان کو کچھ سکھاؤ کیونکہ یہ تم سے کہیں اونچی منزلت و مرتبہ رکھتے ہیں۔۴۷؎

عائشہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: فاطمہ سلام اللہ علیہا سے زیادہ سچ بولنے والا سوائے ان کے والد کے کسی اور کو نہیں دیکھا۔

عبد اللہ نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے فاطمہ کے دامن کو پاک و پاکیزہ، قرار دیا ہے اور ان کی ذریت پر دوزخ کی آگ کو حرام قرار دیا ہے۔۴۸؎

عمر بن خطاب نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل قول کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں، فاطمہ، علی اور حسن و حسین

خطیرۃالقدس میں عزت و تکریم کی جگہ اور ہمارے پیروکار اس کی داہنی جانب جہاں مکان خداوندی ہوگا قرار پائیں گے۔۴۹۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: آسمان کے ایک ملک نے جو مجھ سے ملاقات نہ کرپایا تھا، خدا سے اجازت مانگی کہ مجھ سے ملاقات کو آئے، اسی نے آکر مجھے بشارت اور آگاہی دی کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا، میری امت میں خواتین کی سردار ہیں۔ ۵۰۔

ابن عبد البر نے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: میری بیٹی کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم خواتین عالم کی سردار بنو؟ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے پوچھا: بابا جان، تو پھر جناب مریم کیا ہیں؟فرمایا وہ اپنے زمانے کی خواتین کی سردار تھیں۔ ۵۱۔

فاطمہ صغریٰؑ نے اپنے والد سے اورانھوں نے بھی اپنی والدہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: ہر پیغمبر کا کوئی نہ کوئی ایسا رشتہ دار دہے جس پر وہ فخر و مباہات کرتا ہے لیکن میرے قرابتدار فاطمہ کے بچے ہیں جو میرے لئے فخر کا باعث ہیں۔ ۵۲۔

"جلاء العیون" میں یہ روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے یہودی پڑوسی سے جو کی ایک مقدار بطور قرض طلب کیا،اس کے بدلے میں اس نے ضمانت طلب کی۔ حضرت علی علیہ السلام نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اونی چادر اس کے پاس گروی رکھ دی، یہودی نے وہ ردالی اور اپنے گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا، رات کے وقت اس یہودی کی زوجہ اس کمرے میں گئی جہاں فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ردا رکھی ہوئی تھی، دیکھا کمرے میں اس چادر سے اس قدر نور ساطع ہے کہ پورا کمرہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ وہ الٹے پاؤں اپنے شوہر کے پاس آئی اور گویا ہوئی کہ اس نے کمرے میں عجیب سی روشنی دیکھی ہے۔ یہودی بھی حیران ہوگیا، وہ بھول گیا تھا کہ اس کمرے میں جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی چادر رکھی ہوئی ہے، تیزی سے کمرے کی طرف بڑھا، کمرے میں داخل ہوتے ہی دیکھا کہ ماہ تاباں کی مانند چادر سے روشنی کے سوتے پھوٹ رہے ہیں، یہ دیکھ کر وہ ششدر اور انگشت بدنداں رہ گیا، اس چادر کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ روشنی تو فاطمہ سلام اللہ علیہا کی چادر سے ساطع ہے، یہودی اپنی زوجہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے رشتہ داروں کے پاس گیا اور واقعہ بیان کرکے تقریباً اسّی یہودیوں کو گھر بلالیا ان سب نے جب یہ منظر دیکھا تو فرط عقیدت سے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی چادر کے آگے سر جھکایا اور سبھی اسلام لے آئے۔ ۵۳۔

رسول خداؐ فرماتے ہیں: میری بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا دنیا کی سبھی سابقہ اور مستقبل کی عورتوں کی سردار ہے وہ میری لخت جگر، آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا چین، میرے دل کی دھڑکن اور انسانی شکل و صورت میں آسمانی حور ہے۔ جب کبھی وہ اپنے محراب عبادت میں اپنے پروردگار کے حضور کہ جس کی جلالت عظیم ہے کھڑی ہوتی ہے تو اس کا نور، آسمانی فرشتوں پر جلوہ افروز ہو جاتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح اہالیان زمین پر ستارے نور

افشانی کرتے ہیں، اس وقت، عزت و جلال کا مالک پروردگار اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میری کنیز فاطمہ کو جو کہ کنیزوں کی سردار ہے دیکھو میرے حضور میں کس طرح کھڑی ہے کہ میرے خوف سے اس کے وجود کا ذرہ ذرہ کانپ رہا ہے اور دل کی گہرائیوں سے میری عبادت میں مشغول ہے۔ میں تمہیں گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں کہ یقیناً اس کے چاہنے والوں کو جہنم کی آگ سے نجات دلا چکا ہوں۔۵۴؎

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے: میں ایک ایسے درخت کی مانند ہوں، جس کی شاخ فاطمہ اور علی اس کا تنا اور حسن و حسین اس درخت کے پھل ہیں، اور ہمارے چاہنے والے اس درخت کے پتے ہیں، اس درخت کی جڑیں پھیلی ہوئی ہیں اور اس کی اصل و فرع اور تنا و شاخیں اور پتے وغیرہ سبھی جنت میں ہوں گے۔۵۵؎

کسی شاعر نے اس بارے میں کیا خوب اشعار کہے ہیں:

يَا حَبَّذَا دوحة فِى الخُلدِ نابتَةٌ
مَا مِثْلُها نَبَتَتْ فِى الخُلدِ مِنْ شَجَرٍ
اَلمُصطَفى اصلُها والفَرْعُ فاطِمَة
ثُمّ اللّقَاحُ عَلى سيّدِ البَشَر
وَالهاشِمّيانُ سبْطَاه لهٰا ثَمَرٌ
وَالشّيعة الورقُ المُلتفُ بالثَّمَرِ
اَفِى بِجُبّهِم اَرجُو النّجَاة غَداً
والفوزفى زمرةٍ مِنْ اَفَضلِ الزُّمَر
هذا حديث رسول الله جاء به
اهلُ الرواية فِى العُالى مِن الخَبَرِ

مبارک ہو وہ درخت کہ جس طرح کے درخت کو بہشت کو کبھی دیکھنا نصیب نہ ہوا ہوگا، جس کی اصل مصطفیؐ اور شاخ، فاطمہ سلام اللہ علیہا، اور تنا علیؑ ہیں اور پیغمبر کے جگر کے دو ٹکڑے ان کے نواسے اس درخت کا پھل اور ان کے چاہنے والے اس درخت کے پتے ہیں جنہوں نے ان پھلوں کو اپنی اوٹ میں چھپا رکھا ہے۔ ہمارے کل کے نجات کی امیدیں ان لوگوں کی محبت پر منحصر و وابستہ ہے کہ کامیابی کے ساتھ ایسے گروہ کے ساتھ رہوں جو سب سے عظیم ہیں۔

یہ پیغمبر اکرمؐ کا قول ہے جسے گرامی قدر راویوں نے ان سے روایت کی ہے۔

ابن سعد نے "طبقات" نامی کتاب میں حضرت علیؑ سے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی کے بارے میں

لکھا ہے، پیغمبر اکرمؐ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور علی علیہ السلام کی شادی کے موقع پر فرمایا: خداوندا: یہ دونوں میرے نزدیک بہت ہی محبوب و پسندیدہ ہیں، پروردگارا: تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ، ان کی ذریت اور نسل کو شیطان کے شرّ سے محفوظ رکھ، پھر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کیلئے دعائے خیر کی اور فرمایا: میری بچی خداوند عالم نے علیؑ سے تمام پلیدی و برائی کو دور رکھا ہے اور تمہیں پاک وطاہر قرار دیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ خداوندا یہ میری بیٹی ہے جو میرے نزدیک مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے خداوندا یہ میرا بھائی بھی میرے لئے سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے، خداوندا اس کو اپنا ولی قرار دے تاکہ تیرا چاہنے والا قرار پائے اور اس کی بیوی اور اس کے خاندان کو خوشحال و مبارک فرما: اس کے بعد فرمایا: اے علیؑ اپنی زوجہ کے پاس جاؤ خداوند عالم تم پر اپنی برکت اور رحمت نازل کرے اور مبارک کرے کہ وہ قابل ستائش اور مکرم ہے۔

اس کے بعد خود بھی ان کے کمرے سے باہر نکل آئے اور چوکھٹ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: خداوند عالم تمہاری نسل کو طیب وطاہر قرار دے جو کوئی تمہارے ساتھ دوستی کرے گا میں بھی اس کا دوست ہوں گا جو بھی تمہارا دشمن اور تم سے برسرپیکار ہوگا میں بھی اس کا دشمن اور اس سے برسرپیکار ہوں گا میں تمہیں خدا کی پناہ میں قرار دیتا ہوں، میرے بجائے وہ ہے جو تمہارا حافظ ونگہبان ہوگا۔۵۶

جناب فاطمہ زہرا (س) اور حضرت علی علیہ السلام کی شادی کے موقع پر پیغمبر اکرمؐ کی سبھی ازواج نے اس خوشی کے موقع پر اشعار کہے اور پڑھے جن میں عائشہ کے اشعار قابل توجہ ہیں جنہیں قارئین کی نظر کر رہے ہیں:

یا نسوۃ اُستُرنَ بِالمَعَاجِر
وَاُذکُرنَ مَا یَحسِنُ فِی المَحَاضِر
وَاُذکُرنَ رَبَّ النَّاسِ اِذ یَخُصُّنَا
بِدِینِہ مَعَ کُلِّ عَبدٍ شَاکِرِ
وَالحَمدُ للہِ عَلیَ افضَالِہِ
وَالشُّکر للہِ العَزِیزِ القَادِرِ
سُرنَ بِھَا فَاللہُ اَعلٰی ذِکرُھَا
وَخَصَّھَا مِنہ بِطُھرٍ طَاھِر

اے عورتوں: خود کو پوشیدہ رکھا کرو: زبان پر اچھی باتوں کے سوا کچھ اور نہ لایا کرو، تمہاری زبان پر صرف پروردگار کا نام نامی ہونا چاہئے کہ اس نے اپنا دین ہمارے لئے پیش کیا، ہم اور سبھی بندگان خدا اس بخشنے

والے خدا کا جو کہ طاقتور و توانا اور عظیم ہے، نام لیا کریں اور اس کا شکریہ ادا کریں کہ اس لڑکی کو اس نے اپنا محبوب بنایا اور ایسا پاک و پاکیزہ اور نیک شوہر عطا کیا۔۵۷؎

حضرت حفصہ نے بھی فرمایا:

فاطمـــةُ خَـــيْرُ نِسَـــاءِ البَشَـــرِ
وَ مَـنْ لَهــا وَجْـهُ كَوَجـه القَمَـر
فَضّـلكِ اللّـهُ عـلى كُـلِّ الـوَرىٰ
بِفَضْـلِ مَـنْ خَـصَّ بِـايَّ الزُّمُـرَ
زَوَّجَــكِ اللّــهُ فَــتًى فَضْــلاً
اَعْـنِى عَلِيًّـا خَـيرٌ مَنْ فِي الْحَضَـر
فَســرن جَـاراتي بهـاء انَّهَـا
كريمــةٌ بنــتُ عظـيمِ الخَطَـرِ

اے فاطمہ سلام اللہ علیہا، تم دنیا کی خوبصورت ترین عورتوں میں سے ہو، تمہارے رخسار ماہ تاباں کی طرح روشن ہیں، خدانے تمہیں دنیا کی سب سے افضل خاتون بنایا ہے، تمہارے والد وہ ہیں جن پر آیات قرآنی کا نزول ہوا اور تمہارا شوہر ایسا جوان ہے جو سب جوانوں سے بہتر اور اعلیٰ ہے وہ علیؑ ہے، ہماری ساری نیک خواہشات اور مبارکباد اس کیلئے ہیں کیونکہ وہ عظیم المرتبہ خاندان کا چشم و چراغ ہے۔۵۸؎

عائشہ ایک جگہ فرماتی ہیں: پیغمبر کے بعد فاطمہ سلام اللہ علیہا سے بڑھ کر کسی اور کو اتنی فضیلت والا نہیں پایا۔۵۹؎

روایت میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میرے بعد سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والی فاطمہ سلام اللہ علیہا ہوں گی۔۶۰؎

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے کہ سورۂ دھر کی تیرہویں آیت میں آیا ہے کہ " لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْساً وَّ لاَ زَمْهَرِيْراً " اس جنت کے اندر نہ تو آفتاب ہوگا اور نہ ہی سردی، لیکن جب جنتی لوگ اس میں مقیم ہوں گے تو ایسا نور دیکھیں گے جو پوری جنت کو پر نور کر دے گا، تعجب سے عرض کیا جائے گا: خداوندا تو نے تو قرآن میں فرمایا ہے کہ جنت میں سورج دکھائی ہی نہیں دے گا تو پھر یہ روشنی کیسی ہو گی؟

جواب میں سننے کو ملے گا: یہ روشنی چاند اور سورج کی نہیں ہے چونکہ علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہا مسکرائے ہیں، اس لئے اس نور نے جنت کو اس قدر نورانی بنا دیا ہے۔۶۱؎

مسئلہ فدک

فدک حجاز میں واقع ایک دیہات کا نام ہے جس کی مدینہ سے مسافت دو یا تین دن کی تھی، ابتدائے تاریخ سے اس سرزمین پر یہودیوں کا تسلط تھا اور ساتویں ہجری تک انہیں کے قبضہ میں تھا۔ اور جب خداوند عالم نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالا تو اس دیہات کے آدھے لوگوں نے رسول خداؐ سے مصالحت کرلی اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس پوری جگہ کو رسول خداؐ کے حوالے کردیا گیا۔ شروع میں یہ قریہ پیغمبر اکرمؐ کے ہی اختیار میں رہا کیونکہ اسلامی حکومت نے اس کو بزور طاقت حاصل نہیں کیا تھا کچھ عرصہ بعد پیغمبر اکرمؐ نے فدک اپنی بیٹی حضرت فاطمہؑ کو ہدیہ کردیا اور رسولؐ خدا کی رحلت تک یہ قریہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ملکیت میں رہا، پھر ابو بکر کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کے بیت المال میں شامل ہو کر آمدنی کا ذریعہ قرار پایا۔ ۶۲

محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے خیبر کی کارروائی شروع کی تو خداوند عالم نے فدک دیہات میں بسنے والے یہودیوں کے دلوں میں خوف بٹھادیا انہوں نے پیغمبرؐ کے پاس اپنا نمائندہ بھیج کر اس بات پر اتفاق کیا کہ فدک کا آدھا حصہ رسول خدا کی ملکیت قرار پائے اور چونکہ فدک کو بزور شمشیر حاصل نہیں کیا گیا تھا اسلئے رسولؐ خدا کی مطلق ملکیت قرار پایا۔ اس کے بعد رسولؐ خدا نے اجازت دی کہ وہاں بسنے والے لوگ وہیں پر مقیم رہیں اور وہاں کی آدھی ملکیت کی کھیتی اور اس سے حاصلہ آمدنی رسولؐ خدا کے حوالے کردی جائے اور جب رسولؐ خدا کی رحلت ہوگئی تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے وہاں سے اپنے حق اور میراث کا مطالبہ کیا۔ جس کے جواب میں ابو بکر نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل کی کہ "ہم پیغمبر لوگ میراث نہیں چھوڑا کرتے، جو کچھ کہ ہم سے رہ جائے وہ صدقہ ہے"۔ اور کہا: میں رسولؐ خدا کے صدقہ کو جس طرح کہ تھا اسے بدل نہیں سکتا ہوں۔

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابو بکر کے سامنے قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے دلائل پیش کئے اور جناب زکریا کے قول کو پیش کیا کہ جسے خداوند عالم نے قرآن میں نقل کیا ہے "يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ"، مجھ سے اور خاندان یعقوب سے میراث حاصل کی، اور خدا کا یہ قول کہ " وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ " سلیمان کو داؤد سے میراث ملی، ان سب باتوں کو بیان کرتے ہوئے حضرت زہراؑ نے دلیل پیش کی کہ پیغمبر بھی اپنی میراث اور ترکہ چھوڑا کرتے ہیں۔

ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ:

حضرت ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم، تمہارے والد نے میراث کے نام اور عنوان سے درہم و دینار نہیں چھوڑے ہیں اور خود انہوں نے فرمایا ہے: انبیاء اپنے لئے میراث نہیں چھوڑتے ہیں۔ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: فدک میراث نہیں ہے بلکہ اسے میرے بابا نے اپنی زندگی میں مجھے ہدیہ کردیا تھا۔ ابو بکر نے کہا:

اس بات کی گواہی کون دے گا؟

ابوالحسن علی بن ابیطالبؑ نے گواہی دی اور امّ ایمن نے بھی گواہی دی کہ پیغمبر اکرمؐ نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو فدک ہدیہ کیا تھا۔

ابوبکر نے کہا: اے دختر رسولؐ آپ بجا فرماتی ہیں، علیؑ بھی سچ بول رہے ہیں، ام ایمن بھی صحیح بول رہی ہیں، عمر اور عبدالرحمٰن بن عوف بھی سچ بول رہے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی دولت واثاثہ، آپ کے والد رسولؐ خدا کا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ فدک کی حاصلہ آمدنی آپ کی روزی روٹی اور ضرورت کے مطابق آپ کو دیا کرتے تھے اور بقیہ آمدنی راہ خدا میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ ابھی آپ فدک لے کر کیا کرنا چاہتی ہیں؟ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: وہی کام کروں گی جو میرے بابا کیا کرتے تھے،

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی وفات منگل کی شب گیارہویں ہجری میں واقع ہوئی اور وہ رمضان کی تیسری تاریخ تھی، اس وقت آپ کی مبارک عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔

کچھ شیعہ علماء نے آپ کی وفات کی تاریخ جمادی الثانیہ گیارہ ہجری کی تیسری تاریخ بیان کی ہے، حالانکہ کچھ لوگوں نے وفات کی تاریخ جمادی الثانیہ کا آخری عشرہ بتایا ہے، اور کچھ نے ان کی وفات کے بارے میں ۱۳ ربیع الاوّل اتوار کی شب بتایا ہے۔ ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا انتقال ۲۱ رجب کو ہوا اور "استیعاب" میں مدائنی واقدی وابن عبدالبر نیز "مستدرک" میں حاکم نے آپ کی وفات منگل کی شب ۳ رمضان بتائی ہے۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات پر حضرت علیؑ کا اظہار غم

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی جدائی کے غم کا اظہار حضرت علیؑ نے اپنے ان اشعار سے کیا:

اَریٰ علَلَ الدُنیا عَلیٰ کثیرۃٍ
وَ صاحِبُھا حتیٰ المَماتِ علیلٌ
لِکلِّ اجتماعٍ مِن خَلیلین فرقہ
و کل الذی دونَ الفراقِ قلیلٌ
وَ ان افتقادی فاطما بعد احمد
دلیلٌ عَلی اَن لاَیَدُومَ خَلِیلٌ

مٰالِی مَرَرتُ عَلَی القُبُورِ مُسْلماً
قَبرُ الحَبِیبِ فَلم یَرُدّ جَوابی
یَا قبرُ مَالَکَ لاَتُجِیبُ مُنَادِیا
أَمَلَلتَ بعدی خُلّۃِ الاُحبابِ[۶۳]

میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا میرے لئے باعث رنج وملال ہے، ہاں دنیاوی مسائل میں الجھے لوگ زندگی کے آخری مرحلہ تک رنج و محن میں مبتلا ہیں۔ لوگ دوستوں کی جدائی کی پریشانی سے دوچار ہوتے ہیں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو جدائی کے غم سے پریشان نہیں ہوتے، پیغمبر خداؐ کی جدائی کا غم منانے کے بعد فاطمہ سلام اللہ علیہا کی جدائی اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کیلئے کسی بھی قسم کی دوستی کو دوام حاصل نہیں ہے۔

یہ مجھے کیا ہوگیا ہے کہ گریہ کناں عزیزوں کی قبر سے گذرتا ہوں اور محبوب کی قبر کو سلام کرتا ہوں پھر بھی جواب نہیں ملتا، اے محبوب لحد تجھے کیا ہوگیا ہے کہ اس سائل کو جواب نہیں دے رہی ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ دوستوں کی محبت نے تیرے دل کو تھکا دیا ہے؟

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اسماء بنت عمیس (ابوبکر کی زوجہ) کو طلب کیا اور فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میری میت پر ایسا کپڑا ڈالا جائے جس سے کم بدن نمایاں نہ ہو! (اسماء بنت عمیس جعفر بن ابوطالب کی زوجہ تھیں جب جنگ موتہ میں ان کی شہادت ہو گئ تو ابوبکر سے ان کی شادی ہو گئ) جو کہ حبشہ کی رہنے والی اور آپ سے بہت قریب تھیں۔انہوں نے کہا: میں نے حبشہ میں اس سلسلہ میں جو کچھ کہ دیکھا ہے بیان کرتی ہوں، پھر انہوں نے کچھ تر جھاڑی منگوائی اور اسکی شاخوں کو خم کیا اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ عورت کی میت مرد کی میت سے الگ دکھائی دے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو تم مجھے غسل دینا اور کسی دوسرے کو میرے جنازے کے قریب مت آنے دینا۔[۶۴]

تاریخی کتابوں میں لکھا گیا ہے: جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں پانی منگوایا، اچھی طرح سے نہایا، نئے کپڑے پہنے اور اپنے کمرے میں چلی گئیں، اپنی خادمہ کو کہا کہ ان کا بستر کمرے کے بیچ میں لگادے۔ پھر جانب قبلہ لیٹ گئیں، اپنے ہاتھوں کو چہرے پر رکھا اور فرمایا: میں ابھی اس دنیا سے چل بسوں گی۔[۶۵]

عبدالبرّ کے بقول: فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ابوبکر کی زوجہ اسماء سے فرمایا کہ ان کے غسل کی ذمہ داری وہ خود سنبھالیں۔

ابن عبد البرّ نے لکھا ہے: جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو عائشہ نے ان کے کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن اسماء نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وصیت کے مطابق انہیں کمرے میں جانے کی اجازت نہیں دی، عائشہ نے اس بات کی شکایت اپنے والد سے کی کہ یہ خثعمیّہ عورت مجھے پیغمبرؐ اور ان کی بیٹی کے درمیان رکاوٹ بن کر فاطمہ سلام اللہ علیہا کی میت کے قریب جانے سے منع کر رہی ہے۔ علاوہ ازایں، فاطمہ سلام اللہ علیہا کا ہنگام موت کمرہ اس طرح سجایا ہے جیسے دلہن کا کمرہ سجایا جاتا ہے۔ (خثعم، قحطانیوں اور جنوبی علاقہ میں ساکن عربوں کو بولا جاتا تھا اور یہ لفظ عدنانی منجملہ قریش قحطانیوں کی سرزنش کے طور پر استعمال کرتے تھے)

عائشہ کی اس شکایت کے بعد ابو بکر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے کمرے میں داخل ہوئے اور کہا: اسماء تم پیغمبرؐ کی ازواج کو ان کی بیٹی کے کمرے میں کیوں نہیں جانے دے رہی ہو؟ تم نے پیغمبرؐ کی بیٹی کے کمرے کو دلہن کے کمرے جیسا کیوں سجایا ہے؟ اسماء نے کہا: زہرا سلام اللہ علیہا نے مجھے وصیت کی تھی کہ کوئی بھی ان کے کمرے میں داخل نہ ہو اور جو کچھ کہ میں نے ان کے جنازے کیلئے تیار کیا جب وہ زندہ تھیں تو اس کا نمونہ میں نے انہیں دکھایا تھا، انہوں نے حکم دیا تھا کہ اس طرح کی چیز ان کیلئے بناؤں! ابو بکر کا کہنا ہے: اگر ایسا ہے تو جیسا کہ فاطمہ (س) نے تم سے کہا ہے، ویسا ہی کرو۔۶۶؎

ابن عبد البرّ نے لکھا ہے: اسلام میں اس طرح کا عورتوں کیلئے پہلا تابوت جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کیلئے بنایا گیا اور اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ کی زوجہ زینب بنت جحش کیلئے بنایا گیا۔ جیسا کہ حضرت علیؑ نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تدفین کے بعد فرمایا: اے نبی خدا، میری طرف سے اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ کی طرف سے جو کہ آپ سے ملاقات کیلئے آپ کے پاس ہی سپرد لحد کی جا چکی ہیں، آپ پر بے انتہا درود و سلام ہو۔۶۷؎

حوالے:

۱۔ توفیق ابو علم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۶۱

۲۔ سید محمد حسن میر جہانی طباطبائی، جنۃ العاصمۃ، ص ۶۶

۳۔ الصواعق المحرقہ، ص ۱۶۰

۴۔ تاریخ بغداد و صواعق ابن حجر و کنز العمال

۵۔ نکٹ: فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، توفیق ابو علم، صفحہ ۶۵، ابن سعد طبقات، ج ۸، ص ۱۱، طبری، ج ۱۳، ص ۳۴۳۴ و ج ۴، ص ۱۸۶۹۔ بلاذری، انساب الاشراف، ص ۴۰۲، ابن اثیر، کامل، ج ۲، ص ۳۴۱، مقاتل الطالبین، ابوالفرج اصفہانی، ص ۴۸، استیعاب، عبد البر، ص ۷۵۰۔

۶۔ نک: جنۃالعاصمیۃ، ص ۱۹۴
۷۔ نک: فاطمہ زہراسلام اللہ علیہا، توفیق ابو علم، ص ۱۹۴
۸۔ امام فخر رازی، تفسیر، جزئ ۶، ص ۷۸۳، زمخشری، کشاف، ابن حجر عسقلانی، اصالۃ، جزء ۴، ص ۷ ۴۰، قرطبیّ، تفسیر، محمد علی شوکانی، فتح العزیز، طبری، تفسیر سیوطی، درّالمنثور، ج ۵، ص ۱۶۹۱، حاکم، مستدرک، ذہبی، تلخیص وامام احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۲۵۹
۹۔ نک: فاطمہ زہراسلام اللہ علیہا، توفیق ابو علم، ص ۴۷
۱۰۔ نک: پچھلاحوالہ، ص ۵۷
۱۱۔ سورۂ ضحیٰ، ۵/۲، ۳
۱۲۔ سورۂ رحمٰن ۲۲/۲۰
۱۳۔ سورۂ آل عمران، ۱۹۵
۱۴۔ سورۂ آل عمران، ۱۹۵
۱۵۔ سورۂ آل عمران، ۱۹۱
۱۶۔ سورۂ آل عمران، ۱۴۲
۱۷۔ المیزان جلد ۲۰، ص ۶۹۳
۱۸۔ نک: ینابیع المودۃ، ص ۲۰۴۔ سنن ترمذی، الطبقات الکبریٰ
۱۹۔ الدرالمنثور ج ۵، ص ۱۹۸، مسند احمد حنبل، ج ۶ ص ۲۹۲۔ اسباب النزول ۲۶۷، مشکل الآثار، ج ا، ص ۳۲۳
۲۰۔ مسند احمد، صحیح بخاری، مغازی واقدی، الطبقات الکبریٰ
۲۱۔ ینابیع المودۃ، ص ۲۹۸، ۲۸۰
۲۲۔ سنن ترمذی، الطبقات الکبری
۲۳۔ صحیح ترمذی، ج ۲، ص: ۴۷۵، ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۲۱۳
۲۴۔ ینابیع المودۃ، ص ۳۴۲، تاریخ دمشق، ج ۲، ص: ۱۶۲، کنزالعمال، ج ۱۵، ص: ۱۲۷، العثمانیہ، ص ۳۱۰۔ مرآۃ المؤمنین، ص ۳۰، ربیع الابرار، ج ا، ص ۱۱۱، تاریخ جرجان، ص ۲۱۸، احقاق الحق، ج ۱۰، ص ۱۶۷
۲۵۔ فضائل الخمسہ، ج ۳، ص ۱۲۷
۲۶۔ کنزالعمال و میزان اعتدال
۲۷۔ مستدرک الصحیحین، ج ۳، ص ۱۵۶
۲۸۔ حلیۃالاولیاء، ج ۲، ص ۱۴۲
۲۹۔ ذخائر العقبی، ص ۳۶

۳۰۔ ذخائر العقبی، ص ۴۴، سیوطی، درالمنثور، تفسیر سورۂ اسراء، نمبر ۱

۳۱۔ صحیح ابن داؤد، ج ۲۶، مسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۲۸۲

۳۲۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر و صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق باب ماالقی النبی واصحابہ من المشرکین

۳۳۔ صحیح مسلم و صحیح بخاری

۳۴۔ حلیۃالاولیا، ج ۲، ص ۳۰

۳۵۔ ذخائر العقبی، ص ۴۷

۳۶۔ مستدرک صحیحین، ج ۳، ص ۱۵۲، ابن حجر، اصابۃ ابن اثیر، اسد الغابۃ میں یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔

۳۷۔ صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۳۱۹، فیض الغدیر، کنزالعمال، مسند احمد و صحیح ابی داؤد
صحیح بخاری میں بھی آیا ہے۔

۳۸۔ کنزالعمال، ج۶، ص ۲۱۹

۳۹۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۱۴۱

۴۰۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۱۴۱

۴۱۔ کنزالعمال، ج ۶، ص ۲۱۸

۴۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۲۵۹

۴۳۔ ذخائر العقبی، ص ۲۶

۴۴۔ فصّ حکمۃ عصمیتہ فی کلمۃ فاطمیۃ، حسن زادہ آملی، ص ۳۸،۳۹

۴۵۔ کنزالعمال، ج۶، ص ۲۳۱

۴۶۔ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، توفیق ابو علم، صفحات ۷۰۔۷۱

۴۷۔ صحیح مسلم و صحیح ترمذی، مسند احمد بن حنبل، تفسیر ثعلبی، مناقب، ابن المغازلی شافعی، فضائل الصحابہ سمعانی، طبرانی، موفق بن احمد، صواعق، ابن حجر، عقد الفرید ابن قرطبّی، ذخائر العقبیٰ، احمد بن عبد اللہ طبری، تفسیر الخازن و اسد الغابۃ، لسان العرب ابن اثیر و جمال الدین افریقی۔

۴۸۔ توفیق بو علم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۸۶

۴۹۔ توفیق بو علم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۹۱۔

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ ایضاً، ص ۱۰۹

۵۲۔ توفیق بو علم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۱۱۳

۵۳۔ جلاء العیون ج ۱، ص ۱۴۰

۵۴۔ الدمعۃ الساکبہ ج ۱، ص ۲۹۹
۵۵۔ استاد توفیق ابو علم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۱۵۹
۵۶۔ توفیق ابو علم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۱۶۲
۵۷۔ نک: توفیق ابو علم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۱۵۷، و سید جعفر شہیدی، زندگانی فاطمہ زہرا، ص ۶۳۔۶۴
۵۸۔ جعفر شہیدی، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۶۴
۵۹۔ امام الحفاظ شہاب الدین عسقلانی ابن حجر، کتاب الاصابۃ، ج ۴، ص ۳۶۶، مطبوعہ دار الکتاب المصریہ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ھیثمی، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۰۱، مطبوعہ قدسی قاہرہ، علامہ سید احمد زینی دحلان شافعی، السیرۃ النبویۃ، ص ۲، مطبوعہ قاہرہ ۷، نبھانی، اشرف المؤید، ص ۵۳، مطبوعہ مصر، علامہ عمر رضا کحالہ، اعلام النساء، ج ۳، ص ۲۱۷ مطبوعہ دمشق
۶۰۔ عبدالرحمٰن سیوطی، الخصائص الکبری، ج ۲، ص ۲۲۵، علامہ جمال الدین محمد بن یوسف زرندی حنفی نظم درالسمطین، ص ۱۸۰، علامہ سید علی ہمدانی، مؤدۃ القربیٰ، ص ۱۰۳، علامہ ذہبی، میزان الاعتدال ج ۲، ص ۱۳۱، نبہانی، جواہر البحار، ج ۲، ص ۱۲۶، حافظ شہاب الدین بن حجر عسقلانی، لسان المیزان، مطبوعہ حیدرآباد، شیخ نور الدین علی بن صباغ مالکی، الفصول المہمۃ، ص ۱۲۷، شیخ علی برہان الدین حلبی شافعی، انسان العیون، ج ۱، ص ۲۳۲، مطبوعہ مصر علامہ رافعی شافعی، التدوین، ج ۲، ص ۱۴، اسکندریہ، مصر، زرقانی، شرح مواہب اللدنیۃ، ج ۵، ص ۲۴۵ مطبوعہ الازہر، مصر، مولی علی متقی ہندی، کنز العمال، ج ۱۳ مطبوعہ حیدرآباد، قندوزی، ینابیع المودۃ، ص ۲۶۰ مطبوعہ استامبول
۶۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۱۰۳
۶۲۔ نک: توفیق ابو علم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۲۱۹، ۲۱۸
۶۳۔ توفیق ابو علم، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۳۵۰
۶۴۔ سید جعفر شہیدی، زندگانی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۱۵۵تا۱۵۶ و بحار، ج ۴۳، ص ۱۸۹
۶۵۔ انساب الاشراف، ص ۴۰۲، طبقات، ج ۸، ص ۸۔۱۷۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۱۷۲
۶۶۔ زندگانی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، سید جعفر شہیدی، ص ۱۵۶ و ۱۵۷، نقل از استیعاب، ص ۷۵۱
۶۷۔ ایضاً، ص ۱۵۹

فاطمہ زہراؑ کی روش زندگی

ڈاکٹر ریحان حسن

عورت وہ مقدس و متبرک ہستی ہے جس نے انبیاء و اولیاء کو اپنے بطن مبارک سے جنم دے کر کاروان ہستی کو آگے بڑھایا۔ اگر یہ عورت نہ ہوتی تو کب کی یہ دنیا ختم ہو گئی ہوتی۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ جس طرح صبح کی آمد کے لئے سورج کا طلوع ہونا ضروری ہے اور زندہ رہنے کے لئے سانس لینا ناگزیر ہے بعینہ دنیا کے وجود کو قائم و دائم رکھنے کے لئے عورت کا وجود بھی لازمی ہے۔

ابتدائے آفرینش سے آج تک عورت کا وجود کم و بیش مرد کی ضرورت ہے لیکن مرد کی یہ بدبختی ہے کہ اس نے اسی آغوش کو زخمی کیا جس میں اس نے پرورش پائی تھی اور اسی سینہ کو مجروح کیا جس سے اس کا رشتۂ حیات وابستہ تھا لیکن اس مظلوم عورت کو مذہب اسلام نے نہ صرف مردوں کے ہم پلہ اور دوش بدوش کھڑا کیا بلکہ ماں، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے وہ حقوق عطا کئے کہ پھر عورت کو تحقیر و تذلیل کی نگاہوں سے نہ دیکھا جاسکا جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ فاطمہ زہراؑ کی ولادت کے بعد کوئی بھی بیٹی زندہ در گور نہ کی جاسکی اور انہوں نے اس خاکدان عالم پر آنے کے بعد اس طرح زندگی بسر کی کہ جو دنیا کی خواتین کے لئے نمونۂ عمل ہو۔ بلاشبہ انہوں نے اپنی سیرت کو عالم کی خواتین کے سامنے ایسا نمونۂ عمل بنا کر پیش کیا ہے کہ اگر ان اصول پر عورت عمل پیرا ہو جائے تو صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیوی زندگی بھی خوشی و شادمانی سے بھر سکتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب صدیقہ طاہرہ باپ کے گھر سے شوہر کے گھر پہونچیں تو اس طرح زندگی بسر کی کہ طبقۂ نسواں کے لئے مثالی زندگی بن جائے۔ امور خانہ داری میں حضرت علیؑ و فاطمہ (س) نے ایک دوسرے کی معاونت کر کے زن و شوہر کو یہ درس دیا کہ گھریلو کاموں میں بھی ایک دوسرے کی مدد کریں تاکہ گھر محبت و الفت کا گہوارہ بن جاسکے۔

مذہب اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مرد اور عورت زندگی کے جہاد میں مشترکہ طور پر حصہ لیں، ظاہر ہے کہ صنف کے اختلاف کے باعث تقسیم عمل ضروری ہے لہٰذا اس تقسیم کو حضرت علیؑ و فاطمہ (س) نے مکمل طور پر دنیا کے سامنے یوں پیش کیا کہ حضرت علیؑ باغ میں مزدوری کے لئے نکل جاتے تو فاطمہؑ زہرا گھر کے کام کاج میں مصروف ہو جاتیں اور اس تقسیم سے صدیقہ طاہرہ بے انتہا مسرور تھیں کیونکہ اگر عورت گھر سے باہر رہے گی تو وہ امور خانہ داری کے فرائض اور اولاد کی صحیح تربیت نہ کر سکے گی۔ شہزادی عالمیان نے

گھر کے کاموں کی بجا آوری میں اس قدر زحمت اُٹھائی کہ حضرت علیؑ فاطمہؑ کی ان خدمات کو بار بار یاد کرتے اور آپ کی خدمات کو سراہا کرتے۔ ایک دن پیغمبر اسلامؐ فاطمہ زہراؑ کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ علیؑ وفاطمہؑ چکّی چلا رہے ہیں آپ نے پوچھا تم میں سے کون تھک چکا ہے ؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ فاطمہؑ زیادہ تھک چکی ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ فاطمہ زہراؑ کی جگہ بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ کی چکّی چلانے میں مدد کی۔ اس طرح حضرت علیؑ نے عورت کے فرائض کے ساتھ ساتھ شوہر کے فرائض کی جانب بھی انسانوں کی توجہ مبذول کرائی ہے اور یہ باور کرایا ہے کہ اگر عورت امور خانہ داری کے فرائض انجام دے تو اس عمل میں مرد کو بھی عورت کا ساتھ دینا چاہئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ فاطمہ زہرا (س) نے ناموافق حالات میں بھی حضرت علیؑ کا بھرپور طریقے سے ساتھ دیا جیسا کہ اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ ایک دن حضور اکرمؐ فاطمہؑ کے گھر گئے تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ گھر میں موجود نہیں ہیں ان کے بارے میں سوال کیا تو فاطمہؑ نے عرض کی، آج گھر میں کھانے کے لئے کچھ موجود نہ تھا۔ علیؑ نے جب باہر جانا چاہا تو فرمایا کہ میں حسنؑ اور حسینؑ کو اپنے ساتھ باہر لے جاتا ہوں تاکہ یہاں نہ روئیں اور نہ تم سے کھانے کا مطالبہ کریں لہٰذا حضرت علیؑ حسنؑ و حسینؑ کو لے کر فلاں یہودی کے باغ میں گئے ہیں حضور اکرمؐ تلاش کرتے ہوئے گئے تو دیکھا کہ حضرت علیؑ یہودی کے باغ میں ڈول کھینچ رہے ہیں اور حسنؑ و حسینؑ کھیل میں مشغول ہیں اور ان کے سامنے تھوڑی مقدار خرما کی بھی موجود ہے پیغمبر اسلامؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ دن گرم ہونے سے پہلے حسن حسین کو گھر پہونچانا نہیں چاہتے؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ جب میں گھر سے باہر آیا تھا تو ہمارے گھر کوئی غذا موجود نہ تھی آپ تھوڑا توقف کریں تاکہ میں کچھ خرما فاطمہؑ کے لئے بھی مہیا کرلوں۔ میں نے اس یہودی سے ہر ڈول کے کھینچنے پر ایک خرما مقرر کیا ہے۔ جب کچھ خرمے مہیا ہو گئے تو انہیں آپ نے اپنے دامن میں ڈالا اور حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لیا اور گھر واپس لوٹ آئے۔[۲]

یہ واقعہ نہ صرف حضرت علیؑ وفاطمہؑ کی زندگی کے دشوار ترین موڑ پر یکجہتی و محبت کا ثبوت فراہم کرتا ہے بلکہ آج کی خواہش کے لئے یہ درس بھی ہے کہ زن و شوہر زندگی کے کٹھن سے کٹھن مرحلوں میں بھی ایک دوسرے کی معاونت کرکے زن و شوہر کے فرائض کو انجام دے کر دنیا و آخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ واقعہ اس بات کا بھی شاہد ہے کہ صدیقۂ طاہرہ کے گھر میں فاقہ بھی ہو رہا ہوتا تو آپ نے حضرت علیؑ سے نہ ہی شکوہ و شکایت کی اور نہ ہی کوئی دستِ سوال دراز کیا۔ جب حضرت علیؑ نے سوال کیا کہ کیا کھانے کے لئے گھر میں کچھ سامان ہے یا نہیں تو شہزادی نے فرمایا کہ آج تیسرا روز ہے کہ گھر میں ایک دانہ جَو تک نہیں ہے۔ حضرت علیؑ نے سوال کیا کہ پھر تم نے مجھ سے کیوں نہ کہا تو فرمایا

میرے بابا نے مجھے وداع کرتے وقت فرمایا تھا کہ میں کچھ سوال کر کے آپ کو کبھی شرمندہ نہ کروں۔۳؎

آج کی خواتین شہزادی کے اس اصول کو نمونۂ عمل بنالیں تو بلاشبہ اندرون خانہ کی بے شمار مشکلات سے نجات مل سکتی ہے کیونکہ آج کی خواتین فقر وغربت کے حالات میں بھی شوہر سے فرمائش کرنے سے باز نہیں آتیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر کے اندر بہت سی مشکلات جنم لے لیتی ہیں بالآخر زن وشوہر کی زندگی جہنم بن جاتی ہے۔ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ شوہر محنت ومزدوری کر کے گھر کے اسباب زندگی مہیا کرتا ہے تو بیوی شکر خدا بجالا کر قبول نہیں کرتی بلکہ لائے ہوئے سامان پر نت نئے اعتراضات کر کے شوہر کی خون پسینہ کی کمائی کا استہزاء کرتی ہے لیکن شہزادیٔ عالمیان کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے خواتین کو اپنے عمل سے یہ باور کرایا ہے کہ شوہر محنت ومزدوری کے بعد جو بھی اسباب زندگی لائے اسے ہنسی خوشی قبول کرے تاکہ زندگی مسرت وشادمانی سے ہمکنار ہوسکے۔ جیسا کہ تاریخ میں ہے کہ حضرت علیؑ کے گھر میں آٹھ پہر سے فاقہ تھا اور حضرت علیؑ کو کوئی مزدوری نہ مل رہی تھی بالآخر ایک دن شام کے وقت ایک تاجر کے اونٹ سے اسباب اتارنے کی مزدوری ملی تو پھر رات تک اس کے اونٹوں کے اسباب کو اتارا جس سے ایک درہم اُجرت ملی۔ تاخیر کے سبب بیشتر دکانیں بند ہوچکی تھیں مگر ایک درہم جَو کا غلہ بالآخر دستیاب ہوگیا تو آپ اُسے لے کر آئے جسے فاطمہ زہراؑ نے انتہائی خوشی ومسرت کے ساتھ حضرت علیؑ کا استقبال کرتے ہوئے لیا اور اسی وقت اسے پیس کر روٹی پکائی اور حضرت علیؑ کے سامنے دستر خوان پر رکھا جب حضرت علیؑ کھانا تناول فرماچکے تھے تو خود آپ کھانے لگیں جسے دیکھ کر حضرت علیؑ کو پیغمبر اسلامؐ کا وہ ارشاد یاد آیا: فاطمہ دنیا کی بہترین عورت ہے"۔۴؎

فاطمہ زہراؑ نے شوہر کے گھر آکر اس انداز سے امور خانہ داری کے فرائض انجام دئے کہ عالم کی خواتین کے لئے وہ ایک مثالی حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ علامہ صدوق علیہ الرحمہ نے "کتاب العلل" اور دیگر مورخین نے اپنی اسانید کے ساتھ خود حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: جناب فاطمہؑ کے سینہ پر پانی کی مشک اُٹھاتے اُٹھاتے نشان پڑ گیا تھا اور ہاتھوں میں چکّی پیستے پیستے آبلے پڑ گئے تھے خود ہی جناب فاطمہؑ گھر میں جھاڑو دیا کرتی تھیں یہاں تک کہ آپ کے کپڑے گرد آلود ہو جاتے تھے خود ہی آگ چولہے میں روشن کرتی تھیں یہاں تک کہ دھوئیں سے آپ کے کپڑے کالے ہو جاتے تھے۔۵؎

صدیقۂ طاہرہ کا یہ کردار آج کی خواتین کو محض محاسبہ کرنے کی ہی دعوت نہیں دیتا بلکہ اس بات کی جانب متوجہ کراتا ہے کہ شوہر کے گھر کو اپنی محنت وتوجہ سے کس طرح جنت نظیر بنایا جاسکتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ فاطمہ زہراؑ نے حضرت علیؑ کا ساتھ زندگی کے ہر موڑ پر اس طرح دیا کہ کبھی شکوہ وشکایت کا موقع نہ ملا حتی کہ افلاس وتنگی میں بھی کبھی کسی امر کے لئے لب شکوہ سے آشنانہ ہوئے بلکہ فاطمہ زہراؑ کی محنت ومشقت

کو دیکھ کر خود حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اپنے بابا سے ایک خادمہ طلب کرلیں چنانچہ پیغمبر اسلامؐ نے کنیز عطا کرنے کے بجائے وہ تسبیح تعلیم فرمائی جو تسبیح فاطمہ زہراؑ کے نام سے مشہور ہے اور جب بلا طلب خادمہ ملی تو ایک دن خود کام کیا اور دوسرے دن جناب فضہ سے کام لیا گویا خادمہ کو بھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ وہ گھر کی خادمہ ہے بلکہ انہیں ہمیشہ گھر کی ایک فرد ہونے کا احساس دلایا۔

فاطمہ زہراؑ نے گھر کا ماحول ایسا بنایا کہ حضرت علیؑ کو یہ کہنا پڑا کہ " جب میں تھکاماندا گھر واپس آتا تھا اور فاطمہؑ زہرا کو دیکھتا تو میرے تمام غم واندوہ ختم ہو جایا کرتے تھے۔۶؎

ظاہر ہے کہ اگر عورت شوہر کو گھر کے داخلی امور سے بے فکر کردے اور شوہر کے ساتھ لطف وکرم سے پیش آئے تو اس کے تمام غموں کا وہ مداوا کرسکتی ہے اور وہ مرد کو بڑا سے بڑا بیڑہ اٹھانے کے لئے آمادہ ہی نہیں کرسکتی ہے بلکہ کٹھن سے کٹھن مہم کو سر کرنے میں معاون ومددگار بھی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ اسلامی جنگوں میں فداکاری وجاں نثاری کی تاریخ رقم کرکے لوٹتے تو صدیقہ طاہرہ نہ صرف خون آلود لباس دھوتیں، زخموں کی مرہم پٹی کرتیں بلکہ حضرت علیؑ کی بہادری وجاں نثاری کی داد بھی دیتیں اور آئندہ جنگوں کے لئے آپ کو آمادہ بھی کرتیں تھیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی بے مثال فداکاری وجاں نثاری کی بدولت اسلام کا پرچم چاردانگ عالم میں لہرایا۔

بلاشبہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے صرف بیوی ہونے کی حیثیت سے مثالی زندگی بسر نہیں کی بلکہ بیٹی اور ماں ہونے کی حیثیت سے بھی ایسی بے مثل زندگی گذاری کہ جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔ بیٹی ہونے کی حیثیت سے ایسی زندگی بسر کی کہ پیغمبر اسلامؐ کو یہ کہنا پڑا " **فاطمة ام ابيها** " اور ماں ہونے کی حیثیت سے بچوں کی ایسی تربیت کی کہ امام حسنؑ وامام حسینؑ اسلام کی بقا کے ضامن قرار پائے اور بچیاں جناب زینب وام کلثوم طبقۂ نسواں کے لئے صرف ماں کی سچی جانشین ہی ثابت نہ ہوئیں بلکہ صنف نسواں کے لئے نمونۂ عمل قرار پائیں۔ اور بیوی ہونے کی حیثیت سے ایسی مثالی زندگی گذاری کی خود حضرت علیؑ یہ فرماتے ہوئے نظر آئے:

" میں نے کبھی ایسا کام نہیں کیا جس سے فاطمہؑ غضبناک ہوئی ہوں اور فاطمہؑ نے بھی مجھے کبھی غضبناک نہیں کیا" ۷؎

اگر حضرت علیؑ وفاطمہؑ کے اس روش پر زن وشوہر عمل پیرا ہو جائیں تو گھروں میں ایسی فضا قائم ہوسکتی ہے کہ جس سے گھر سکون واطمینان کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ جیسی مطیع وفرمانبردار، ہمکار ومددگار زوجہ کی نظیر دنیا لانے سے قاصر ہے مگر ضرورت اسی بات کی ہے کہ شہزادی سلام اللہ علیہا کی روش زندگی کو نمونۂ عمل بنایا جائے۔ تاکہ گھر جنت نظیر بن سکے اور دنیا وآخرت کی

نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کا موقع فراہم ہو سکے۔

مصادر و مراجع:

۱۔ بحار الانوار، جلد ۴۳، صفحہ ۵۰

۲۔ ایضاً

۳۔ سیرت فاطمہ زہرا، جسٹس آغا سلطان، مطبوعہ اصلاح، صفحہ ۷۸

۴۔ ایضاً

۵۔ سیرت فاطمہ زہرا، جسٹس آغا سلطان مرزا دہلوی، صفحہ ۸۰ مطبوعہ ادارۂ اصلاح، لکھنؤ ۱۹۹۴ء

۶۔ مناقب خوارزمی، صفحہ ۲۵۶

۷۔ مناقب خوارزمی، صفحہ ۲۵۶، بحوالہ فاطمہ زہراؑ اسلام کی مثالی خاتون، مولف آیت اللہ ابراہیم امینی، مطبوعہ انصاریان پبلیکیشنز ۲۰۰۷ء

حضرت فاطمہؑ، کتب اہل سنت کی نظر میں

عادل فراز نقوی

رسول اسلامؐ کی اکلوتی بیٹی اور عالمین کی عورتوں کی سردار جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ذات گرامی سے متعلق علمائے اہل تشیع کی کتابوں میں روایات اور احادیث رسولؐ کی کثرت ہے۔مختلف ملکوں کے الگ الگ شہروں سے آپکی سیرت و سوانح پر بیش بہا قیمتی کتابوں کا ذخیرہ سامنے آتا رہاہے۔لیکن علمائے تشیع کے علاوہ آپکی ذات گرامی قدر پر جو تحقیقی کام علمائے اہل سنت نے کیاہے وہ بھی قابل ذکر ہے۔ خاص کر دور قدیم میں جتنی روایات اور احادیث علمائے اہلسنت نے جناب فاطمہ زہراؑ سے متعلق جمع کیں اور ان روایات کو علم درایت کی روشنی میں جانچا پر کھا اسکی مثال نہیں دی جاسکتی۔اس مقالہ میں ایسی چند احادیث کا ذکر کیا جاتاہے جو کافی شہرت کی حامل ہیں۔

ولادت جناب فاطمہؑ: ولادت جناب فاطمہؑ سے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں متن کے لحاظ سے کافی تفریق ہے۔اول تو یہ کہ کچھ روایات کی بنیاد پر جب حضور کو معراج ہوئی اس وقت جبریل نے آپ کو جنت کا پھل دیا جس سے نور فاطمہ زہراؑ آپ تک منتقل ہوا جیساکہ محبّ الدین طبری نے نقل کیا ہے۔ دوسری وہ روایات ہیں جن میں زمین پر ہی جبریل نے آپ کو اور آپکی زوجہ جناب خدیجہ کو جنت کے پھل لاکر دیے جن کی بنیاد پر نور سیدہ طاہرہؑ آپ تک منتقل ہوا جیسا کہ شیخ شعیب ابو مدین بن سعد مصری نے بیان کیاہے۔لیکن ان تمام روایات کے تناظر میں یہ واضح ہوتا ہے کہ نور سیدہ رسالتمآب اور جناب خدیجہ تک جنت کے پھل کے ذریعہ منتقل کیا گیا۔[۱]

حافظ ابوالفداء " البدایہ و النہایہ " میں لکھتے ہیں ،فَلَمّا وُلِدَت فَاطِمَۃ لَم یَرْضَعْھَا' جس وقت فاطمہ زہراؑ کی ولادت ہوئی تو آپ نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔کیونکہ اس وقت عربوں میں یہ رسم عام تھی کہ بچوں کی رضاعت اور تربیت کے لئے دایہ کو رکھا جاتا تھا جیساکہ رسول اکرمؐ کی دیکھ بھال کے لئے جناب حلیمہ خاتون کو معین کیا گیا تھا۔لیکن علماء اہلسنت اس بات پر متفق ہیں کہ جناب فاطمہ(س) کو سوائے جناب خدیجہ کے نہ تو کسی نے دودھ پلایا اور نہ کسی اور خاتون نے تربیت دی۔چونکہ آپ کی والدہ جناب خدیجہ کا انتقال آپکی صغر سنی میں ہی ہوگیا تھا لہٰذا تربیت کے لئے رسم عرب کے مطابق

ضروری تھا کہ کسی دایہ کو معین کیا جاتا مگر رسول خداؐ نے آپ کی تربیت خود کی اور کسی دایہ کو متعین نہیں کیا۔۲۔

فاطمہ نام رکھنے کی وجہ تسمیہ : حافظ ابو بکر احمد بن علی شافعی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ رسولؐ اسلام فرمایا کرتے تھے "اِبْنَتِي فَاطمةُ حَوراء آدَمِيَّه لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمِثْ وَاِنَّمَا سَمّا ھٰا فاطمةُ لِاَنَّ اللّٰهَ فَطَمَهَا وَ مَحِبّيهَا عَنِ النَّار"۔ میری بیٹی فاطمہ عورتوں کی تمام مخصوص عادات سے مبرا ہے اور انکا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کیونکہ اللہ نے انہیں پاکیزہ بنا یا اور انکے دوستوں پر جہنم کو حرام کردیا۔۳۔

دوسری حدیث ابوہریرہ سے وارد ہوئی ہے جسے علامہ علی متقی نے "کنز العمال" میں تحریر کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا " اِنَّمَا سُمِّيَتْ اِبْنَتِي فَاطمةُ لِاَنَّ اللّٰهَ فَطَمَهَا وَ ذُرِّيَتَها وَ مُحِبّيهَا عَنِ النَّارِ"۔ "ینابیع المودۃ" میں بھی اس حدیث کو اسی طرح " مولف فردوس" کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے ۴۔

بتول کا مطلب:علامہ امرتسری ارجح المطالب میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اسلامؐ سے بتول کے متعلق سوال کیا گیا تو رسول خدا نے فرما یا " اَلْبُتُولُ التی لَمْ تَرَ حُمرةً قَطُّ ،أَيْ لَمَ تَحِضْ فَاِنَّ الْحَيْضَ مُکْرَهٌ مِنْ بَنٰاتِ الاَنْبِيٰاءِ اَخْرَجَهُ الحٰاکِمُ "۵۔

فاطمہ سیدۃ نساء العالمین: "مسند ابوداؤد" میں جناب عائشہ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اکرمؐ نے ایک خاص موقع پر فرما یا " يٰا فَاطِمَةُ اَمَا تَرْضِيْنَ اَنْ تَکُونِي سَيّدَةَ نِسَاءِ الْعالَمِيْنَ اَوْ سَيّدَةِ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فَضَحِکَتْ " جناب عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اسلامؐ نے جناب فاطمہ (س) سے ارشاد فرمایا: فاطمہ (س) کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں عالمین کی عورتوں کا سردار منتخب کیاگیاہے تو جناب فاطمہ (س) مسکرائیں۔۶ علامہ شیخ علی بن حسن شافعی اپنی کتاب '' الحفة العليه و الادب العلمية" میں اس حدیث کو دوسرے زاویہ سے نقل کرتے ہیں " اُمّ الْحَسَنِ بن عَلِيٍ سَيّدَةُ نِساءِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ "مادر حسنین دنیا و آخرت میں عورتوں کی سردار ہیں۔۷۔

علّامہ ابن عبد البر اندلسی نے "الاستیعاب"میں معروف راوی حدیث ابوہریرہ سے اس حدیث کو بیان کیا ہے مگر مفہوم و معنی کے لحاظ سے حدیث مختلف ہوگئی ہے ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اسلامؐ نے مجھ سے بیان فرمایا "خَيْرُ نِساءِ العٰالَمِيْنَ اَرْبَعُ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرانَ ،وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزاحِم ،وَخَدِيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدْ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّد ---"عالمین کی بہترین عورتیں چار ہیں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم ،خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمدؐ۔علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کو "الاصابہ" میں بیان کیاہے۔۸۔

تسبیح فاطمہؑ کی روایت: کثرت کے ساتھ علماء اہل سنت والجماعت نے تسبیح جناب فاطمہ (س) سے متعلق روایات کو قلم بند کیا ہے اور اسکی اسناد سے بھی بحث کی ہے۔مختلف کتب احادیث میں اِن روایات کو الگ الگ طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔روایت کے الفاظ اس طرح ہیں"۔ رسول اسلامؐ نے حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ (س) سے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی شے کی تعلیم دو ں جو تمہارے لئے" حمرالنعم" (سرخ اونٹ۔سرخ یاقوت) سے بھی بہتر ہو۔حضرت علیؑ نے فرمایا بے شک یا نبی خدا،اس وقت رسول اسلامؐ نے فرمایا **"تَکبیراتٌ وَ تَسْبِیحَاتٌ وَ تَحْمِیدَاتٌ مأۃ حِینَ تُرِیْدانِ اَنْ تَنَامَا افتبیتا علی الف حسنۃٍ وَ مثلھا حینَ تُصْبحَان ،فَتَقُومَانِ عَلی الفِ حسنۃٍ ،فَقَال علیٌ: فَاتتنی مُنْذُ سمعتُھا مِنْ رَسولِ اللّٰہِ اِلاّ لَیلۃَ صِفّین ،فَانّی نَسَیْتُھا حَتیٰ ذَکَرْتُھَا مِنْ آخِرِ الَّیْلِ فَقُلْتُھا"**۔ اس روایت کی اسناد کو علماء رجال نے درست تسلیم نہیں کیاہے کیونکہ اس روایت کی بنیاد پر ان ثقہ احادیث کی تردید ہوتی ہے جن میں بیان ہوا کہ تسبیح فاطمہ (س) کے ورد کو علیؑ نے لیلۃ الھریر میں بھی ترک نہیں کیا۔اس سلسلے میں عبدالرحمٰن ابو لیلیٰ کی روایت کافی شہرت رکھتی ہے۔۹۔

عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ نے حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ یا علیؑ کیا آپ نے رسولؐ کی تعلیم کردہ اس تسبیح کے ورد کو صفین کی رات میں بھی اسی طرح جاری رکھا جیسا کہ آپ کا وطیرہ ہے۔حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے صفین کی رات میں (لیلۃ الھریر میں) بھی اس ورد کو اسی طرح انجام دیا۔ مذکورہ علماء کے علاو ہ تسبیح فاطمہ (س) کی روایت کو بیان کرنے والے علماء میں سے چند یہ اسماء اس طرح ہیں ان میں ابو داؤد السبجستانی، سنن ابو داؤد میں،ابوالفرج ابن جوزی، صفۃ الصفوہ، جلد ۲،ص ۴پر، ابونعیم اصفہانی، "حلیۃ الاولیاء" جلد۱،ص ۶۹ پر ابن اثیر جزری ،محب الدین الطبری" ذخائر العقبی، ص ۶۹و۱۰۵پر " ابن حجر عسقلانی"،فتح الباری فی شرح البخاری"، جلد ۱۱، ص ۱۰۲پر، سیلمانی قندوزی، "ینابیع المودۃ"، ص ۲۰۰ پر "ور جلال الدین سیوطی، "الثغور الباسمۃ فی مناقب سید تنا فاطمہ"، ص ۲ پر۔اس کے علاوہ بہیقی ،ابو بکر احمد بن علی، احمد بن حنبل اور حافظ بخاری جیسے علمائے اکابر نے تسبیح فاطمہ (س) سے متعلق روایات کو اسناد صحیحہ کے حوالے سے نقل کیاہے۔

فاطمہ(س) خیر نساء الامۃ: مندرجہ بالا احادیث کی بنیاد پر جناب فاطمہ زہراؑ کا سیدۃ نساء العالمین ہونا ثابت ہے۔ دیگر احادیث میں جناب فاطمہ (س) کے لئے روایت کے چند جملوں کی تفریق ہے۔ان لفظی تفریقات کی بنا پر مفہوم حدیث پر کوئی منفی اثر مرتب نہیں ہوتا بس حدیث کی معمولی نوعیت تبدیل ہوجاتی ہے ورنہ معنی و مفہوم کا بھی تقریبا وہی حاصل ہے۔علامہ ابن عساکر اور دیگر مورخین و محدثین نے حدیث پیغمبرؐ کو اس طرح بیان کیاہے " **خیرُ رِجالِکُم عَلِیٌّ**(ع) ،**وَ خَیْرُ شَبَابِکُم اَلحَسَنُ**(ع) و

الْحُسَینُ (ع) وَ خَیْرُ نِسَآئِکُم فاطمۃُ(س) " ۔اس حدیث سے جہاں عظمت علی ابن ابی طالبؑ اور منزلت حسنینؑ آشکار ہے وہیں واضح طور پر آپ نے کائنات کی تمام عورتوں سے امتیاز جناب فاطمہ (س) کو بھی بیان کیاہے۔"خیر نسائکم" کا یہ توصیفی جملہ رسول اکرمؐ نے مکمل دور حیات میں کسی دوسری عورت کے لئے ارشاد نہیں فرمایا۔ تفصیلات کے لئے دیکھیں۔۱۰۔

غضب فاطمہ (س) غضب خداہے :حاکم نیشاپوری نے اپنی "مستدرک" میں رسولؐ اسلام کی اس معروف حدیث کو نمایاں طور پر نقل کیاہے کہ رسولؐ اسلام نے جناب صدیقۂ طاہرہ(س) سے فرمایا " اِنَّ اللّٰہَ یَغْضِبُ لِغَضَبِک وَیَرْضیٰ لِرِضَاکِ "فاطمہ (س) بیشک اللہ تیری ناراضگی سے ناراض اور تیری خوشی میں خوش ہوتاہے۔حاکم نیشا پوری نے اس حدیث کے آخر میں تحریر کیاہے کہ " ھذا حدیثُ صَحِیْح الاَسنَاد" کہ یہ حدیث اپنی اسناد کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔۱۱۔

اسی مفہوم کی دوسری حدیث جو مابین اہل تسنن و علماء اہل تشیع مشہور ترین حدیث ہے کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا " اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَ جَلَّ یَغْضِبُ لِغَضَبِ فَاطمۃَ وَیَرْضیٰ لِرِضَاھَا " بیشک اللہ فاطمہ (س) کے غضبناک ہونے سے غضبناک اور ان کے خوش ہونے سے خوش ہوتاہے۔

ذریت فاطمہ (س) پر آتش دوزخ حرام ہے :ذریت جناب سیدہ طاہرہؑ پر پروردگار عالم نے آتش جہنم کو حرام قراردیاہے۔حدیث میں ذریت میں شمولیت کا زمانہ متعین نہیں کیا گیا ہے اور نہ کسی مخصوص پس منظر میں یہ حدیث حضور نے بیان فرمائی ہے۔ہاں اتنی تخصیص ضرور رکھی کہ آتش جہنم کو صرف ذریت سیدہ پر حرام قرار دیا اور یہ سلسلہ قیامت تک کے لئے جاری ہے۔ محدثین اہل سنت نے اس حدیث شریف کو صراحت کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل فرمایاہے۔"مستدرک" میں حاکم نیشا پوری نے عبداللہ ابن مسعود کے حوالے سے اس حدیث کو رقم کیا ہے متن حدیث یوں ہے " اِنَّ فَاطمۃَ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَحَرمَ اللّٰہُ ذُرِیتَھا عَلی النَّار "اس حدیث کے آخر میں بھی انہوں نے لکھا ہے کہ اسناد کے لحاظ سے یہ حدیث بھی صحیح ہے۔۱۲۔

یہی حدیث دوسرے الفاظ میں بھی نقل ہوئی ہے۔جیساکہ علامہ طبرانی اور حافظ ابونعیم اصفہانی وغیرہ نے حدیث کی کتابوں میں درج کیاہے " اِنَّ فَاطمۃَ حصنت فَرْجَھَا وَ اِنَّ اللّٰہَ عَزّ وَ جَلَّ اَدْخَلَھَا بِاحْصَانِ فَرْجَھَاوَذُرِیتَھا الجنۃَ" ۱۳۔

عمر و ابو بکر کی خواہش تزویج: ابوبکراورعمر نے رسول اسلامؐ کے سامنے جناب فاطمہ(س) سے تزویج کی درخواست پیش کی تو رسول اسلامؐ نے فرمایا کہ مجھے اس امر میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ فاطمہ(س) کے امر میں تمام اختیارات خدا وند متعال کو ہیں۔انس ابن مالک کی روایت کے مطابق ان

دونوں حضرات نے فاطمہ زہرا(س) سے تزویج کی خواہش کو لیکر اپنی اپنی بیٹیوں کے ذریعہ بھی رسول اکرمؐ سے سفارش کی تھی۔اگر ہم "کنز العمال" کی روایت پر اعتماد کریں تو اس روایت کے مطابق رسول اسلامؐ نے ان دونوں کے جواب میں خاموشی اختیار کی اور جب وہ بضد ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس امر میں مجھے کوئی اختیار نہیں ہے ،فاطمہ (س) کی تزویج کے لئے میں حکم الہی کا منتظر ہوں اور تمام اختیارات خدا کے پاس ہیں۔اس جواب کے بعد دوبارہ اکابر صحابہ کو کسی کی بھی سفارش کا استعمال کرنا گویا رسولؐ کے قول کی صداقت پر انگشت نمائی ہے۔علامہ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں انس ابن مالک کے حوالے سے روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت عمر و ابوبکر نے رسولؐ خدا کے منع کرنے کے باوجود تزویج جناب سیدہ کے لئے اپنی اپنی بیٹیوں سے سفارش کرنے کے لئے زور دیا مگر رسول اسلامؐ نے ہر بار وہی جواب دیا جو آپ نے پہلے ان دونوں کو دیا تھا۔اس طرح یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ تزویج فاطمہ (س) کے لئے حضرت علیؑ کا انتخاب بحکم خدا ہوا نہ کہ رسول اسلامؐ کی صرف مرضی کے مطابق۔۱۴۔

جنت مشتاق فاطمہ: علامہ ابوالحسن الواحدی اپنی کتاب " **قلائد الدرر فی الهداة الغرر** " میں طویل سلسلۂ اسناد کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا"**اَشْتَاقَتِ الْجنّةُ اِلیٰ اَرْبعٍ مِّنَ النّساءِ**: مریم بنت عمران ،وآسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ"۔

اسی زمرہ کی روایات دیگر کتابوں میں بھی مرقوم ہیں۔صدیقۂ طاہرہ سے متعلق وہ احادیث بھی کثرت کے ساتھ درج ہیں جن میں آپ نے فرمایا ہے کہ بہترین عورتوں کی فہرست بغیر فاطمہ (س) کے مکمل نہیں ہوسکتی۔ان میں آپ نے چار عورتوں کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔یہ وہی فہرست ہے جنکی احادیث نبوی کی بنا پر جنت مشتاق ہے۔"فصول المہمۃ "میں ابن صباغ المالکی نے" مسلم" و "ترمذی" کے حوالے سے حدیث پیغمبرؐ کو بیان کیاہے کہ آپ نے فرمایا" **لَمْ یَکْمُلِ مِّنَ النِّساءِ اِلاّ مَرْیَمُ بنتُ عمرانَ و آسیةُ بنتُ مُزاحِم امرئةُ فرعونَ و خَدیجَةُ بنتُ خُویلِدٍ وَ فاطمةُ بنتُ مُحمّدٍ** ﷺ"۔۱۵۔

فاطمہ (س) روز محشر: مقاتل و کتب احایث میں یہ معروف حدیث نبوی طویل سلسلۂ اسناد کے ساتھ مرقوم ہے جسے علامہ اثیر جذری کے علاوہ حاکم نیشاپوری ،علامہ طبرانی اور معروف علماء اہل تسنن نے بیان کیاہے کہ روز قیامت ایک منادی ندا کریگا "**یَا اَهْلَ الْجَمْعِ غُضُّوا اَبْصارَکُمْ عَنْ فَاطِمَةَ بِنتِ مُحَمّدٍ** ﷺ **حَتیٰ تَمُرّ هذا حديث صحيح علی شرط شیخین**۔اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کرلو یہاں تک کہ فاطمہ یہاں سے گذرجائیں۔اس حدیث سے جہاں عصمت فاطمہ (س) اور عظمت و جلال

سیدہ کی نشاندہی ہوتی ہے وہیں نگاہ پروردگار عالم میں آپکی شرف و منزلت بھی واضح ہوتی ہے۔۱۶۔
اسی حدیث شریف کو علامہ ذہبی نے دوسرے طریقے سے بھی نقل کیاہے " اِذَا کَانَ یَومُ القیَامَۃِ نادیٰ مُنَادِیًا اَھلَ الْجَمْعِ غُضُّوا اَبْصَارَکُمْ عَن فاطمۃَ حَتیٰ تَمُرَّ عَلَی الصّرَاطِ اِلَی الجَنَّۃِ "اس حدیث کے الفاظ میں معمولی سا فرق ہے مذکورہ حدیث میں "حتیٰ تمر علی الصراط الی الجنۃ " کی عبارت نہیں ہے مگر اس سے مفہوم حدیث پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔۱۷۔

"تاریخ بغداد" میں حافظ ابو بکر بغدادی نے اس حدیث کو جناب عائشہ کی سند کے ساتھ بھی نقل کیاہے۔حدیث کے الفاظ وہی ہیں جو اثیر جذری اور علّامہ طبرانی کی روایت میں آئے ہیں تقدم و تاخر لفظیات کا فرق اتنا معنی خیز نہیں ہے ۔" عَنْ عَائشۃِ ۔قَالَتْ : قَالَ النّبی(ص) یُنٰادِی مُناٰدٍیَومَ الْقیٰامَۃِ غُضُّو اَبْصَارَکُمْ حَتیٰ تَمُرَّ فاطمۃُ بنتُ محمدٍ النّبیَ "۔۱۸۔

اس حدیث کے سلسلۂ اسناد میں یوں تو علی ابن ابی طالبؑ بھی شامل ہیں جسکے بعد اس حدیث شریف کی اہمیت و افادیت مزید بڑھ جاتی ہے مگر علماء اہل سنت نے دیگر راویو ں کے نام بھی نقل کئے ہیں جیسے "صواعق محرقہ" میں یہ حدیث ابوہریرہ سے ص ۱۸۸ پر اور "فتح الکبیر" وغیرہ میں بھی مذکورہ راوی کے حوالے سے یہ حدیث رقم کی گئی ہے۔

مذکورہ احادیث کی بنیاد پر روز محشر جناب فاطمہ(س) کی عظمت واضح ہوجاتی ہے ۔اب ان احادیث کو بیان کیا جارہاہے جن میں نقل ہواہے کہ سیدہ طاہرہ اپنے فرزند امام حسینؑ کے خون ناحق کے لئے روز محشر بارگاہ خدا وند عالم میں فریاد کریں گی ۔اس سلسلے کی تمام تر روایات میں معنوی اور لفظی اعتبا ر سے کوئی نمایاں فرق نہیں ہے ۔ان روایات کو علّامہ مغازلی ،علامہ ابن شیرویہ الدیلمی، علّامہ قندوزی ،اور علامہ بدخشی نے اپنی کتابو ں میں نقل فرمایا ہے۔یہ حقیقت بھی صیغۂ راز میں نہیں ہے کہ شہادت حسینؑ کی پیشین گوئی خود رسول اکرمؐ نے اپنی زندگی میں فرمائی تھی اور اس سلسلے میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔یہ حدیث بھی اسی زمرہ کی احادیث میں سے ہے۔رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا" تُحْشَرُ ابْنَتِی فاطمۃ یومَ الْقیَامۃ وَ مَعَھا ثِیَابُ مَصْبُوغَۃٍ بِدَمٍ ،فَتَتَعَلّقُ بقائِمَۃٍ مِن قَوائمِ الْعَرشِ فَتَقُولُ یَا عدلُ یٰا جَبّار اُحْکُمْ بَینِی وَ بَینَ قَاتلِ وَلدیِ ،قال رَسُول اللّٰہَ فَیَحْکُمُ اللّٰہُ لاِ بنَتِی وَرَبِّ الْکَعْبَۃ " قیامت کے دن جب میری بیٹی فاطمہ(س) آئے گی تو اسکے ساتھ ایک خون میں رنگا ہوا لباس ہوگا اور و ہ پایۂ عرش کو تھام کر فریاد کرے گی اے صاحب عدل و اختیار میرے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ فرما۔ رسولؐ اللہ فرماتے ہیں: قسم رب کعبہ کی اس وقت خدا میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کرے گا۔۱۹۔

محبوب رسالت فاطمہ (س): علامہ ترمذی نے اپنی کتاب صحیح میں ابن بریدہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اسلامؐ فرمایا کرتے تھے "كَانَ اَحَبُّ النِّسَاءَ اِلٰی رَسُولِ اللّٰهِ (ص) فَاطِمَةُ (س) وَ مِنَ الرِّجَالِ عَلِّیٌ (ع) " رسولؐ کے نزدیک عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب فاطمہ زہراؑ اور مردوں میں علی ابن ابی طالبؑ تھے۔ ۲۰۔

علّامہ متقی ہندی نے "کنزالعمال" میں اسی مفہوم کی دوسری حدیث ابوہریرہ کے حوالے سے بھی نقل کی ہے کہ رسول اسلامؐ نے علی ابن ابی طالبؑ سے ارشاد فرمایا " **فاطمه احب الی منک و انت اعز علی منها**"۔اے علیؑ فاطمہ (س) مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔اس حدیث شریف میں دونوں کی عظمت و اہمیت کو یکساں طریقے سے بیان کیا گیا ہے ۲۱۔

"مستدرک" میں حاکم نیشاپوری نے حضرت عمرابن خطاب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ خلیفہٗ دوم نے فرمایا کہ ایک بار حضرت علی علیہ السلام جناب فاطمہ (س) کے پاس تشرف لائے اور فرمایا" يَافَاطِمَه وَاللّٰهِ مَارَأَيتُ اَحَداً اَحَبُّ اِلی رسولِ اللّٰهِ ﷺ مِنکِ وَوَاللّٰهِ مٰاکانَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعدَ ابیکِ صَلی الله عَلیهِ وَآله وَسَلّم اَحَبُّ اِلَیّ مِنکِ، حدیث مذکور میں حضرت عمر ابن خطاب کی روایت کے مطابق جسے حاکم نیشا پوری نے حدیث موثق تسلیم کیا ہے رسول اسلامؐ کے نام کے بعد "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " ذکر ہوا ہے یہ علماء اہل تسنن کے لئے قابل غور نکتہ ہے اور سنت خلیفہ دوم بھی جس پر عمل ضروری اور فرض ہے۔ ۲۲۔

علامہ سیوطی جامع صغیر میں جناب عائشہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں" قَالَتْ : كَانَ النّبِی(ص) كَثیراً مَّا یُقَبّلُ عرفَ فٰاطِمة(س)"۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسولؐ اللہ فاطمہ (س) کی پیشانی کا اکثر بوسہ لیا کرتے تھے ۲۳۔

دوسری روایت بھی جناب عائشہ ہی سے مروی ہے جسے علامہ قندوزی نے "ینابیع" میں نقل کیاہے کہ ام المومنین نے فرمایا "كَانَ النّبِی(ص) اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ قَبّلَ نَحْرَ فَاطمة (س)،وَ قَالَ : مِنْهَا اَشُمَّ رَائِحَةَ الجَنَّةِ " رسولؐ خدا جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تھے تو فاطمہؑ کی گردن کا بوسہ لیتے تھے اور پھر فرماتے تھے مجھے فاطمہ سے جنت کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔۲۴۔

علامہ ابن عبد البر اندلسی ابی ثعلبہ کے حوالے سے اسی طریق کی حدیث کو نقل کیا ہے مگر اس حدیث میں کچھ متن کا اختلاف بھی ہے۔متن حدیث اس طرح ہے "كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلی الله عَلَيه وَآلہٖ وَسَلم اِذَا قَدِمَ مِنْ غَزْوٍ ،أوْ سَفرٍ بَدَءَ بِالمَسْجِدِ فَصَلیٰ بنیه رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ یَاتِی فَاطمةَ یَاتی اَزْوَاجه"۔ ۲۵۔

علامہ بیہقی اس حدیث کو ثوبان کی روایت کی بنا پر یوں بیان کرتے ہیں "كَانَ رسولُ اللهِ اِذَا سَافَرَ كَانَ آخرِ عَهْدِه بِانسانٍ مِنْ اَهْلِهِ فَاطمه ،وَ اَوّلُ مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهَا اِذَا قَدِمَ فَاطِمَه " رسول اللہؐ جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تھے تو فاطمہ (س) آپ کے اہل سے وہ پہلی فرد ہوتی تھیں جس سے آپ ملاقات کرتے تھے اور جب واپس ہوتے تھے تو سب سے پہلے آپ ہی کے پاس تشریف لے جاتے تھے۲۶۔

ابن اثیر جذری ابن عباس کی روایت کی بنا پر اس طرح نقل کرتے ہیں "اِنّ النّبی كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ قَبَّلَ اِبْنَتَه فاطِمه"۲۷۔

بضعۃ الرسول:اس طریق کی تمام تر احادیث کو تواتر کے ساتھ علماء اہل تسنن نے اپنی کتب احادیث میں نقل کی ہیں اور کتب صحیحہ میں بھی " بِضَعْةٌ مِنّی " کی احادیث موثق و مستند اسناد کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔حافظ امام احمد بن حنبل عبد اللہ ابن زبیر کی روایت کی بنا پر نقل کرتے ہیں کہ رسول اسلامؐ نے ارشاد فرمایا " فاطمةُ بِضَعَةٌ مّنی يُوذِينِی مٰا اذاها وَ يُنْصِبُنِی مٰا أَنصَبَهَا" فاطمہ (س) میرا جز و ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے اس سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ اس حدیث شریف کو حافظ ترمذی ،ابن حجر ہیثمی ،علی متقی ہندی ،علامہ بدخشی اور دوسرے علماء اہل سنت نے بھی اس حدیث شریف کو نمایاں طور پر بیان فرمایا ہے۔۲۸۔

بخاری میں یہی حدیث اختلاف متن کے ساتھ نقل کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا " فاطمةُ بضعةٌ مِنّی فَمَن اَغْضَبَهَا أَغضَبنِی" فاطمہ (س) میرا جزو ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔۲۹۔

دیگر کتب احادیث میں اس حدیث کے الفاظ مختلف طریقے سے واقع ہوئے ہیں اختصار کے ساتھ ہم ان احادیث کو نقل کرتے ہیں۔"اِنّمَا فاطمةُ بَضْعَةٌ مّنِّی يُؤذِينِی مَا آذاَها"۳۰۔

علامہ نورالدین بن صباغ المالکی کی رویات کے مطابق "فَاطمةُ بَضْعَةٌ مّنّی وَهِیَ قَلْبِی وَ رُوْحِیَ الّتی بَيْنَ جَنْبِی مَنْ آذاها فَقَدْ آذانِی وَمَنْ آذانِی فَقَدْ آذَی اللهَ "۳۱۔

علامہ دینوری کی تحقیق کے مطابق متن حدیث یوں ہے" مَنْ ارضٰی فَاطمةَ فَقَدْ أرضَانِی وَ مَنْ اَسْخَطَ فاطمةَ فَقَدْ اَسَخَطَنِی "۳۲۔

مشیت فاطمہؑ مشیت رسول اللہ: حافظ اسماعیل بخاری ابونعیم کی روایت کردہ حدیث کو اس طرح بیان کرتے ہیں جسے ابو نعیم نے جناب عائشہ سے سنا تھا" قَالَتْ: أَقْبَلَتْ فاطمةُ تَمْشِی كَانَ مَشْيَتُهَا مَشْیَ النَّبِی - فَقَال مَرْحَبَا بابنتی ثُمّ أجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِه اَوْ عَنْ شِمٰالِه "۳۳۔

احترام فاطمہؑ: حافظ ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت عائشہ سے روایت نقل کی ہے کہ "كَانَتْ اِذَا

دَخَلَتْ عَلَیْهِ قَامَ اِلَیْهَا ،فَأَخَذَ بِیَدِهَا ،وَ قَبَّلَهَا ،وَ اَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِه ۔۔۔"۔جس وقت فاطمہ (س) رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ سراپا تسلیم کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔ بیٹی کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔۳۴۔

ترمذی کی روایت کے مطابق جناب عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے فاطمہ (س) سے زیادہ کسی کو اپنے باپ سے اتنا مشابہ نہیں دیکھا۔انکے قیام و قعود کا انداز اور رفتار و گفتار میں رسالت کی جھلک محسوس ہوتی تھی۔ اور جب بھی وہ فاطمہ (س) رسول اللہؐ کی خدمت میں تشریف لاتی تھیں تو حضور تعظیم کے لئے اٹھ جاتے تھے اور اپنی جگہ پر بیٹھالیتے تھے۔۳۵۔

حجاب فاطمہ :رسولؐ اللہ نے اپنی دختر نیک اختر سے ایک دن سوال کیا بیٹی عورتوں کے لئے بہترین عمل کیاہے ؟تو آپ نے فرمایا : باباجان !نہ کوئی مرد اسے دیکھے اور نہ وہ کسی مرد کی طرف نگاہ اٹھاکر دیکھے۔رسول خداؐ نے یہ سنکر فرمایا کیوں نہ ہو بیشک فاطمہ (س) میرا جزء ہے۔۳۶۔

عبادت فاطمہؑ: علامہ زمخشری امام حسنؑ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں "مَاکَانَ فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ أَعْبَدُ مِنْ فَاطِمَه ،کَانَتْ تَقُوْمُ حَتّٰی تَوَرَمَ قَدَمَاهَا" فاطمہ (س) سے زیادہ اس امت میں کوئی عبادت گذار نہیں۔ آپکے کثرت قیام کا عالم یہ تھا کہ پیروں پر ورم آجا تھا۔۳۷۔

خبر شہادت :رسول اسلامؐ نے مختلف موقعوں پر اپنی لخت جگر کو شہادت کی خبر دی تھی۔جس وقت حضورؐ حالت نزع میں تھے اور جاب فاطمہ (س) شدت گریہ سے بے حال تھیں اس وقت رسول اللہؐ نے فرمایا فاطمہؑ میری وفات کے بعد میرے اہل سے سب سے پہلے تم میرے پاس آؤگی۔ یہ سنکر فاطمہ زہراسلام اللہ علیہا مسکرانے لگیں ۔اس روایت کو مختلف اسناد اور منفرد متون کے ساتھ نقل کیا گیاہے۔۳۸۔

اس روایت کو علامہ دارمی نے اپنی سنن میں بھی درج کیا ہے مگر متن میں معمولی اختلاف ہے۔" لَمَّا نَزَلَتْ اِذَا جَاءَ نَصْرُاللهِ وَالْفَتْح ۔۔دَعَا رَسُولُ اللهِ فاطمَةَ فَقَالَ:قَدْ نَعِيتُ اِلٰى نَفْسِى فَبَكَتْ فَقَالَ: لاَتَبكِي فَانک اَوَّلُ اَهْلِي لِحَاقاً بِي فَضَحِكَتْ فَرَأَهَا بَعضُ أَزْواجِ النَّبى فَقُلْنَ يَا فاطمةُ رَأينٰاک بَكَيتِ ثُم ضَحِكْتِ قَالَتْ: اِنَّهُ اَخْبَرَنِى انه قد نعيت الى نفسى فَبَكَيتُ فَقَالَ لِي : لاَتَبكِي فَانَّکِ اَولُ اَهلِي لَاْحِقٌّ بِي فَضَحِكْتُ"۔علامہ دارمی نے اس واقعہ کو ابن عباس کی روایت کی بنا پر نقل کیا ہے جو امہات المومنین کی موجودگی میں پیش آیا۔یہاں بھی مفہوم حدیث مذکورہ حدیث سے الگ نہیں ہے ۔اس روایت کو "تفسیر کشاف" میں علامہ زمخشری نے بھی سورہ نصر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے نقل کیاہے۔ ۳۹۔

وصیت فاطمہ (س) :جناب فاطمہ (س) نے شہادت سے قبل جو وصیتیں اپنے شوہر نامدار حضرت علیؑ سے کیں وہ بھی تاریخ کے صفحات پر آج تک محفوظ ہیں۔چند وصیتوں کا ذکر کیا جاتاہے تاکہ سند رہے۔علامہ بیہقی نے "سنن کبریٰ "میں امام جعفر سے روایت نقل کی ہے کہ جناب فاطمہ (س) نے ام سلمہ سے وصیت کی " اے ام سلمہ میری شہادت کے بعد تم اور علیؑ مجھے غسل دینا لہٰذا علیؑ اور ام سلمہ نے سیدہ کو غسل دیا "۔خوارزمی نے "مقتل حسین " میں اس وصیت کا تذکرہ علیؑ و ام سلمہ دونوں کے حوالے سے کیاہے۔۴۰۔

وصیت صدیقۂ طاہرہ کے مطابق آپ کا جنازہ شب میں اٹھا اور رسم عرب کے بر خلاف آپ کا جنازہ تابوت میں لے جایا گیا اور حضرت علیؑ نے آپ کو رات کے وقت، مطابق وصیت دفن کیا۔اس قبیل کی تمام تر روایات و احادیث کو" شرح نہج البلاغہ" میں ابی الحدید معتزلی ،علامہ دیار بکری نے "تاریخ الخمیس" ، بیہقی نے "سنن الکبریٰ" ،علامہ شیبانی نے "تیسرالاصول" میں بھی نقل کیاہے اور ساتھ ہی وصیت جناب فاطمہ (س) پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔خاص کر ان نکات پر جنکی بنیاد پر سیدہ طاہرہ کا جنازہ شب کے وقت اٹھا اور آپ کی وصیت کے مطابق کچھ افراد کو حضرت علیؑ نے جنازہ کی خبر بھی نہیں دی اور نہ ان افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔۴۱۔

حافظ اسماعیل بخاری کی روایت قابل غور ہے انہوں نے حضرت عائشہ کے قول کو ترجیح دی ہے "أَنْ فَاطمةَ بِنْتَ النَّبِي اَرْسَلَتْ اِلٰی اَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِير اثَها مِنْ رَسُول اللهِ صَلی الله عَلَيه وآله و سَلّم (الی أن قال) فَأَبیٰ أَبُوبَكرٍ اَنْ يَدْفَعَ اِلٰی فَاطِمةَ مِنْهَا شَيْئاًفَوَجدتُّ فَاطمة عَلیٰ أَبی بكرٍ فِي ذٰلكَ فَهَجَرَتْه فَلمَ تكلمْه حَتیّٰ تَوَفَّيْتُ فَلَمَّا تَوَفَّيْت دَفَنَهَا زَوجُهَا عَلِیٌّ لَيلاً وَ لَمْ يُوذِنْ بِهاَ اَبَا بكرٍ"۔ صحیح بخاری کی اس روایت کی بنیا د پر یہ واضح ہوتاہے کہ رسولؐ کی لخت جگر اپنی میراث سے محروم کئے جانے کی بنا پر تا حیات حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں اور وصیت کے مطابق حضرت علیؑ نے انہیں دفن فاطمہ (س) کی بھی خبر نہیں دی اور خاموشی کے ساتھ آپکو رات ہی میں دفن فرمایا۔۴۲۔

ان چند احادیث کی بنیاد پر جو اہل سنت کے جلیل القدر علماء کی کتابوں سے مأخوذ ہیں ہم جناب فاطمہؑ کی عظمت و منزلت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔طوالت کے خوف کی بنیاد پر ان تمام احادیث کا اس مختصر مقالہ میں جائزہ پیش کرنا اور انکے مطالب کو اختصار کے ساتھ سمیٹ پانا بھی مشکل ہے جنہیں صراحت کے ساتھ علماء اہل تسنن نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔اس مختصر مقالہ میں ان احادیث کو ترجیح دی گئی ہے جو کسی بھی حوالے سے مابین اہل تشیع و اہل سنت معروف ہیں۔

منابع و مآخذ:۔

۱۔ الروض الفائق ،ص ۲۱۴ ،ذخائر العقبی، ص ۴۴
۲۔ البدایہ و النہایہ، ج ۵ ، ص ۳۷۰
۳۔ تاریخ بغداد ،ج۱۳ ،ص ۳۳۱
۴۔ ینابع المودۃ ،ص ۲۴۰
۵۔ ارجح المطالب، ص ۲۴۱، ۲۴۷
۶۔ مسند ابوداؤد، ص ۱۹۶
۷۔ تحفۃ العلمیہ ولادب، ص ۱۱ ، مخطوطہ بحوالہ ملحقات احقاق الحق، ج ۱۰ ، ص ۲۸
۸۔ استیعاب ج ۲،ص ۷۵۰،الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج ۴ ،ص ۳۶۶
۹۔ حلیتہ الاولیاء، ج ۱ ، ص ۶۹۔ سنن ابوداؤد، ج،۳ ص ،۲۰۶۔عمدۃ القاری فی شرح البخاری، ج ۱۵ ، ص ۳۶
۱۰۔ مفتاح النجا، ص ۶۱، ارجح المطالب ، ص ۳۱۱
۱۱۔ مستدرک ،حاکم ،ج ۳،ص ۱۵۳۔اسد الغابہ، ج ۵ ،ص ۵۲۲
۱۲۔ مستدرک، حاکم ،ج۳ ،ص ۱۵۳
۱۳۔ معجم الکبیر ،ص ۱۳۲۔ذخائر العقبی، ص ۴۸۔کنز العمال، ج ۱۳، ص ۹۳
۱۴۔ الفصول المہمۃ، ص ۱۲۷،مطالب السئول، ص ۱۰
۱۵۔ اسد الغابہ، ج ۵ ،ص ۵۲۳،کفایۃ الطالب، ص ۲۱۲،"المعجم الکبیر "ص ۴۱
۱۶۔ میزان الاعتدال، ج ۲ ،ص ۱۸
۱۷۔ تاریخ بغداد، ج۸ ،ص ۱۴۱
۱۸۔ ینابیع المودۃ، ص ۲۶۰،مفتاح النجا، ص ۱۵۰ ،مودۃ القربیٰ، ص ۱۰۴
۱۹۔ ترمذی، ج ۱۳ ،ص ۲۴۷،طبع مصر
۲۰۔ کنز العمال، ج ۱۳ ص ۹۴،مطبوعہ حیدرآباد دکن
۲۱۔ مستدرک، حاکم، ج ۳،ص ۱۵۵، طبع حیدرآباد دکن
۲۲۔ جامع الصغیر، ج ۲ ،ص ۲۹۶
۲۳۔ ینابیع المودۃ ،ص۱۹۷،۲۶۰،وسلیۃ الآمال از علامہ حضرمی ، ص ۷۹
۲۴۔ استیعاب، ج ۲، ص ۷۵۰
۲۵۔ سنن الکبریٰ ،ج ا، ص ۲۶

۲۶۔ اسد الغابہ، ج۵ ،ص ۵۲۲
۲۷۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۴ ،ص ۵۔ترمذی، ج ۱۳،ص ۲۴۷۔ ینابیع المودۃ، ص ۱۷۲۔ارجح المطالب، ص ۲۴۵۔صواعق محرقہ، ص ۱۸۸
۲۸۔ صحیح بخاری ،ج ۵ ،ص ۲۱،۲۹
۲۹۔ صحیح مسلم ،ج ۷، ص ۱۴۰
۳۰۔ فصول المہمۃ،ص ۱۲۸
۳۱۔ الامامۃ و السیاسۃ، ج۱،ص۳
۳۲۔ الادب المفرد، ص ۲۶۶
۳۳۔ سنن ابوداؤد، ج ۴، ص ۸۰ ۴۔ترمذی، ج ۱۳،ص ۲۴۹
۳۴۔ ترمذی، ج ۱۳، ص ۲۴۹
۳۵۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۶۰۔ الکبائر، ص ۱۷۱
۳۶۔ ربیع الابرار، ص ۹۵
۳۷۔ صحیح ترمذی، ج ۱۳، ص ۲۶۹۔جامع الاصول، ج ۱۰،ص ۸۶۔ صحیح مسلم، ج ۱۴۲۷
۳۸۔ سنن دارمی جزء اول، ص ۳۷ ۔تاریخ اسلام، ذہبی، ج ۲، ص ۹۶
۳۹۔ سنن الکبریٰ ،ج۳ ،ص۳۹۶۔ مقتل الحسینؑ، ص ۸۲
۴۰۔ الا ستیعاب، ج ۲، ص ۷۵۲، مقتل الحسین، ص ۸۲
۴۱۔ شرح نہج البلاغہ، ابی الحدید معتزلی،ج ۲، ص ۱۸۔تاریخ الخمیس، ج ۱، ص ۳۴۷،
۴۲۔ صحیح بخاری، ج ۵، ص ۱۳۹۔سنن الکبریٰ ،ج ۶ ،ص ۳۰۰۔تاریخ الامم و الملوک، ج ۲، ص ۴۴۸

فضائل فاطمہ زہرا (س)
بعض کتب صحاح کے حوالے سے

ڈاکٹر سید شہوار حسین نقوی

برادرانِ اہل سنت کے یہاں قرآن مجید کے بعد جو کتابیں اپنی مشمولات کے اعتبار سے معتبر و مستند مانی گئی ہیں، انھیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابن داؤد، سنن نسائی۔ جن کی روایت کو صحیح ماننے کے ساتھ ساتھ انہیں حجت بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں فقہی احادیث کے علاوہ شخصیات پر بھی بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً باب نبوت میں انبیاء علیہم السلام کے فضائل و مناقب، باب اہلبیت میں اہلبیت رسولؐ سے متعلق، باب ازواج رسول میں، ازواج رسولؐ سے متعلق، باب صحابہ میں اصحاب سے متعلق احادیث کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ انھیں ابواب میں ایک باب، "بابِ فضائل فاطمۃالزہرا (س)" ہے۔

جس میں رسول اکرمؐ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ان احادیث کو بیان کیا گیا ہے جو آپ نے اپنی پارۂ جگر حضرت فاطمہ زہرا (س) کی عظمت و منزلت کے سلسلے میں بیان فرمائی ہیں۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے ہم صحاح ستہ میں سے صرف تین کتب صحیح بخاری، صحیح مسلم اور صحیح ترمذی کی ان احادیث کو ذکر کر رہے ہیں جو مناقب حضرت فاطمہ زہراؑ پر مشتمل ہیں:

صحیح بخاری

حضرت فاطمۃ الزہراؑ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں:۔امام بخاری فاطمہ زہراؑ کی سرداری کے سلسلے میں **حدیث رسولؐ نقل فرماتے ہیں**: قَالَ النّبیُ صلی الله علیه و آله و سلم "فَاطِمَةُ سیدةُ نِّسآءِ اَهْلِ الْجَنّةِ "[۱]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فاطمہ بہشتی عورتوں کی سردار ہیں۔"

حضرت فاطمہؑ زہرا جزو رسالت ہیں: یہ حقیقت ہے کہ فاطمہؑ زہرا کا غصہ رسول اکرمؐ کا غصہ ہے اس سلسلے

میں امام بخاری نے حدیث نقل کی:

"حَدَّثَنَا اَبُو الولیدِ ابنُ عَیْنَیة عَنْ عَمرو بن دِینَار عَنْ اَبِی مَلیکَةٍ عَنَ الْمَسُورِ بنِ مخرمة اَنّ رَسولَ الله صلی الله علیه و سلم قَالَ فاطمةٌ بُضعَةٌ منی فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِی"

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا" فاطمہ میرا جزء ہے جس نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔ ۲

حضرت رسول اکرمؐ کا فاطمہ زہرؑا سے سرگوشی کرنا: حضرت فاطمہ زہرؑا کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور پاک نے آخری وقت صرف اپنی پارۂ جگر حضرت خاتون جنت سے سرگوشی کی جس سے آپ کو سکون قلب حاصل ہوا۔ امام بخاری نے اس سلسلے میں روایت نقل کی:

حَدَّثَنَا یَحْیٰ بنُ قزعة عَن اِبراهیم بِن سَعید عَن اَبِیه عَن عروة عَن عائِشَه قَالَتْ دَعَا النبیُ صلی الله علیه و سلم "فَاطمةَ ابنتَه فِی شِکوٰة التی قُبْضَ فیها فَمَا تَرهَا بِشَئ فبکت ثُم دعاها فاَزها فضحکت قالت فسالتُها عن ذالک قَالَتْ سَارِنِی النّبی صلی الله علیه و سلم اَفَخَبَرنی انه یُقبَضُ فِی وَجْعِه الذی تَوَ فّی فیهِ فَبَکَیْتُ ثم سَارَنِی فَاَخْبَرَنِی انّی اوّلُ اَهلِ بیتِه اَتْبعُهُ فَضَحِکَتُ" ۳

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرض موت میں اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ (س) کو بلایا پھر چپکے سے ان سے کچھ فرمایا وہ رونے لگیں پھر انکو بلایا اور کچھ کہا وہ ہنس دیں حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے ان سے پوچھا، انھوں نے کہا پہلے تو آنحضرتؐ نے یہ فرمایا کہ اس بیماری میں آپ کی وفات ہو جائیگی۔ اس پر میں رونے لگی پھر آپ نے فرمایا کہ اہلبیت میں، میں سب سے پہلے آپ سے ملوں گی اس پر میں ہنس دی۔

تسبیح زہرؑا:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ زہرؑا کو کس طرح تسبیح تعلیم فرمائی اس کا ذکر امام بخاری نے اس طرح کیا ہے:

"حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ زہرؑا کو چکی پیستے پیستے تکلیف ہوئی ہاتھ میں نشان پڑ گئے انھوں نے شکایت کی۔ اسی زمانے میں آنحضرتؐ کے پاس کچھ قیدی آئے ہوئے تھے۔ حضرت فاطمہ ایک غلام کا مطالبہ کرنے آنحضرتؐ کے پاس گئیں آپ نہیں ملے تو حضرت عائشہ سے کہکر چلی آئیں۔ جب آنحضرت تشریف لائے تو عائشہ نے حضرت فاطمہ (س) کے آنے کا تذکرہ کیا۔ آنحضرتؐ یہ سنکر ہمارے گھر تشریف لائے ہم لیٹ چکے تھے۔ آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور فرمایا اس سے بہتر میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں جب تم بستر پر لیٹو تو ۳۴ بار اللہ اکبر اور ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھو! یہ خادم سے بہتر ہے۔" ۴

اسی ذکر کو تسبیح فاطمہ کہا جاتا ہے جسے ہر نمازی نماز کے بعد پڑھکر ثواب جمیل حاصل کرتا ہے۔

وفات رسول اکرمؐ پر فاطمہ زہرؑا کا مرثیہ: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر حضرت صدیقہ

طاہرہ انتہائی غم زدہ تھیں۔ آپ کے اضطراب کا یہ عالم تھا کہ آپ نے ایک دردناک مرثیہ کہا جس کا مفہوم امام بخاری نے پیش کیا ہے:

"حَدّثنا سلیمان بن حرب حَدثنا حماد عن ثابت عن انس قَالَ لَمّا ثُقلَ النّبیُ صلی الله علیه و سلم جَعَلَ یَتَغَشّاهُ فَقَالَتْ فاطمهُ علیها السّلام و اکر اباه فقالَ لَها لَیسَ عَلی اَبیکِ کَربٌ بَعدَ الیوم فَلَما ماتَ قَالَت یَا اَبَتَاه اَجَابَ رباً دَعَاهُ یَا اَبتَاهَ مِن جَنَّةِ الْفِرْدَوسِ مٰاواه یا اَبتَاهُ اِلٰی جبرئیل ننعاه فَلَمّا دُفِنَ قَالَتْ فاطمةُ عَلَیهَا السّلام یَا اَنَس اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول الله صلی الله علیه و سلم التراب"۵۔

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا؛ کہا ہم سے حماد بن زید نے انھوں نے ثابت سے انھوں نے انس سے، انکا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہو گئی تو آپ پر غشی طاری ہونے لگی۔ حضرت فاطمہؑ زہرا علیہا السلام آپ کی صاحبزادی نے یہ حال دیکھ کر فرمایا ہائے میرے بابا پر کیسی سختی کا وقت ہے آپ نے فرمایا بس آج ہی کا دن ہے اسکے بعد تیرے بابا پر کوئی سختی نہیں ہوگی۔ جب آپؐ کی وفات ہو گئی تو حضرت فاطمہ علیہا السلام یہ کہہ کر روئیں:

ہائے بابا آپ نے اپنے پروردگار کی دعوت کو قبول کر لیا۔

ہائے بابا آپ نے جنت الفردوس میں ٹھکانہ بنایا۔

ہائے بابا میں جبرئیل کو آپ کی وفات کی خبر سناتی ہوں۔

جب آپؐ دفن ہو چکے تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے انس سے کہا تم لوگوں نے یہ کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر مٹی ڈالو۔

ان جملوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دخترِ رسولؐ کو آنحضرتؐ کی وفات پر کتنا صدمہ تھا اور آپ کتنی متاثر تھیں۔

حضرت فاطمہ زہرا کا خلیفہ اوّل سے ترکِ کلام کرنا:

"حَدثنا یَحییٰ بن بکیر حَدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شهاب عن عروه عن عائشه انّ فاطمة علیها السّلام بنت النّبی صلی الله علیه و سلم اَرْسَلَت اِلی اَبی بکرٍ فَسَأَلَهُ میراثَها مِن رسولِ الله صلی الله علیه و سلم مِمّا اَفَآءَ اللهُ عَلیه بالمدینةَ و فَدَک وَمَا بَقِیٰ مِن خُمس خیبر فقال فقال ابو بکر انَّ رسول الله صلی الله علیه و سلم قَال لا نُوّرِثُ مَا ترکناه صدقةً انّما یَاکل آل محمّد صلی الله علیه و سلم فی هٰذا المال وَ انّی وَاللهِ اغیر شَیأً مِن صَدقةِ رَسُول الله صلی الله علیه و سلم عن حالها التی کَان عَلَیْهَا فِی عَهْدِ رَسولِ الله صلی الله علیه و سلم و لاعْمِلَن فیهَا

بِمَا عَمِلَ به رَسُولُ الله صلى الله عليه وآله و سلم فَاَبٰی ابو بكر اَنْ يَدْفَعَ اِلٰى فاطمةَ مِنهَا شَيأً فوجدتْ فاطمة على ابى بكر فى ذالك فهَجَرته فَلَمْ تُكَلِّمه حتّٰى تَوفّيت وَ عَاشَتْ بعد النّبى صلى الله عليه و سلم ستة اَشْهُرٍ فَلَمّا تَوَفَّيْت دَفَنَهَا زوجُها علىٍ ليلاً وَ لَم يُوذِن بها ابا بكر وَ صلّٰى عليهَا۔۔۔الخ"۶۔

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ نے کسی کو ابو بکر کے پاس بھیجا وہ آنحضرت کا ترکہ مانگتی تھیں۔ ان مالوں میں سے جو اللہ نے آپ کو مدینہ اور فدک میں عنایت فرمائے تھے اور خیبر کے پانچویں حصے میں سے جو بچ رہا تھا۔ ابو بکر نے جواب دیا کہ آنحضرتؐ نے یوں فرمایا ہے کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو ہم مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے البتہ اس میں شک نہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی اولاد اسی مال میں سے کھائیں گے اور میں توآنحضرت کی خیرات اسی حال پر رکھوں گا جیسے آنحضرتؐ کی زندگی میں تھی اور جیسا آنحضرتؐ کیا کرتے تھے میں بھی ویسا کرتا رہوں گا۔ جس جس کو آپ دیتے تھے میں بھی انھیں دیتا رہوں گا غرض کہ ابو بکر نے حضرت فاطمہؑ کو اس ترکہ میں سے کچھ بھی دینا منظور نہیں کیا اور حضرت فاطمہؑ کو ابو بکر پر غصہ آیا۔ انھوں نے ان کی ملاقات ترک کر دی اور مرتے دم تک ان سے بات نہیں کی وہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد صرف چھ مہینے زندہ رہیں جب انکی وفات ہوئی ان کے شوہر علیؑ نے رات ہی کو انھیں دفن کر دیا اور ابو بکر کو انکی وفات کی خبر نہ دی اور حضرت علیؑ نے ان پر نماز پڑھی۔

اس روایت میں چند نکات قابل غور ہیں۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ زہرا (س) نے جس مال کا مطالبہ کیا تھا وہ مال بغیر جنگ کئے ہوئے خداوند عالم نے عطا فرمایا تھا وہ رسولؐ کا ذاتی مال تھا اس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ فدک بغیر جنگ کئے ہوئے یہودیوں نے رسول اکرمؐ کو ہدیہ کیا تھا اور حضورؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ (س) کو عطا کر دیا لہٰذا یہ مال حضورؐ کی میراث سے جدا تھا۔

دوسری بات اگر حضورؐ نے یہ فرمایا تھا کہ ہم انبیاء وارث نہیں بناتے تو اس کا علم فاطمہ زہراؑ کو ہونا چاہئے تھا کیونکہ آپ ہی حضورؐ کی وارث ہونے والی تھیں اگر یہ قول درست ہوتا تو حضرت فاطمہ زہراؑ کو حضرت ابو بکر پر غصہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور غصہ بھی ایسا کہ صاحب خلق عظیم کی دختر نے ترک کلام کر لیا اور تا وفات حضرت ابو بکر سے کلام نہیں کیا۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کے غصے سے ثابت ہے کہ فدک مال غنیمت سے جدا تھا ورنہ شہزادی اس طرح ناراضگی کا اظہار نہ فرماتیں۔

صحیح مسلم

حضرت فاطمہ زہر (س) تمام امت کی عورتوں کی سردار ہیں: ۷۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام بیویاں آپ کے پاس موجود تھیں۔ کوئی ایسی نہیں تھی جو موجود نہ ہو اتنے میں حضرت فاطمہؑ آئیں وہ اسی طرح چلتی تھیں جس طرح رسول اللہؐ چلتے تھے آپ نے جب اُن کو دیکھا تو مرحبا کہا اور فرمایا مرحبا میری بیٹی پھر انھیں اپنی داہنی طرف بیٹھایا اور انکے کان میں کچھ فرمایا وہ بہت روئیں۔ جب آپ نے یہ حال دیکھا تو دوبارہ انکے کان میں کچھ فرمایا وہ ہنسیں۔ میں نے ان سے کہا رسول اللہؐ نے خاص راز کی باتیں تم سے کیں پھر تم روئیں جب آپ کھڑے ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا رسول اللہؐ نے تم سے کیا فرمایا انھوں نے کہا میں آپ کا راز فاش نہیں کروں گی۔ جب آپ کی وفات ہو گئی تو میں نے ان کو قسم دی اس حق کی جو میرا ان پر تھا اور کہا بیان کرو مجھ سے جو رسول اللہؐ نے تم سے فرمایا تھا۔ انھوں نے کہا ہاں اب میں بیان کردونگی پہلی مرتبہ آپؐ نے میرے کان میں فرمایا کہ حضرت جبرئیل ہر سال ایک بار یا دو بار مجھ سے قرآن کا دورہ کرتے اس سال انھوں نے دو بار دورہ کیا اور میں خیال کرتا ہوں کہ میرا وقت قریب آگیا ہے تم اللہ سے ڈرتی رہو اور صبر کرنا میں تمہارا بہت اچھا پیش خیمہ ہوں یہ سنکر میں رونے لگی جیسا کہ آپ نے دیکھا تھا جب آپؐ نے میرا رونا دیکھا تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا اے فاطمہ (س) تم راضی نہیں ہو اس بات سے کہ مومنین کی عورتوں یا امت کی عورتوں کی سردار ہو یہ سنکر میں ہنسی جیسا آپ نے دیکھا۔

امام نودی اس روایت کی تشریح میں فرماتے ہیں "اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس امت کی تمام عورتوں سے حضرت فاطمہ زہراؑ افضل ہیں بلکہ بعض علماء نے اگلی بھی سب عورتوں سے افضل قرار دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ فاطمہ زہراؑ حضور اکرمؐ کا جزء ہیں ان کے برابر کوئی عورت نہیں ہو سکتی اور جمہور کا یہ قول ہے کہ حضرت مریم کے بعد سب سے افضل ہیں کیونکہ حضرت مریم کی شان میں اللہ فرماتا ہے "**واصطفکِ عَلٰی نِسٰاءِ العٰالَمِین**" سبحان اللہ حضرت کے اہلبیت علیہم السلام کا کتنا بڑا مرتبہ ہے۔ حضرت فاطمہ (س) اس امت کی سب عورتوں کی سردار ہیں اور امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سب جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور حضرت علیؑ آپ کے بھائی ہیں دنیا اور آخرت میں۔

صحیح ترمذی

حضرت فاطمہ زہراؑ محبوب رسول اکرمؐ تھیں ۸

"حَدَّثَنا ابراهیمُ بنُ سعیدِ الجَوْهَری قَال الْاَسْودُ بنُ عامرٍ جعفرِ الاَحْمر عَنْ عَبدِ الله بنِ عطا عن ابن بریده عن ابیه کَانَ اَحَبُّ النِّسَاءِ اِلَی رَسُولِ اللهِ (ص)فاطمةُ (س) وَمِن الرِّجٰالِ عَلِیٌّ (ع)"۹۔

بریدہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ حضرت فاطمہ

زہرؑا محبوب تھیں اور مردوں میں حضرت علیؑ زیادہ محبوب تھے۔

حضرت صدیقہ طاہرہ جزو رسولؐ ہیں:

"قَال رسولُ اللہ اِنّمَا فاطمةُ بَضْعَةٌ مّنی یُوذِینِی مٰا اٰذاھَا و یَنْصِبُنِی مٰا اَنْصَبَھا"۱۰۔

فاطمہؑ میرا اجزء ہے جو چیز اسے اذیت دیتی ہے وہی مجھے تکلیف دیتی ہے جس چیز سے اسے تکلیف پہنچتی ہے اس سے مجھے تکلیف پہونچتی ہے۔

حضرت فاطمہ زہرؑا کی جنگ رسول اکرمؐ کی جنگ ہے

"حَدّثنَا سلیمانُ بنُ عبد الجبار البغدادی قال حدثنا علی بن قادم قال حدثنا اسباط بن نصر الھمدانی عن السدی عن صبیح مولی امّ سلمة عن زید بن ارقم انَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلی اللہ و سلّم قَالَ لَعَلی وَ فَاطمةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَینِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ "۱۱۔

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہرؑا، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے فرمایا: جس سے تم لڑوگے اس سے میں لڑوں گا اور جس سے تم صلح کروگے اس سے میں صلح کروں گا۔

واقعہ حدیث کساء

"حَدّثنَا محمود بن غیلان قال حدثنا ابو احمد الزبیری قال حدثنا سفیان عن زبید عن شھر بن حوشب عن ام سلمه اِنَّ النَّبِی جَلَّلُ عَلَی الْحَسَنِ وَ الْحُسَینِ وَ عَلی وَ فَاطِمَةَ کِسآءً ثُمّ قَالَ اَللّٰھُمّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِی وَ خَاصَّتِی اَذْھِبْ عَنھُم الرِّجْسَ وَ طَھِّرْھُمْ تَطْھِیْراً فَقَالَتْ اُمّ سَلْمَة وَ اَنَا مَعَھُمْ یَارَسُولَ اللّٰہِ قَالَ اِنّکِ عَلَی الْخَیْرِ "۱۲۔

ام المومنین ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے نبی نے حضرت فاطمہ زہرؑا حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ کو چادر میں لیکر فرمایا "اے اللہ! یہ میرے اہلبیت ہیں اور میرے خاص الخاص لوگ ہیں۔ ان سے نجاست کو دور رکھ اور ان کو پاک و پاکیزہ رکھ حضرت امّ سلمہ نے عرض کیا میں بھی انکے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا تم خیر پر ہو۔

رسول اکرمؐ کا فاطمہ زہرؑا کی تعظیم کیلئے اٹھنا

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں حضرت رسول خداؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا (س) سے

بڑھکر عادات وخصائل، حسن خلق، وقار اور طور طریقہ میں رسول اللہؐ سے مشابہ اور اٹھنے بیٹھنے اور روش زندگی میں رسول اللہؐ کے مطابق کسی کو نہیں دیکھا یعنی حضرت فاطمہ زہراؑ ہر اعتبار سے رسول اللہؐ سے مشابہ تھیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ وہ جب رسول اللہؐ کے پاس آتی تھیں تو حضورؐ ان کے لئے اٹھ جاتے تھے۔ اُن کا بوسہ لیتے اور اپنے پاس بٹھاتے اور جب خود حضورؐ ان کے پاس جاتے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ جاتیں حضورؐ کا بوسہ لیتیں۔ جب رسولؐ اللہ بیمار ہوئے تو حضرت فاطمہ زہرا (س) گھر میں آئیں حضور پر اپنا سر جھکایا اور حضورؐ کا بوسہ لیا پھر سر اٹھا کر رو پڑیں۔ پھر حضور پر سر جھکا کر بوسہ لیا اور سر اٹھا کر ہنس پڑیں۔ فاطمہ (س) کے اس عمل پر حیرت ہوئی مگر جب رسولؐ اللہ کی وفات ہو گئی تو اس وقت میں نے ان سے دریافت کیا کیا وجہ تھی۔ آپ اس دن حضور پر سر رکھ کر رو پڑیں اور پھر ہنسیں انھوں نے فرمایا اس وقت راز فاش کرنا مناسب نہیں تھا مگر اب میں بتاتی ہوں کہ مجھے حضورؐ نے بتایا تھا میری وفات اسی مرض میں ہوگی یہ سنکر میں رو پڑی پھر حضورؐ نے فرمایا اہلبیت میں تم مجھ سے سب سے پہلے ملوگی تو میں ہنس پڑی۔ ۱۳؎

مذکورہ روایات کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام بخاری نے جن احادیث وروایات کا انتخاب کیا وہ قابل غور ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کے فضائل کے باب کاآغاز اس حدیث سے کیا کہ فاطمہ زہرا (س) اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اس حدیث سے یہ بات بالاتفاق طے ہوئی کہ فاطمہ زہرا (س) خواتین جنت کی سردار ہیں۔ اس میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ جزء رسالت ہیں اور جو جزء ہوتا ہے وہی مظہر صفات کل ہوتا ہے۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ شہزادۂ کونین رفتار وگفتار اخلاق وکردار میں حضور اکرمؐ کی ذات کا مظہر تھیں۔ اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ فاطمہ زہراؑ کی ناراضگی حضرت رسول اکرمؐ کی ناراضگی ہے۔ جس کے بارے میں کوئی بھی مسلمان شک نہیں کر سکتا۔ تیسری روایت سے واضح ہے کہ آخری وقت میں صرف فاطمہ زہراؑ تھیں جن سے حضور نے گفتگو کی اور آپ کو سکون قلب حاصل ہوا۔ اس کے بعد امام بخاری نے حضور اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات پر فاطمہ زہرا (س) کے غم والم کا تذکرہ کرتے ہوئے ان فقروں کو نقل کیا ہے۔ جس سے آپ کے کرب کا اظہار ہوتا ہے۔ بعد وفات رسول اکرمؐ صدیقہ طاہرہ کو ان کے حق سے محروم رکھا گیا جس کا آپ کو شدید صدمہ ہوا اور آپ نے حاکم وقت سے ترک کلام کر لیا اس کا ذکر بھی امام بخاری نے دو تین روایتوں میں کیا ہے۔

جہاں تک صحیح مسلم کی روایات کا سوال ہے تو امام مسلم نے دو تین روایات کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے کہ آخری وقت میں صرف فاطمہ زہرا (س) تھیں جن سے حضور اکرمؐ نے سرگوشی کرکے اپنے دل کی بات کہی۔ اس طرح صحیح ترمذی میں بھی مختلف روایات شہزادی کے بارے میں موجود ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ احادیث وروایات جنہیں علماء تشیع نقل کرتے ہیں اس وقت یہ کہاجاتاہے کہ صاحب یہ تو علماء تشیع سے منقول روایات ہیں ہم نہیں مانتے۔ میری امت مسلمہ سے گزارش ہے کہ فضائل اہلبیت علیہم السلام میں کسی طرح کااختلاف نہیں ہے۔شیعہ وسنی علماء نے متفق ہو کران حضرات کے فضائل نقل کئے ہیں لہٰذااس اتفاق کاتقاضہ یہ ہے کہ ہم متحد ہو کراہلبیت کے فضائل کو قبول کریں اوراپنی اپنی کتابوں میں نقل کریں تاکہ آنے والی نسلیں بھی فضائل اہلبیتؑ سے آشنا ہیں۔

حوالے:

۱۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۴۵۰، پارہ ۱۴، کتاب المناقب
۲۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۴۵۰، پارہ ۱۴، کتاب المناقب
۳۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۴۵۱، پارہ ۱۴، کتاب المناقب
۴۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۴۴۸، پارہ ۱۴، کتاب المناقب
۵۔ صحیح بخاری، ج ۲، پارہ ۱۸۔کتاب المغازی
۶۔ صحیح بخاری، ج ۲، پارہ ۷، کتاب المغازی،
۷۔ صحیح بخاری، ج ۶، ص ۱۰۰، باب فضائل فاطمۃالزہرا
۸۔ صحیح مسلم، ج ۶، باب فضائل فاطمہ زہرا (س)
۹۔ صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۳۹۴، باب فاطمۃالزہرا
۱۰۔ صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۳۹۴، باب المناقب فاطمۃالزہرا
۱۱۔ صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۳۹۴، باب المناقب فاطمۃالزہرا
۱۲۔ صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۳۹۴، باب المناقب فاطمۃالزہرا
۱۳۔ صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۳۹۴، باب المناقب فاطمۃالزہرا

پردہ۔ حد بندی یا حفاظت؟

احمد عالمی،
ڈپٹی کلچرل کاؤنسلر۔ایران

حجاب سے متعلق ایک سوال جو عام طور پر لوگوں کے ذہن میں آتا ہے یہ ہے کہ یہ انسان کو محدود کرتا ہے یا محفوظ؟ اس لحاظ سے اس سوال کے دو پہلو ہیں پہلا یہ ہے کہ کیا پردہ قید وبند اور محدودیت ہے اور دوسرا یہ کہ کیا پردہ تحفظ وجود میں لاتا ہے؟

ہم پہلے سوال کے جواب سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ محدودیت سے کیا مراد ہے؟ اگر محدودیت سے مراد فرد کا کسی خاص لباس کو پہننا یا نامحرموں سے اپنے اعضا وجوارح کو چھپانا ہے تو بیشک پردہ، پابندیوں کا نام ہے مگر ایسی پابندی جو انسان کو پابند بناتی ہے اور معاشرہ کے دیگر افراد کے لئے ایک طرح کا نفسیاتی سکون اور آزادی کا احساس اجاگر کرتی ہے۔ چنانچہ ایسے بہت سے افراد جو پردہ اور حجاب کے مخالف ہیں اور اسے ایک طرح کی قید مانتے ہیں وہ اس بات کے معترف ہیں کہ حجاب باوجود اس کے کہ انسان کو کچھ جہتوں سے محدود کر دیتا ہے مگر اس کے نتائج انتہائی مفید ہیں اور اس کے مقابل اس محدودیت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

دوسری طرف یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہونی چاہئے کہ انسان دیگر بہت سے مسائل کے لحاظ سے محدود ہیں اور وہ اس محدودیت کا اقرار کرتے ہوئے اس کی قدر بھی کرتے ہیں جیسے کہ دوسروں کے مال کو چوری نہ کرنا، یا بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل نہ ہونا یا دوسروں کے حقوق کی رعایت، بہت سی محدودیتوں اور پابندیوں کے اسباب فراہم کرتی ہے کہ جنہیں سبھی پسندیدہ اور مستحسن قرار دیتے ہیں۔ بنابریں، صرف پردہ نہیں ہے جو اس طرح کی پابندیاں وجود میں لاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ سماجیات کے قائل لوگوں کی سماجی زندگی میں گوناگوں محدودیتیں وجود میں آتی ہیں جو کہ سبھی لوگوں کے لئے گرانقدر اور مفید ہیں۔ پردہ بھی گھر کی چار دیواری کی طرح ایک حد بندی ہے، جس گھر میں صاحب خانہ کی جتنی اہم اشیاء رکھی ہوتی ہیں اس کے در ودیوار اتنے ہی بلند و مضبوط ہوتے ہیں۔ حجاب وہ دیوار یا ایسا محاصرہ ہے جس سے ہر شخص عورت کے حسن وزیبائی سے بہرہ مند نہ ہوسکے چنانچہ اس بات کے پیش نظر کہ وجود زن، انسانی برادری کے لئے دلکش ہی نہیں بلکہ بقائے نسل انسانی کی ضامن ہے، اس کے حفاظتی بندوبست بھی مضبوط

اور مستحکم ہونے چاہئے۔ لہٰذا حجاب ایسی حد بندی ہے جو خواتین کو تحفظ کے اسباب فراہم کرتا ہے اور یہی دوسرے سوال کا جواب بھی ہے۔

حجاب۔ ادیان الٰہی میں

دین اسلام کی تعلیمات واحکام میں حجاب، عورت کی نامحرموں کے مقابل ستر پوشی کا نام ہے۔ دیگر آسمانی اور الٰہی ادیان منجملہ زرتشتی اور عیسائیت ویہودیت وغیرہ میں بھی معمولی تبدیلیوں کے ساتھ حجاب کا یہی تصور پایا جاتا ہے۔

حجاب۔ زرتشت کے احکام کی رو سے

ساسانی دور میں جو نبوت زرتشت کے بعد کا زمانہ ہے، سرتاپا حجاب کے علاوہ چہرہ چھپانا، باوقار وصاحب حیثیت خواتین کا معمول تھا۔ ویل ڈورینٹ کے مطابق، داریوش کے عہد کے بعد تک معاشرہ کی اعلیٰ طبقہ کی خواتین کو اس کی اجازت نہیں تھی کہ بغیر سائبان والی ڈولی نما تخت کے گھر سے باہر نکلیں اور قطعی طور پر یہ حق نہیں تھا کہ وہ اعلانیہ طور پر مردوں کے ساتھ رفت وآمد کریں۔ شادی شدہ خواتین کو یہ حق نہیں تھا کہ وہ کسی مرد حتی اپنے باپ اور بھائی کو بھی دیکھ سکیں۔ ایران قدیم سے متعلق تصاویر میں کسی بھی عورت کا چہرہ دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی ان کے ناموں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

حجاب۔ یہودی آئین کی رو سے

قوم یہود میں حجاب کے رواج سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مورخین نے یہودیوں میں حجاب کے رائج ہونے کے علاوہ اس سلسلے میں پائی جانے والی شدت اور انتہاپسندی کے موارد بھی شمار کرائے ہیں۔ "حجاب در اسلام" نامی کتاب میں ذکر ہے کہ: عربوں میں عورتوں کے حوالے سے سرتاپا چھپانے والے لباس کا تصور نہ تھا، یہ اسلام کی دین ہے مگر اسی زمانے میں غیر عرب اقوام میں مذکورہ پردہ شدت کے ساتھ رائج تھا۔ ایران ودیگر یہود اور یہود سے فکری نزدیکی رکھنے والی اقوام میں پردہ اس پردہ سے شدید تر انداز میں رائج تھا جس کا مطالبہ اسلام نے کیا ہے۔ مذکورہ اقوام میں چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا بھی لازم تھا یہاں تک کہ بعض اقوام میں عورتوں کا حجاب اور ان کے چہرہ کو چھپانا موضوع نہیں تھا بلکہ عورتوں کو چھپا کر رکھا جانا تھا اور وہ لوگ اس پر بڑی شدت سے عمل پیرا تھے۔

ویل ڈورینٹ جو عام طور سے عورت کی آرائش وزیبائی اور عریانگی سے متعلق کچھ لکھتے وقت خاص انداز اختیار کرتے ہیں، اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

وسطی صدی کے دوران، یہودی اپنی عورتوں کو فاخرہ لباس سے آراستہ کرتے تھے مگر اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ سر کھلے، مردوں کے درمیان آ جائیں، سر نہ چھپانا وہ جرم تھا جس کے سبب طلاقیں ہو جایا کرتی تھیں تاہم ان کی شرعی وفقہی تعلیمات کی رو سے ایک یہودی کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ کسی ایسے مجمع میں دست بہ دعا ہو جہاں کوئی عورت ننگے سر ہو۔

تصور حجاب عیسائیت میں

یہودیوں اور زرتشتیوں کی طرح عیسائیوں کے یہاں بھی عورتوں کے لئے حجاب ایک ضروری امر سمجھا گیا ہے۔ عیسائی دانشور جرجی زیدان اس سلسلے میں کہتے ہیں اگر حجاب سے مراد بدن کو چھپانا ہے تو یہ اسلام حتی قبل عہد مسیح رائج تھا اور اس کے آثار آج بھی یوروپ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ عیسائیت میں نہ صرف یہ کہ پردہ سے متعلق یہودیوں کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے بلکہ بعض مواقع پر ان سے دو قدم آگے بڑھ کر حجاب پر تاکید کی گئی ہے کیونکہ یہودی شریعت میں شادی اور خاندان کی تشکیل ایک مقدس عمل شمار ہوتا تھا یہاں تک کہ "تاریخ تمدن" نامی کتاب کے مطابق ان کے یہاں بیس سال کے سن تک پہونچتے پہونچتے شادی واجبی امر ہو جاتا تھا جبکہ عیسائیوں کے یہاں کنوارہ رہنا تقدس کی علامت شمار کیا جاتا ہے لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس دین نے جذبات کو برانگیختہ کرنے سے روکنے کے لئے سر سے پیر تک ڈھکنے اور آرائش وزیبائی سے پرہیز کی دعوت دی ہے۔

اس سلسلے میں انجیل میں ہم پڑھتے ہیں: اس طرح عورتیں خود کو لباس حیا اور عفت سے آراستہ کریں نہ کہ زلفوں، اور لباس کو سونے اور مروارید کے مہنگے اسباب سے، چنانچہ وہ عورتیں دینداری کا دعوی کریں جو عمل صالح کی پابند ہوں ا۔ اس طرح اے عورتو! اپنے شوہروں کی اطاعت کرو، اور اگر کچھ اطاعت گزار نہ ہوں تو ان عورتوں کے کردار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اگر یہ مرد تمہاری عفت اور خداترسی دیکھیں گے تو تمہاری زینتوں کو تمہارے بالوں اور اچھے لباس میں نہیں ڈھونڈیں گے کیونکہ انسان کا اصلی شرف اس کے دل میں ہے جو غیر فاسد ہو اور خدا کے نزدیک بھی اسی کی قیمت ہے۔ اس لئے کہ وہ مقدس خواتین جو خدا پر بھروسہ کرتی تھیں وہ اپنی زینت کا سامان کرتی تھیں مگر اپنے شوہروں کی اطاعت بھی کرتی تھیں جیسے سارہ جو ابراہیمؑ کی مطیع تھیں اور انہیں ادب سے پکارتی تھیں اور تم سب ان کی بیٹیاں قرار پائی ہو۔

ہماری روایات میں بھی نقل ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: عورتوں کو دیکھنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ ان سے دلوں میں شہوت پیدا ہوتی ہے اور یہی دیکھنے والی نگاہ فتنہ انگیزی کے لئے کافی ہے۔ ۲۔

حواریین، پوپ اور دوسرے عیسائی مذہبی رہنما کہ جن کے فرمودات عیسائیوں کے یہاں

لازم الاجراء ہوتے ہیں ان کے یہاں پائی جانے والی عیسائی خواتین کی پوشاک سے صاف ہے کہ پردہ ان کے مابین مکمل طور پر رائج تھا۔

حجاب اسلام میں

قرآن کریم میں دس سے زائد آیات میں پردہ اور نامحرم کی حرمت نگاہ کا تذکرہ ہے، ان میں سے بعض کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا۔۳۔

اے رسولؐ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادر کو اپنے اوپر لٹکائے رہا کریں کہ یہ طریقہ ان کی شرافت یا شناخت سے قریب تر ہے۔ اور اس طرح ان کو کوئی اذیت نہ دی جائے گی، اور اللہ نہایت معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

جلاب کے معنٰی سرتاپا ڈھانپ لینے والے لباس کے ہوتے ہیں یعنی عورت کو اپنے پورے بدن کو چھپانا چاہئے تاکہ یہ نازک پھول، سفاک ہاتھوں سے محفوظ رہ سکے۔

آنکھوں کا پردہ

۲۔قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ۴۔

پیغمبر آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہی زیادہ پاکیزہ بات ہے اور بے شک اللہ ان کے کاروبار سے خوب آگاہ ہے۔

۳۔ سورہ نور، کی آیت نمبر ۳۱ میں پردہ اور حرمت نگاہ سے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ۔۔۔تُفْلِحُون۔ اے رسول مومنات سے کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اپنے بناؤ سنگار کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے اس کا گناہ نہیں ہے اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اپنے شوہر یا اپنے باپ داداؤں یا اپنے شوہر کے باپ داداؤں یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہر کے بیٹوں یا بھائیوں اپنے بھتیجوں یا اپنی قسم کی عورتوں لونڈیوں یا گھر کے نوکر جو مرد وعورت ہیں مگر بوڑھے ہونے کی وجہ سے عورتوں سے کوئی مطلب نہیں رکھتے یا وہ کمسن لڑکے جو عورتوں کے پردہ سے آگاہ نہیں ہیں، ان کے سوا کسی پر اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ ہونے دیں اور چلنے میں اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ رکھیں کہ لوگوں کو ان کے پوشیدہ بناؤ

سنگار کی خبر ہو تم سب کے سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ فلاح پا جاؤ۔
اور ذیل کی آیت میں عورتوں کے لئے گفتگو کا پردہ ہے جس کی نامحرم کے مقابل رعایت کی جانی چاہئے:
۴۔ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔۵۔
اے زنان پیغمبر! تم اگر تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے مرتبہ کی عام عورت جیسا نہیں ہے لہٰذا کسی آدمی سے لگی لپٹی بات نہ کرنا کہ جس نے دل میں بیماری ہو اسے لالچ پیدا ہو جائے اور ہمیشہ نیک باتیں کیا کرو۔

بوڑھی عورتوں کا حجاب

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔۶۔
اور ضعیفی سے بیٹھ رہنے والی عورتیں جنہیں نکاح سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ان کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے ظاہری کپڑوں کو الگ کر دیں بشرطیکہ زینت کی نمائش نہ کریں اور وہ بھی عفت کا تحفظ کرتی رہیں کہ یہی ان کے حق میں بھی بہتر ہے اور اللہ سب کی سننے والا اور سب کا حال جاننے والا ہے۔
فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔۷۔
اتنے میں دونوں میں سے ایک لڑکی کمال شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی اور اس نے کہا: میرے بابا آپ کو بلا رہے ہیں کہ آپ کے پانی پلانے کی اجرت دیدیں پھر جو موسیٰ ان کے پاس آئے اور اپنا قصہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اب ظالم قوم سے تمہیں نجات مل گئی ہے۔

حجاب روایات میں

۱۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "عورتیں ان دروازوں پر نہ جائیں کہ جہاں سے کوچہ و بازار دکھائی دیتے ہوں کیونکہ ان پر مردوں کی نگاہ پڑ سکتی ہے، انہیں سورہ نور سکھاؤ کیونکہ اس سورہ میں زنا کی حرمت اور اس کے انجام اور نامحرم پر نگاہ ڈالنے سے پرہیز کا تذکرہ کیا گیا ہے"۔
۲۔ امیر المومنین حضرت علیؑ نے امام حسنؑ سے اپنی وصیت میں فرمایا: تم اس حجاب کے ذریعے جس کی رعایت تمہاری بیویاں کرتی ہیں، ان کی آنکھوں کو شہوت وحرمت سے باز رکھتے ہو کیونکہ پردہ ان کے اندر مزید استقلال پیدا کرتا ہے عورتوں کو بلاوجہ کثرت سے باہر جانے سے باز رکھو کیونکہ اس میں مفسدہ ہے، اگر ممکن ہو تو ایسا

کرو کہ تمہاری بیویاں تمہارے علاوہ کسی کو نہ پہچانیں اور مردوں کے ساتھ رفت و آمد نہ کریں۔
۳۔ام سلمہ کہتی ہیں : ایک روز ہم اور میمونہ بارگاہ رسالت مآب میں تھے کہ ابن مکتوم جو نابینا تھے آ گئے پیغمبرؐ نے ہم دونوں سے کہا کہ سر ڈھک لو اور اپنے آپ کو اچھی طرح ڈھانپ لو، ہم نے کہا یا رسولؐ اللہ ! ابن مکتوم نابینا ہیں وہ ہم کو نہیں دیکھ سکتے حضور نے فرمایا: کیا تم بھی اندھی ہو اور ان کو نہیں دیکھ سکتیں؟
۴۔ امام رضاؑ نے اپنے ایک صحابی کو لکھے گئے خط میں تحریر فرمایا: عورتوں کے بالوں کو دیکھنا حرام ہے کیونکہ یہ فساد کی وجہ اور سبب بنتا ہے۔
۵۔امام محمد باقرؑ آیت " وَلَا یُبدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ "عورتیں اپنی زینت آشکار نہ کریں مگر یہ کہ جو از خود ظاہر ہو، اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں : زینت ظاہر سے مراد جامہ، سرمہ، انگوٹھی، ہاتھوں کے مڑنے کی جگہ، کنگن ہیں، پھر آگے فرمایا: زینت کی تین قسمیں ہیں: ایک سب لوگوں کے لئے اور وہ وہی ہے کہ جس کا ابھی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ دوسرے زینت محرموں کے لئے وہ گردن بند اور اس کے اوپر اس کے علاوہ بازوبند وغیرہ کی جگہ ہے، تیسرے وہ زینت جو صرف شوہر سے مخصوص ہے (وہ عورت کا پورا وجود ہے۔)
۶۔ امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: قُلتُ مَایَحِلُّ الرَّجُلُ یَرٰی مِنَ المرأةِ ! وَاِذَالَمْ یَکُنْ مَحْرَماً؟قَال، وَالکَفانِ والقَدَمان:
ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے امام صادقؑ سے پوچھا: مرد کے لئے عورت کے بدن کے کس حصہ پر نگاہ ڈالنا جائز ہے جبکہ وہ اس کا محرم نہ ہو؟ امام صادقؑ نے فرمایا: چہرہ، ہتھیلیاں اور قدم ہاتھوں اور چہروں کا استثنا عدم قصد لذت کی بنیاد پر ہے جیساکہ فقہاکے عملیہ میں درج ہے۔ البتہ بعض فقہا نے دیگر روایات سے یہ استنباط کیا ہے کہ اگر قصد لذت نہ ہو تو بھی مرد کا عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کا دیکھنا اور عورتوں کا مردوں کے چہرہ اور ہاتھ کے علاوہ دیکھنا حرام ہے۔

پردہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی نظر میں

پردہ کی اہمیت سے متعلق حضرت فاطمہ زہرا(س) سے چند روایات:

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ اپنے جد حضرت علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ایک نابینا شخص نے اذن ورود مانگا، حضرت فاطمہؑ اٹھیں اور سر ڈھک لیا، حضورؐ نے فرمایا : ان سے کیوں پردہ کر رہی ہو یہ تمہیں نہیں دیکھ سکتے ہیں! بی بی عالمیان نے فرمایا: وہ مجھے نہیں دیکھ سکتا ہے مگر میں تو اسے دیکھ سکتی ہوں اور باوجود اس کے کہ نابینا ہونے کی وجہ سے وہ مجھے دیکھ نہیں سکتا لیکن خوشبو تو محسوس کر سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم میرا پارۂ تن ہو۔

ایک دن رسولؐ نے اپنے اصحاب سے پوچھا: عورت کن حالات میں خدا سے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے؟ اصحاب جواب نہ دے سکے۔ یہ سوال جناب سیدہؑ تک پہونچا تو آپ نے فرمایا: عورتوں کا خدا سے قربت کا سب سے مناسب وقت وہ ہے جب وہ اپنے گھر میں ہو (اور خود کو کوچہ و بازار کی زینت نہ بنائے) حضور اکرمؐ نے جب یہ جواب سنا تو فرمایا: فاطمہ میرا جزء ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں: ایک روز رسولؐ اللہ نے ہم سے پوچھا: عورتوں کے لئے سب سے بہتر کام کیا ہے؟ حضرت فاطمہ (س) نے فرمایا: عورتوں کے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ نامحرموں کو نہ دیکھیں اور نہ ہی نامحرم ان کو دیکھے۔ رسولؐ نے ایک بار پھر فرمایا: فاطمہ میرا جزء ہے۔

رسول خدا ﷺ نے علی و فاطمہ علیہا السلام کی شادی کے بعد ان کے درمیان کاموں کو تقسیم کر دیا اور فرمایا گھر کے کام کی ذمہ داری فاطمہ (س) کی ہے اور باہر کے کام علیؑ انجام دیں گے۔

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: کوئی نہیں جانتا کہ میں کتنی خوش ہوں کہ رسولؐ اللہ نے مجھے مردوں کے سامنے آنے سے باز رکھا۔ ایک دن حضرت فاطمہ (س) نے اسماء سے فرمایا: کتنی بری بات ہے کہ مرد ایسے جنازہ کی تشییع میں شرکت کرتے ہیں جس میں عورت کی میت تخت پر رکھی ہوتی ہے اور جب اس کے بدن کو کپڑے سے ڈھانپ دیا جاتا ہے تو اس کے بدن کے خد و خال ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

اسماء نے فرمایا: جب میں حبشہ میں تھی تو میں نے دیکھا کہ لوگ مردہ کو لکڑی کے ایک تابوت میں لے جاتے تھے۔

چنانچہ جناب اسماء نے درخت خرما کی لکڑی سے ایک تابوت بنایا اور جناب سیدہ کو دکھایا اسے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا: یہ بہت اچھا ہے اس میں جب مردہ کو لٹایا جائے گا اس پر چادر ڈال دی جائے گی تو معلوم نہیں ہوسکے گا کہ یہ میت مرد کی ہے یا عورت کی۔ لہٰذا مجھے میرے مرنے کے بعد اسی تابوت میں رکھا جائے۔

حوالے جات:

۱۔ انجیل، رسالہ پولس بہ شہوناؤس، باب دوم، فقرہ ۹۔۱۵

۲ سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۵۹۶

۳۔ سورۂ احزاب، آیت ۵۹

۴۔ سورۂ نور، آیت ۳۰

۵۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۲

۶۔ سورۂ نور، آیت ۶۰

۷۔ سورۂ قصص، آیت ۲۵

حجاب: حفاظت یا حدبندی؟

سید مسعود حسن رضوی

یہ عنوان کتنا عمدہ اور دلچسپ ہے۔ کس قدر جامع اور کارآمد ہے۔یہ وہ کلمات ہیں جو مسلمان عورت جملہ خصوصیات اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔

حجاب وہ حفاظت ہے جو عورت کو اس کے مرد کی ملکیت اور پونجی سمجھتا ہے اور عورت کے وجود کے قلمرو میں صرف اس کا مرد ہی داخل ہو سکتا ہے اور باقی تمام مردوں کے لیے حدود اور فاصلے کی دیواریں کھڑی کر دیتا ہے۔ یقینا حجاب عورت کو روحانی وقار، عفّت و فضیلت اور غیر معمولی عظمت و بزرگی عطا کرتا ہے۔اسی حجاب کے ذریعے خواتین ، اسلام دشمن طاقتوں کو منھ توڑ جواب دے سکتی ہے۔درحقیقت حجاب، خواتین کی حفاظت کرنے والی سب سے بڑی طاقت کا نام ہے۔ حفاظت کے لیے صرف حجاب ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ فکری پاکیزگی اور تہذیبی معیار بھی حفاظت کے فرائض کا لازمہ ہے۔یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک بے حجاب خاتون اپنے تہذیب و تمدن کی دولت سے مالا مال ہوتے ہوئے بھی معاشرہ میں تعادل نہیں برقرار رکھ سکتی اس کی بے پردگی دوسروں کی سلامتی یقینا نقصان دہ ثابت ہوگی۔اسی طرح ایک باحجاب خاتون جو اپنی تہذیب سے بے خبر ہے کسی نہ کسی منزل پر سامراجی پھندوں میں گرفتار ہوسکتی ہے۔

مسئلہ حجاب سے یہ واضح ہوا کہ حفاظت کی ذمہ داری اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جب یہ دونوں صفات ایک ساتھ موجود ہوں۔

خواتین کا عملی فریضہ ہے کہ اپنے حجاب کے ذریعے دشمن کی ان حیلہ سازیوں اور مکّاریوں کے خلاف انقلاب برپا کریں اور ان کی سازشوں کو پوری طرح ناکام بنادیں جن کے ذریعے وہ لوگوں کو طرح طرح فریب دیا کرتے ہیں۔''پردہ قید خانہ ہے'' کا نعرہ بلند کرنے والے در اصل تمہاری بنیاد کو کھوکھلا کردینا چاہتے ہیں تاکہ روحانی عناصر کے ساتھ ساتھ تمہاری عفّت و فضیلت

کی عظیم عمارت ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو کر رہ جائے۔ یہ وہ نعرہ ہے جس سے صرف تمہاری ہی نہیں بلکہ آئندہ نسل کی تباہی و بربادی مقصود ہے۔ یہ حق بجانب ہے کہ حجاب، عورت کا گرانقدر تہذیبی سرمایہ ہے۔ اگر یہ محفوظ رہ گیا تو تمہاری تہذیب کو کوئی نہیں مٹا سکتا ہے اور اگر پردہ چھن گیا تو تہذیب کو ختم کرنے میں دشمن کو کوئی خاص دشواری نہیں ہوگی۔

حجاب کو حد بندی سمجھنے والے یہ انسان نما بھیڑیئے خواتین کے مقدس وجود سے اپنی ناجائز اور شرمناک خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں۔ بے حجابی وہ منزل ہے جہاں پہنچنے کے بعد معاشرہ میں اخلاقی پستی اور سماجی بدعنوانیوں کا بازار گرم ہو جاتا ہے اور عورت کا مقدس وجود مردوں کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔

حجاب، عورت کے بنیادی وقار میں اضافہ کرتا ہے اور یہ ثابت کرتا ہے کہ عورت جنسی بھوک مٹانے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ انسانی معاشرہ کی تعمیر و ترقی کا بہترین وسیلہ ہے۔

خواتین کے لیے اسلام نے جو پردہ واجب قرار دیا ہے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ گھر سے باہر نہ نکلیں۔ اسلام عورتوں کو گھروں میں مقید کرنے کا حامی نہیں ہے۔ عورتوں کو گھروں میں بند کرنے کی جو رسم قدیم ہندوستان و ایران میں پائی جاتی تھی اسلام میں قطعاً اس کا وجود نہیں ہے۔

جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ

"عَن اَبِی جَعفر عَن جَابر بِن عَبدِ الله انصاری قَال خَرَج رَسُولُ الله صَلَّی الله عَلَیهِ وَ آلهِ وَسَلّم: یُرِیدُ فَاطِمه علیها سلام وَ اَنَا مَعَه فَلَمَا اَنْتَهِیْنَا اِلَی الْبَابِ وَضَعَ یَدَهُ عَلَیْه فَدَفعَه: عَلَیْکَ السَّلامُ یَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اَدْخُلُ؟ قَالَتْ اُدْخُلْ یَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ اَدْخُلُ اَنَا وَ مَنْ مَعِی؟ فَقَالَتْ یَارَسُولَ اللهِ لَیْسَ عَلَیٰ قِنَاعٍ ، فَقالَ یَا فَاطِمه خُذِیْ فَضْلَ ملحَفَتک فقنعی بِهاَ رَاسَک ـ فَفَعَلْتُ ثُمّ قَال السَّلامُ عَلَیْکُمْ ـ فَقَالَتْ وَ عَلَیْکَ السَّلامُ یَا رَسُولَ الله ، قَال أأَدْخُلُ؟ قَالَ نَعَمْ یَارَسُولَ اللهِ ـ قَالَ اَنَا وَ مَنْ مَعِی؟ قَالَتْ وَمَنْ مَّعَک؛ قَالَ جَابر: فَدَخلَ رَسُولُ اللهِ وَ دَخَلْتُ۔" [1]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم جناب فاطمہ (س) کے گھر پہنچے۔ جناب رسالتمآب نے باہر سے سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ جناب خاتون جنت نے آپ کو اجازت دی۔ پیغمبرؐ نے پوچھا کیا میں اپنے ساتھی کے ساتھ آسکتا ہوں۔ جناب فاطمہ زہرا (س) نے فرمایا بابا جان میرے پاس سر ڈھانپنے کے لیے کوئی

چیز نہیں ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: اپنے پہناوے کے اضافی حصوں سے اپنے سر کو ڈھک لو۔ اس کے بعد آپ نے اندر آنے کے لیے پوچھا اور مثبت جواب پر داخل ہوئے۔

اسی طرح ایک واقعہ یہ ہے کہ:

" ایک دن جناب رسول خداؐ نے لوگوں سے پوچھا: عورت کے لیے سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ کوئی جواب نہ دے سکا۔ امام حسنؑ اس مجمع میں حاضر تھے۔ آپ نے گھر آکر اس بات کا تذکرہ اپنی والدہ گرامی سے کیا۔ جناب سیدہ (س) نے فرمایا: عورت کے لیے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ وہ کسی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اور اجنبی مرد کی نظر بھی اس پر نہ پڑے۔" [۲]

مذکورہ حدیث اخلاقی تاکیدات میں سے ہے اور نامحرم مرد و زن کی ایک دوسرے سے دوری کی اشد ضرورت کو بیان کرتی ہے۔

اسلام میں عورت کا پردہ یہ ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ رہن و سہن میں اپنے بدن کو ڈھانپے اور نمائش نہ کرے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی آیتیں موجود ہیں۔ اسلام نے فطری جذبے کو قابو میں لانے اور اسمیں توازن پیدا کرنے کی طرف توجہ دی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"قُل لِّلمُؤمِنینَ یَغُضُّو مِن اَبصَارِھِمْ وَ یَحفَظُوا فُرُوجَھُم ۔۔۔ قُل لِلمُؤمِناتِ یَغضُضْنَ مِنْ اَبصَارِھِنَّ وَیَحفَظنَ فُرُوجَھُنَّ۔۔۔" [۳]

اس آیت کے ذیل میں علمائے اہل تشیع او علمائے اہل سنّت نے اس روایت کو ذکر کیا ہے:

ایک دن مدینہ کے گرم موسم میں ایک خوبصورت نوجوان عورت سڑک پر اس طریقے سے جارہی تھی کہ عرب کے معمول کے مطابق اس کا کپڑا گردن کے پیچھے تھا جس کی بنا پر اس کی گردن اور کان نمایاں تھے۔ اصحاب رسولؐ میں سے ایک صحابی سامنے سے آرہے تھے۔ اس خوبصورت و دلفریب منظر نے انہیں بہت متاثر کیا اور وہ اسے دیکھنے میں اس طرح محو ہوگئے کہ انہیں اپنی ہی خبر نہ رہی اور نہ ماحول کی۔ وہ بڑی دیر تک نگاہوں سے اس کا پیچھا کرتے رہے اور پھر اسی فکر میں آگے بڑھ گئے۔ اس بے خیالی میں اچانک دیوار سے باہر نکلی ہوئی کسی ہڈی یا شیشے سے ان کا چہرہ بری طرح زخمی ہوگیا۔ اور چہرے سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ اسی حالت میں رسولؐ کے پاس پہنچے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۴]

مذکورہ آیات سے یہ واضح ہوا کہ عورت مرد ایک دوسرے پر نظر نہ کریں۔ آپس میں ہوسناک نگاہوں کا تبادلہ، عمل میں نہ لائیں اور لذت اندوزی کے قصد سے نہ دیکھیں۔ عورتوں کے لیے یہ ایک عملی فریضہ ہے کہ وہ اپنے بدن کو بیگانہ مردوں سے چھپائے رکھیں اور اجتماعات

میں جلوہ نمائی اور دلربائی سے پرہیز کریں۔

اسلام میں خصوصی طور پر عورتوں کے لیے پردے کا حکم اس لیے آیا ہے کہ ان میں خودنمائی اور خود آرائی کی خواہشیں شدت سے پائی جاتی ہیں۔چونکہ حد سے زیادہ بناؤ سنگھار اور نیم برہنگی کی کیفیت ، عورت کے انحراف کی علامت ہے۔

آج مرد آزادی اور مساوی حقوق کے خوبصورت ناموں سے اس حجاب کو برطرف کرکے عورتوں کو اپنے بیہودہ مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ مرد مادی فوائد کے حصول کے لیے عورت کو اپنے تجارتی مراکز میں ماڈل کے طور پر پیش کر رہا ہے۔اس صورتحال میں بے حجاب عورتوں کی ناموس کے تحفظ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ زنا بالجبر کے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔

اسلام یہ نہیں کہتا کہ عورت گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ وہ اس کو تحصیل علم سے روکتا ہے بلکہ اسلام نے تو ہر مرد و زن کے لیے مشترک فریضہ قرار دیا ہے۔اسلام نے عورت کو معاشی جدوجہد سے بھی نہیں روکا ہے۔اسلام کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ عورت بیکار بیٹھی رہے اور اس کا وجود بیکار ہوکر رہ جائے۔ چہرے اور ہاتھ کی ہتھیلیوں کے علاوہ بدن کو ڈھانپنا کسی طرح بھی علمی، اجتماعی یا اقتصادی امور کی راہ نہیں روکتا، جو چیز اجتماعی امور کو ٹھیس پہنچانے والی ہے وہ کاروباری ماحول میں شہوت رانی کا دخل ہے۔

اسلام نے عورتوں کو ترغیب دلائی ہے کہ وہ اس سلسلے میں پردے کو مدّ نظر رکھیں۔ اور خاص طور پر یہ تاکید کی ہے کہ خواتین جس قدر سنجیدہ ، باوقار اور پاکدامن ہونگی اور اپنے کو مردوں سے چھپائے رکھیں گی ان کے احترام میں اتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ قرآن مجید میں اس سلسلے میں تاکید ہے کہ عورتیں پردہ اختیار کریں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ، لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۔" [۵]

اے نبیؐ! تم اپنی ازواج اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہدو کہ وہ اپنے جلابیب (سر کی چادروں) کو اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں۔ یہ عمل ان کی شناخت ، نیز ان کی اذیت سے بچنے کے لیے مناسب ہے اور خداوند عالم تو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔اگر منافق ، بے ایمان اور وہ لوگ جو شہر میں خوف و ہراس پیدا کرنے والے ہیں۔اپنی کرتوتوں سے باز نہ آئیں تو ہم تمھیں

ان پر مسلط کردیں گے۔پھر وہ تمہاری ہمسائیگی میں بہت کم مدّت تک رہیں گے۔

مذکورہ آیات سے یہ واضح ہوا کہ جب عورت اپنے آپ کو ڈھانپ کر باوقار طریقے سے باہر نکلے گی اور اپنی عصمت و پاکدامنی کا لحاظ کریگی تو اس صورت میں بیہودہ اور بداخلاق وبدقماش لوگ اس سے کوئی زیادتی نہیں کریں گے۔اور بدنہاد و آوارہ نوجوان ہوس کی نگاہ نہیں ڈالیں گے۔ایسے بدکردار افراد ہمیشہ ایسی عورتوں کے تعاقب میں رہتے ہیں جو بے پردہ اور عشوہ گر ہوتی ہیں۔

اسلام نے عورت کی محنت اور کوشش کو علم و فکر تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ جس طرح علم و ادب کی راہ میں پیش قدمی کر سکتی ہے اسی طرح زراعت اور تجارت میں بھی ترقی کر سکتی ہے۔ اسلام نے عورت کی محنت اور کوشش کو کچلنے کے بر خلاف اس کی تکمیل کی دعوت دی ہے۔شریعت نے خواتین کے لیے جو میدانِ عمل قرار دیاہے وہ اس کا اپنا گھر ہے۔یہی سبب ہے کہ جناب فاطمہ زہرا(س) نے کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا لیکن جب اسلام کی صداقت کا حسّاس مسئلہ پیش آیا تو وہ اپنے کنبے کے ساتھ میدانِ مباہلہ میں نظر آئیں۔دین حق کی نصرت اور حمایت کے لیے خواتین نے اپنی گفتگو اور تقریر کو ایک ذریعہ بنایا۔اس سلسلے میں جناب زینب سلام اللہ علیہا کی وہ تقریر ملاحظہ کریں جو واقعات کربلا کے بعد سے متعلق ہیں جس کے ذریعے آپ نے سوئے ہوئے ذہنوں کو بیدار کر دیا۔اسی طرح جناب فاطمہ(س) نے اپنے خطبات کے ذریعے جو کچھ بیان کیا اور جو عملی طورپر پیش کیا وہ ذاتی مفاد سے بالا تر ہوکر فقط دین اور معاشرے کی بھلائی کے لیے عرض کیا ہے۔اپنے ان حقوق کو حاصل کرنے کے لیے آپ دربار تک جانے سے بھی پیچھے نہیں ہٹیں ، جن کے ذریعے یتیموں ،مسکینوں اور ضرورتمندوں کی حاجت پوری کی جاسکے۔

اسلامی تاریخ اس بات سے باخبر ہے کہ معاشرے کی ترقی اور اسے بحال بنانے میں خواتین کے مشوروں کو بھی سراہا گیا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ایک طریق عمل کو حسن بصری نے تحریر کیا ہے کہ رسول اکرمؐ مشورہ کرتے تھے یہاں تک کہ عورت سے بھی، اور کبھی وہ ایسی رائے پیش کرتیں جسے آپ قبول کرتے تھے۔۶

یہ عملی نمونہ کسی ایک یا چند پہلوؤں سے مختص نہیں بلکہ اس اس کا تعلق اور ہر نوعیت کے مسائل اور تمام پہلوؤں سے تھا۔چاہے غارِ حرا میں پیش آنے والے واقعات کا ذکر اپنی شریکۂ حیات جناب خدیجہ سے ہو یا پھر صلح حدیبیہ کے موقع پر جناب ام سلمہ کے گرانقدر مشورے ہوں۔۷

آج کل کے خود بخود ہوئے روشن فکر افراد پردے پر جو اعتراضات کرتے ہیں کہ "پردہ افراد معاشرہ کے تقریباً نصف حصے کی توانائی کو مفلوج کرتا ہے۔ حالانکہ بے پردگی اور آزاد جنسی تعلقات کی ترویج اجتماعی کارکردگی کو مفلوج بناتی ہے"۔ایسے افراد ناجائز اولاد کی تعداد میں سے ایک ہیں۔ ان ہی ناجائز اولاد کی تعداد میں سے بنے ہوئے خود بخود روشن فکر لوگ اسلام کو خاص کر عورتوں سے متعلق مسائل میں منفی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اسلام کیا کہتا ہے۔اسی عدم معرفتِ اسلام کی بنا پر ایسے افراد نہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی میں عملاً پردے اور پاکدامنی کے قائل نہیں بلکہ اسلام کے فلسفۂ حجاب اور اس کی منطق سے آشنائی نہ ہونے کے سبب اسے خرافات سمجھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے درمیان یہ ذلّت آمیز عریانی کہ جہاں ہماری قوم نے یورپ و امریکہ کو بھی شرما دیا ہے۔یہ مغربی سرمایہ دار اور شہرت پرست اقوام کا تحفہ ہے اور حقیقت میں یہ انسانی معاشروں کو نیم جاں اور ناکارہ بنانے کے لیے ایک خاص طریقہ ہے۔ تاریخ عالم میں کونسی ایسی عورت ہے جو علمی و عملی ،سیاسی ،سماجی، معاشرتی ،اصلاحی و اخلاقی اعتبار سے جناب فاطمہ (س) کا مقابلہ کر سکتی ہو۔چراغ لے کر ڈھونڈیں گے تب بھی کوئی عورت ان کے ہم پلّہ نظر نہیں آئے گی۔جناب فاطمہ (س) کی عظمت واہمیت کو سمجھنے کے لیے چادر کی اہمیت کو سمجھنا اہم ہے۔اس کے بغیر فاطمہ (س) کی اہمیت و عظمت کو درک نہیں کیا جا سکتاہے۔اس سلسلے میں پروفیسر وحید اختر نے کیا خوب شعر کہا ہے: ؎

چادر ہے ابر کوثر و تسنیم کے لیے
افلاک در پر جھکتے ہیں تکریم کے لیے
جبرئیل ادب سے آتے ہیں تسلیم کے لیے
اٹھتے ہیں خود رسولؐ بھی تعظیم کے لیے
ذکر اس کی عظمتوں کا حدیث کساء میں ہے
انوار حق کا مجمع اسی اک ردا میں ہے
تہہ ہو تو اس ردا کو کہیں ہفت آسماں
پھیلے تو اس کے گوشے میں سمٹے زماں مکاں
گرد اس کی ہے ثوابتِ سیار و کہکشاں
سر پر ہو فاطمہ کے تو ہے عرش آستاں

دھو کر نچوڑیں وہ تو فرشتے وضو کریں
بوندوں سے اس کی کوثر و زمزم سبو بھریں ۸؎

جناب فاطمہ (س) کی شخصیت کا یہ اثر ہوا کہ خالق کائنات نے آپ کو تمام عالمین کی خواتین کی سرداری عطا کی۔ رسول اکرمؐ نے اپنی بیٹی کو اپنا جزء کہہ کر ان کی اطاعت و مودّت کو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ قرار دیا۔ جناب فاطمہ (س) نے بحیثیت بیٹی، بحیثیت زوجہ، بحیثیت ماں کے جو دین کی خدمات انجام دیں وہ ہم سب کے لیے ایک نمونۂ عمل ہے۔ چاہے وہ اسلام کی پیروی کی بات ہو رہی ہو، صبر ہو، ایمان کی منزل ہو، صدق ہو، ذکر اللہ ہو یا عبادت کی منزل ہو ہر ایک منزل پر جناب فاطمہ زہرا (س) کامیاب نظر آتی ہیں۔

مجموعی طور سے جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نہ تو عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید کرنے کی اس روش کا نام ہے جس سے مخالفین اسلام، اسلام پر الزام لگاتے ہیں اور نہ ہی ایسی بے لگامی ہے کہ جسے آج کل دنیا نے عورت و مرد کے باہمی اختلاط کو اپنا رکھا ہے کہ جس کے باعث مذموم اور قابل متنفّر نتائج سامنے آرہے ہیں۔

حوالے:
۱۔کافی، ج۵، ص۵۲۸۔ وافی، مجلد ۱۲۔ وسائل الشیعہ، ج۳، ص ۲۷۔
۲۔ وسائل الشیعہ، ج۳، ص ۹۔
۳۔سورۂ نور، آیت ۳۰ و ۳۱۔
۴۔کافی، ج۵، ص۵۲۱۔وسائل الشیعہ، ج۳، ص ۲۴۔ تفسیر در منثور، سیوطی، ج۵۔
۵۔سورۂ احزاب، آیت ۵۹ و ۶۰۔
۶۔ایوان الاخبار، جلد اول، ص۲۷۔
۷۔بخاری، کتاب شروط فی الجہاد والمصالحۃ۔
۸۔ڈاکٹر وحید اختر، کربلا تا کربلا (پہلا مرثیہ)

مصحف فاطمہ علیہا السلام حقیقت کے آئینہ میں

مولانا سید غلام حسین رضوی ہلّوری

مقدمہ

دینی اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مصنفین اور مؤلفین نے جہاں بہت سے مقامات پر ذاتی رائے اور نظریہ کو دین بنا کر پیش کیا وہیں کچھ حقائق میں مغالطہ کر کے علمی اور واقعی دلائل کا سہارا لئے بغیر اسلامی امت کے درمیان ایک دینی و عقیدتی محاذ قائم کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی امت ان حقائق اور علمی خزانوں سے بے بہرہ ہو گئی جنہیں خداوند متعال نے مختلف ذرائع سے اپنے بندوں کے درمیان پیش کیا۔ اغیار نے بغیر اعتقاد کے ان تمام علمی کمالات کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں لیکن ہم مسلکی اختلاف کا بہانہ بنا کر آج تک ان حقائق سے محروم رہے ہیں۔ یقیناً خدا ان افراد کو نہیں بخشے گا جو اسلامی امت کو گمراہ کرنے میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں اور خدا کی جانب سے عطا کیے گئے خزانوں اور نازل کی گئی نعمتوں سے عوام و خواص کو دور رکھتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح نہ ہوتی تو دوسرے علمی و دینی موضوعات کی طرح " مصحف فاطمہ علیہا السلام " کے بارے میں غلط، ضعیف و جہالت آمیز نظریات قائم کرنے سے پہلے، علمی مدارج اور مدارک کا سہارا لیا جاتا پھر صحیح اور غلط کا فیصلہ کیا جاتا۔ اسی لئے ضروری ہے کہ خدا کی جانب سے ہوئے اہتمام مصحف فاطمہؑ پر مختلف پہلوؤں سے گفتگو کی جائے تا کہ محقق اور منصف قارئین کے سامنے " مصحف فاطمہؑ " کا حقیقی چہرہ ترسیم ہو سکے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مقالہ کا موضوع دو لفظوں سے مرکب ہے" مصحف " و" فاطمہ " لہٰذا پہلے ضروری ہے کہ مصحف کو سمجھا جائے پھر " مصحف فاطمہؑ " کو، اور چونکہ شخصیت حضرت زہرا علیہا السلام تو چودہویں کے چاند کی طرح مسلمان ہی کیا اغیار کے درمیان بھی روشن اور واضح ہے اس لئے یہاں گفتگو شخصیت کے بجائے شخصیت کے اس باب یا عنصر سے ہے جس کا نتیجہ " مصحف فاطمہؑ " کہلایا۔

مصحف۔ارباب لغت کی نظر میں

" مصحف " عربی لفظ ہے اور اس لفظ کو عربی لغات سے ہی استدلال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس مقالہ میں ہماری کوشش یہ ہے کہ اس کی عربی وضعیت کو محفوظ رکھتے ہوئے فارسی اور اردو لغات میں اس کی افادیت اور استعمال کو دیکھ لیا جائے تاکہ اثبات مدعا میں معاون و مؤید قرار پاسکے۔

۱۔ عربی لغت

الف: مفردات الفاظ القرآن ۱؎

الصحیفة: اَلْمَبسُوط مِنَ الشَّئِ کَصَحِیفَةِ الْوَجهِ. وَالصَّحِیفَةُ: اَلَّتی یَکْتُبُ فِیهَا. وَجْمَعُهَا: صَحَائِفٌ وَصُحُفٌ. قَاَلَ اللهُ تَعَالیٰ: "صُحُفِ اِبْرَاهِیمَ وَمُوسیٰ"۲ قِیلَ : اُرِیْدُ بِهَا الْقُرآن.

وَالْمُصْحَف: مَاجَعَلَ جَامِعاً لِلْمُصحَفِ الْمَکْتُوبَة، وَجمعه: مَصَاحِفْ

ب: مجمع البحرین ۳؎

وَالصَّحیفَةُ: قَطْعَة مِنْ جِلْدٍ اَوْ قِرْطَاسٍ کُتُبٌ فِیه۔

ومنه "صحیفة فاطمه"

ج: لاروس ۴؎

اَلصَّحِیفَةُ : مَایَکْتُبُ فِیهِ مِنْ وَرَقٍ وَنَحْوِه. وَیَطْلُقُ عَلَی الْمَکْتُوب فِیهَا. ج: صُحُف "وَاِنَّ هٰذا لَفِي الصُّحُفِ الاُولیٰ. صُحُفِ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوسیٰ (قرآن)" ؛ وَرَقَةُ الکِتَابِ بِوَجْهَیها؛ الجَرِیْدَة ؛ج ؛ صُحُفٌ وَصَحَائِف۔

د: المنجد ۵؎

مُصحف، مَصحف، مِصحف

دو دفتیوں کے درمیان مجلد صفحات کو مصحف کہتے ہیں؛ اور صحیفہ کا مطلب وہ کاغذ ہے جس پر کچھ لکھا ہو۔

۲۔ فارسی لغت ۶؎

فرہنگ بزرگ جامع نوین (سیاح)

صحیفہ۔ صحائف ج: نامہ وکتاب ۔۔۔ و صحیفہ فاطمہ علیہاالسلام است.

مُصحف و مِصحف و مَصحف۔ مصاحف ج: قرآن مجید

۳۔ اردو لغت

الف: نور اللغات ۷؎

صحیفہ۔ (ع) بروزن وظیفہ، مذکر کتاب، رسالہ۔ . . . صحیفہ آسمانی، وہ کتاب جو خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہو۔

ب: اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۸؎

صحیفہ: (ع؛ جمع: صحف اور صحائف) لغوی معنی، وہ چیز جس پر کچھ لکھا جاسکے۔ اسی مناسبت سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو بھی صحیفہ کہتے ہیں۔ اور جدید عربی میں صحیفہ بمعنی جریدہ اور اخبار بھی مستعمل ہے (مزید مطالعہ کے لئے رجوع کریں: "لسان العرب" بذیل مادہ صحف، "المعجم الوسیط" بذیل مادہ صحف) اس کے علاوہ قرآن کریم، حدیث نبوی اور عربی ادب میں یہ لفظ کئی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً نامہ اعمال ۹؎، خط یا مکتوب، حکم نامہ، یا فرمان اور کتب سماویہ یعنی اللہ کی جانب سے اس کے سچے رسولؐ پر نازل کی جانے والی کتابوں اور احکام ہدایت کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

قرآن کریم میں یہ لفظ آٹھ مرتبہ بصورت جمع (صحف) وارد ہوا ہے لیکن مفرد (صحیفہ) کی شکل میں نہیں آیا ہے۔

ان تمام لغات کو دیکھنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ لفظ صحیفہ یا مصحف، چاہے وضع کے اعتبار سے ہو یا استعمال کے اعتبار سے ہو قرآن مجید کے معنی میں منحصر نہیں ہے بلکہ "قرآن مجید" اس کا ایک مصداق ہے۔ کیونکہ تمام لغات اس بات پر مصر ہیں کہ لفظ مصحف، "اوراق کے اس مجموعہ کو کہتے ہیں جس پر لکھا ہوا ہو" یا بعض تعبیر کے مطابق "لکھے ہوئے اوراق کا وہ مجموعہ جسے دو دفتیوں کے درمیان قرار دیا گیا ہو"۔ خلاصہ یہ کہ چاہے عربی زبان ہو چاہے فارسی اور چاہے اردو، تینوں زبان میں، ارباب لغت کے مطابق یہ لفظ کبھی بھی منحصراً قرآن مجید کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ تاکید اور اصرار اس بات پر ہے کہ "لکھے ہوئے اوراق کا مجموعہ" مصحف ہے (اور چونکہ علی الظاہر قرآن مجید بھی اسی معیار پر صادق آتا ہے اس لئے اسے کسی عصر میں مصحف کہا جانے لگا) اب یہ خود ایک تاریخی بحث ہے کہ قرآن کو کب سے "مصحف" کہا جانے لگا ہاں اتنا ضرور ہے کہ آج بھی اسلامی معاشرہ میں قرآن مجید کو عام طور پر "مصحف" سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے۔ ہر مسلمان قرآن مجید کو قرآن کریم، کتاب مبین جیسی تعبیروں سے یاد کرتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ذوق ادبی کے مد نظر تو ممکن ہے قرآن کو "مصحف"

کہاگیاہو لیکن وضعی (یا وضع حصری) اور استعمال عرفی کی بنیاد پر کسی بھی مکتب فکر وزبان میں قرآن کو "مصحف" نہیں کہاگیا ہے۔اس بنیاد پر مصحف فاطمہ علیہا السلام کا مطلب " قرآن فاطمہ" نہیں ہے بلکہ "کتاب فاطمہ" ہے۔

اسی بات کو علمی قالب میں علامہ سید مرتضیٰ عسکری مرحوم اس انداز سے بیان فرماتے ہیں: لفظ مصحف نہ تو قرآن میں آیا ہے اور نہ ہی حدیث پیغمبرؐ میں لہٰذا قرآن مجید کا " مصحف" نام رکھنا نہ تو اسلامی اصطلاح ہے اور نہ ہی شرعی حقیقت"۱۰۔

وہم

قفازی نے جہاں اپنی کتاب میں بہت سست وضعیف دلیلوں اور اخلاق وادب سے عاری عبارتوں کا استعمال کرتے ہوئے شیعوں کے اعتقاد کا مذاق اڑانے کی ناکام کوشش کی ہے ۱۱ وہیں جسارتوں کا اظہار اس انداز میں بھی کیا ہے: "شیعہ اس موجودہ قرآن کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ان کے پاس "مصحف فاطمہ" نامی قرآن موجود ہے۔" وہ مزید تحریر کرتے ہیں: سورۂ نساء کی ۱۲آیت نمبر ۱۵۳ کی بنیاد پر شیعہ کافر ہیں۔

وہم کا جواب

"مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ" والا محاورہ ہی اس وہم کا مناسب جواب ہے چونکہ بات کہیں کی ہے اور اسے کہیں لے جانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ اگر آپ تمام علمائے شیعہ کی کتابوں کا حرف بہ حرف مطالعہ فرمائیں تو آپ کو اس تہمت کی حقیقت بخوبی سمجھ میں آجائے گی۔ کیونکہ اس کے برعکس، تمام شیعہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ہم اسی رائج قرآن مجید کے معتقد ہیں جو مسلمانوں کے درمیان موجود ہے۔۱۳ اور مصحف فاطمہ علیہا السلام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں: اس کتاب میں وہ بیانات اور کلمات ہیں جن کو رسول خداؐ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تسکین ودلجوئی کے لئے خداوند عالم نے جناب جبرئیل کے ذریعہ نازل فرمایا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام نے اسے حضرت علی علیہ السلام کے ذریعہ قلمبند کروایا۔ اس کتاب میں قرآن کی ایک آیت بھی نہیں ہے، متعدد بار ائمہ معصومین علیہم السلام نے اپنے بیانات میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔ ۱۴۔

منشأ تالیف مصحف فاطمہ علیہا السلام

"اصول کافی" اور "بحار الانوار" جیسی کتابوں میں متعدد روایتیں ہیں جو " مصحف فاطمہؑ " کے سبب تالیف کو بیان کرتی ہیں، نمونہ کے طور پر کچھ روایتوں کا تذکرہ ضرور کیا جائے گا، لیکن ان سب کا

خلاصہ یہ ہے:

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دار فانی سے وداع ہو گئے تو یہ مصیبت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے لئے نا قابل تحمل تھی وہ اتنی غمزدہ ہوئیں کہ شب و روز اپنے شفیق و مہربان بابا کو یاد کر کے رویا کرتی تھیں۔ ان کے گریہ وبکا میں مزید اضافہ کی وجہ ایک تو پیغمبر اسلام جیسے باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانا، دوسرے پیغمبرؐ اور میراث رسالت ۱۴؎ سے متعلق امت کی ناقدری، بے رخی اور بے وفائی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کا خدا کے نزدیک عظیم مرتبہ پر فائز ہونا، جس کی خبر پیغمبرؐ نے متعدد مقامات پر دی۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر خدا نے یہ اہتمام کیا کہ ایک فرشتہ شہزادی کے پاس جا کر انہیں تسلی و تشفی دے اور ان کے اس غم واندوہ کو کم کر سکے۔ ۱۶؎

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت علی علیہ السلام کو اس امر سے مطلع فرمایا تو حضرت نے مشورہ دیا: جب وہ فرشتہ آئے تو مجھے خبر دینا تا کہ اس کی باتوں کو قلمبند کر لوں۔ لہٰذا اس گفتگو کے بعد جب بھی وہ فرشتہ آتا، شہزادی حضرت علی علیہ السلام کو آگاہ کر دیتی تھیں اور آنحضرتؑ فرشتہ کی تمام باتوں کو لکھ لیا کرتے تھے۔ جنہیں اہلبیت علیہم السلام نے ایک جگہ اکٹھا کر کے اس کتاب کا نام "مصحف فاطمہ" رکھا اور پھر یہ مجموعہ اوراق، اسی نام سے مشہور و معروف ہوا۔ ۱۷؎

روایات:

۱۔ عَنِ الصَّادِقِ عَلیہ السَّلام ؛ قَالَ : اِنَّ فَاطمةَ مَکَثَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ خَمسةً وَسَبعِین یَوماً وَکَانَ دَخَلَهَا حزنٌ شَدیدٌ علَیٰ اَبِیهَا وَکَانَ جِبرئِیل یَاتِیها فَیَحْسُنُ عَزاءَ هَا عَلیٰ اَبِیها وَتَطِیبُ نَفْسَها. . ." ۱۸؎

جب امام سے کسی چاہنے والے نے مصحف فاطمہؑ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ایک آہ سرد بھرنے کے بعد فرمایا: دختر رسولؐ، اپنے بابا کی رحلت کے بعد ۷۵ دن زندہ رہیں، اور ان ایام میں اپنے بابا کے سوگ میں بیحد غمزدہ تھیں۔ خداوند عالم نے ان کی تسکین کے لئے مسلسل حضرت جبرئیل کو بھیجا، فرشتہ آتا تھا اور تشفی بخش کلمات سنا کر چلا جاتا تھا، حضرت علی علیہ السلام نے ان باتوں کو لکھ لیا جو آج "مصحف فاطمہؑ" کی شکل میں موجود ہے۔

۲۔ عَنِ الصَّادِقِ عَلیہ السَّلام قَالَ: اِنَّ اللهَ لَمَّا قَبَضَ نَبِیّه دَخَلَ عَلیٰ فَاطِمةَ عَلَیهَا السّلامُ مِن وَفَاتِه الحُزْنُ لَا یَعْلَمَه اِلّا اللهُ عَزّ وجَلَّ فَاَرْسَلَ اِلَیْهَا مَلَکاً یُسَلّی غمّها وَیَحْدِثُها. . . ۱۹؎

رسول خداؐ کی وفات ہوتے ہی حضرت فاطمہ علیہا السلام پر مصیبت کے ایسے پہاڑ ٹوٹ پڑے جس کی حقیقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا پروردگار عالم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خدمت میں مسلسل

ایک فرشتہ بھیجا تاکہ تسلی آمیز گفتگو کرکے ان کے حزن و غم کو کچھ ہلکا کرسکے۔ شہزادی نے اس واقعہ کو حضرت علی علیہ السلام سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: اے بنت نبیؐ جب آپ فرشتہ کی آمد کا احساس کریں ہمیں مطلع کردیں لہٰذا شہزادی نے ایسا ہی کیا اور حضرت علی علیہ السلام نے فرشتہ اور فاطمہؑ کے مابین گفتگو کو لکھا جو بعد میں مصحف کہلایا۔

۳۔ عن الصادقین علیہما السلام

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا: مصحف فاطمہ علیہا السلام نہ تو قرآن ہے اور نہ ہی قرآن کی جنس سے ہے حتی اس میں ایک بھی شرعی حکم نہیں ہے بلکہ وہ مختلف علوم، اخبار اور تفسیر قرآن پر مشتمل ہے۔۲۰۔

غیر انبیاء سے فرشتہ کی گفتگو

اس مقام پر سب سے اہم سوال جو ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسرے سے فرشتے گفتگو کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کرسکتے ہیں تو کیا اسلامی منابع میں اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ اس طرح بحث کے دو اہم رخ سامنے آتے ہیں:

گفتگو کا امکان: یعنی کیا کسی غیر نبی سے فرشتہ گفتگو کرسکتا ہے؟

گفتگو کا ثبوت: یعنی نبی کے علاوہ کس سے فرشتہ نے گفتگو کی ہے؟

گفتگو کا امکان

فرشتہ کا کسی سے بھی گفتگو کرنا خدا کے ارادہ اور اس کی مصلحت پر مبنی ہے۔ بس فرق گفتگو اور نازل ہونے کے مقصد کا ہوسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انبیاء کے پاس حکم خدا یا وہ شریعت لیکر آتے ہوں لیکن غیر انبیاء کے پاس کچھ حقائق کا بیان واظہار لیکر نازل ہوتے ہوں۔ دینی تعلیمات سے متعلق منابع کا مطالعہ کرنے والا اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا۔

گفتگو کا ثبوت

قرآن مجید اور معتبر دینی کتابوں میں ایسے ثبوت اور نمونے پائے جاتے ہیں جن ے یہ ظاہر و روشن ہو جاتا ہے کہ خدا کے اور اس کی مصلحت کے پیش نظر غیر انبیاء سے فرشتہ نے گفتگو کی اور اس حقیقت کو دو حیثیت سے ذکر کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ہم اختصار کے مد نظر صرف قرآنی نمونوں پر اکتفا کرتے ہیں، اور "

اَدَلُّ الدَّلیلِ عَلیٰ اِمْکانِ الشَّئِ وقُوعُہ" کے مد نظر اثبات مدعا کے لئے کافی ہوگا:

ا۔ حضرت مریم علیہا السلام

۱/۱" واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان ا... الخ ۲۱۔

اور اس وقت کو یاد کرو جب ملائکہ نے مریم کو آواز دی کہ خدا نے تمہیں چن لیا ہے اور پاکیزہ بنادیا ہے، اور عالمین کی عورتوں میں منتخب قرار دیا ہے۔

۱/۲" اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان ا... الخ ۲۲۔

اور اس وقت کو یاد کرو جب ملائکہ نے کہا کہ اے مریم خدا تم کو اپنے مسیح عیسیٰ بن مریم کی بشارت دے رہا ہے جو دنیا اور آخرت میں صاحب وجاہت اور مقربین بارگاہ الٰہی میں سے ہے۔۔۔ مریم نے کہا میرے یہاں فرزند کس طرح ہوگا جب کہ مجھ کو کسی بشر نے چھوا بھی نہیں ہے، ارشاد ہوا کہ اسی طرح خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرلیتا ہے تو کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔

۱/۳۔" وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ○ فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا○ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَـٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ○ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا۔ ۲۳۔

اور پیغمبر اپنی کتاب میں مریم کا ذکر کرو کہ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ مشرقی سمت کی طرف چلی گئیں اور لوگوں کی طرف پردہ ڈال دیا تو ہم نے اپنی روح کو بھیجا جو ان کے سامنے ایک اچھا خاصا آدمی بن کر پیش ہوا انہوں نے کے کہا کہ اگر تو خوف خدا رکھتا ہے تو تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے کہا کہ میں آپ کے رب کا فرستادہ ہوں کہ آپ کو ایک پاکیزہ فرزند عطا کردوں۔ انہوں نے کہا: میرے یہاں فرزند کس طرح ہوگا جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا بھی نہیں ہے۔ اور میں کوئی بدکردار نہیں ہوں۔ اس نے کہا کہ اسی طرح آپ کے پروردگار کا ارشاد ہے کہ میرے لئے یہ کام آسان ہے اور اس لئے کہ میں اسے لوگوں کے لئے نشانی بنادوں اور اپنی طرف سے رحمت قرار دے دوں اور یہ بات طے شدہ ہے۔ پھر وہ حاملہ ہوگئیں اور لوگوں سے دور ایک جگہ چلی گئیں۔۔۔ تو اس فرشتے نے آواز دی کہ آپ پریشان نہ ہوں خدا نے آپ کے قدموں میں چشمہ جاری کردیا ہے۔ اور خرمے کی شاخ کو اپنی طرف بلائیں اس سے تازہ تازہ خرمے گریں گے۔ پھر اسے کھایئے اور پیجئے اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی رکھئے پھر اس کے بعد کسی انسان کو دیکھئے تو کہہ دیجئے کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ کی نذر کرلی ہے لہٰذا آج میں کسی انسان سے بات نہیں کرسکتی۔

۲۔ جناب سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

۲/۱۔ "وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۖ فَمَا لَبِثَ أَن جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ... قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۖ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۚ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ۔" ۲۴۔

اور ابراہیمؑ کے پاس ہمارے نمائندے بشارت لے کر آئے اور آ کر سلام کیا تو ابراہیمؑ نے بھی سلام کیا اور تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ اور جب دیکھا کہ ان لوگوں کے ہاتھ ادھر نہیں بڑھ رہے ہیں تو تعجب کیا اور ان کی طرف سے خوف محسوس کیا انہوں نے کہا آپ ڈریں نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ابراہیمؑ کی زوجہ اسی جگہ کھڑی تھیں یہ سن کر مسکرائیں تو ہم نے انہیں جناب اسحاقؑ کی بشارت دے دی اور اسحاق کے بعد جناب یعقوبؑ کی بشارت دی۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ مصیبت، اب میرے یہاں بچہ ہوگا؟ جب کہ میں بوڑھی ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہیں یہ تو بالکل عجیب سی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا تمہیں حکم الٰہی میں تعجب ہو رہا ہے۔ اللہ کی رحمت اور برکت تم گھر والوں پر ہے وہ قابل حمد اور صاحب مجد و بزرگی ہے۔

۲/۲ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ۝ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝ قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ" ۲۵۔

کیا تمہارے پاس ابراہیمؑ کے محترم مہمانوں کا ذکر پہنچا ہے جب وہ ان کے پاس وارد ہوئے اور سلام کیا تو ابراہیمؑ نے جواب سلام دیتے ہوئے کہا کہ تم تو انجانی قوم معلوم ہوتے ہو۔ پھر اپنے گھر جا کر ایک موٹا تازہ بچھڑا تیار کرکے لے آئے۔ پھر ان کی طرف بڑھا دیا اور کہا کیا آپ لوگ نہیں کھاتے ہیں۔ پھر اپنے نفس میں خوف کا احساس کیا تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں اور پھر انہیں ایک دانشمند فرزند کی بشارت دے دی۔ یہ سن کر ان کی زوجہ شور مچاتی ہوئی آئیں اور انہوں نے منہ پیٹ لیا کہ میں بڑھیا بانجھ (یہ کیا بات ہے) ۔ ان لوگوں نے کہا: ایسا ہی ہوگا یہ تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے وہ بڑی حکمت والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

"صحیح بخاری" میں تحریر ہے کہ " گذشتہ اقوام و ملل میں کچھ ایسے افراد تھے جن سے فرشتوں نے گفتگو کی ہے جبکہ وہ پیغمبر (یا نبی) نہ تھے۔ ۲۶۔

قرآنی آیات میں غیر انبیاء سے فرشتوں کی گفتگو کرنے کا ذکر واضح لفظوں میں ملتا ہے اور جو

تعبیریں قرآن میں ملتی ہیں ان کے مطابق کہیں وہ فرشتہ، ایک ہے اور کہیں متعدد، اسی لئے کبھی "روح" یا رسولٌ" کا لفظ آیا ہے تو کبھی" ملائکہ،" قوم" یا فعل جمع" قالوا"۔

"بخاری" میں ذکر شدہ حدیث بھی اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ ملائکہ اور فرشتہ کا غیر انبیاء سے گفتگو کرنا نہ صرف یہ کہ امکانی ہے بلکہ وقوعی بھی ہے یعنی گفتگو کے نمونے قرآن اور دوسری مذہبی کتابوں میں ملتے ہیں۔

لہٰذا کسی بھی محقق ومنصف کو اس بات پر تعجب نہیں ہونا چاہئے کہ فرشتہ کیسے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے گفتگو کرسکتا ہے۔ کیونکہ حضرت سیدہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کائنات کی ممتاز ومنفرد خاتون ہیں۔ سبھی معترف ہیں کہ وہ" سیدۂ نساء عالمین" (عالمین کی تمام عورتوں کی سردار)، اور مقام ومنزلت کے لحاظ سے جناب مریم علیہا السلام سے بالاتر ہیں۔ان کی رضا وخوشنودی خدا کی رضا وخوشنودی ہے۔ وہ جزو رسالت (فَاطِمَةُ بِضَعْةٌ مِّنّي) اور ام الائمہ علیہم السلام (تمام اماموں کی ماں) ہیں۔

غور طلب ہے کہ اہلبیت حضرت ابراہیمؑ کو یہ شرف حاصل ہے کہ فرشتہ ان سے گفتگو کرے، انہیں سلام کرے لیکن دنیا کی تمام عورتوں سے افضل خاتون حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے اگر گفتگو کرنے اور انہیں سلام کرنے کی بات کہی جائے تو لوگوں کو تعجب ہوتا ہے۔ مگر کیا یہ شرف، شہزادی کو نہیں مل سکتا؟!

اگر خدا قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی تسکین ودلجوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "وَلَاتَحْزَنِي" ۲۷ کہتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے افضل خاتون حضرت فاطمہ علیہا السلام کی تسکین ودلجوئی کے لئے اگر فرشتہ بھیج دے تو تعجب کیوں؟!

سوال

اس مقام پر ایک سوال ہوتا ہے کہ اس گفتگو کی حیثیت ونوعیت کیا ہے یعنی کیا اس گفتگو کو وحی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے؟ اور اگر ہاں، تو پھر یہ بات، خاتمیت پیغمبرؐ سے کیسے سازگار ہوسکتی ہے؟

جواب

اس میں شک نہیں کہ نص قرآن اور احادیث کے مطابق، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری پیغمبرؐ ہیں لیکن وحی ایک خاص رابطہ کا نام ہے جس کا تعلق خدا کے ارادہ سے ہے۔ بطور خلاصہ وحی کو مختلف حیثیت سے تقسیم کیا جاسکتا ہے: نبوی اور غیر نبوی۔ وحی نبوی تو واضح ہے اس میں کسی کو شک نہیں ہے لیکن

وحی غیر نبوی کے کچھ نمونے خود قرآن نے ذکر کئے ہیں جن میں سے بعض کو نمونے کے طور پر ذکر کرنا مناسب ہوگا:

الف: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو وحی

"وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ۔" ۲۸۔

اور ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنے بچہ کو دودھ پلائیں اور اس کے بعد جب اس کی زندگی کا خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دو اور بالکل ڈرو نہیں اور پریشان نہ ہو کہ ہم اسے تمہاری طرف پلٹا دینے والے ہیں...

ب: شہد کی مکھی کو وحی

"وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ۔"۲۹۔

اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی (اشارہ دیا) کہ پہاڑوں اور درختوں اور گھروں کی بلندیوں میں اپنے گھر بنائے۔

ج: زمین کو وحی

" إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا۔"۳۰۔

جب زمین زوروں کے ساتھ زلزلہ میں آجائے گی ... اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی کہ تمہارے پروردگار نے اسے وحی کی (اشارہ کیا) ہے۔

د: آسمانی مخلوقات کو وحی

" فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۳۱۔

پھر ان آسمانوں کو دو دن کے اندر سات آسمان بنادئے اور ہر آسمان میں اس کے معاملہ کی وحی کردی۔۔۔

مذکورہ تمام دلیلوں کی بنیاد پر حضرت فاطمہ زہرا علیہاالسلام سے فرشتہ کا ہم کلام ہونا (اور گفتگو کرنا) تعجب

اور حیرانی کی بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہزادی کے القاب میں سے ایک لقب " محدّثہ" ہے۔ ۳۲ ۔

لمحہ فکریہ

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ " مصحف فاطمہؑ" سے مراد کتاب فاطمہؑ ہے نہ کہ قرآن فاطمہؑ، اور لفظ مصحف نہ لغوی اعتبار سے قرآن کے معنٰی میں منحصر ہے اور نہ ہی قرآن وسنت میں یہ لفظ اسی معنٰی کے لئے خاص ہے بلکہ قرآن میں بھی خود لفظ "مصحف" استعمال بھی نہیں ہوا، اگرچہ لفظ " صحف " ۳۳ بمعنی کتاب (مکتوب) یا دستاویز یا لوح یا نامہ اعمال یا آسمانی صحیفہ وغیرہ ۳۴ ذکر ہوا ہے۔ تو پھر مصحف فاطمہؑ کے مطالب کیا ہیں؟ یہ ایک سوال ہے جو ہر قاری اور مفکر کے ذہن میں آتا ہے۔

مطالب مصحف فاطمہ علیہاالسلام

" مجمع البحرین" کے مطابق بعض محدثین و مورخین نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ " فِيهَا كُلُّ مَايَحْتَاجُ النَّاسُ اِلَيهِ حَتّٰى اَرْشِ الْخَدْش" کائنات سے متعلق تمام معلومات اس میں ہیں۔ لیکن روایات اور اہلبیت علیہم السلام کی تعلیمات کے مطابق مصحف فاطمہؑ کے مطالب ۳۵ کچھ اس طرح ہیں:

۱۔ گذشتہ اور آئندہ کی حکومتوں کی تفصیل
۲۔ تمام انبیاء اور ان کے پیروکاروں کی وضاحت
۳۔ ممالک اور وہاں کے رہنے والوں کا حال
۴۔ ظالمین اور ان کے انجام
۵۔ ائمہ معصومین علیہم السلام کی زندگی کے حالات اور دنیاوآخرت میں ان کی شان ومنزلت
۶۔ جنّت وجہنم کی حقیقت اور ان کے اہل
۷۔ توریت وانجیل اور قرآن کے سلسلے میں تفصیلی معلومات
۸۔ زمین اور اس سے متعلقہ چیزوں کی مفصل اطلاع

مذکورہ عناوین جیسے مطالب کی بنیاد پر حضرت فاطمہ زہرا علیہاالسلام کا یہ مصحف " مصحف فاطمہؑ" کے نام سے زیادہ مشہور ہوا اور تمام ائمہ علیہم السلام ہر دور میں اس کی جانب رجوع کیا کرتے تھے، ورنہ تحقیقی نظریہ کے پیش نظر تاریخ میں اور بھی مصحف تھے جنہیں حضرت علی علیہ السلام نے یا خود شہزادی (س) نے اپنے دست مبارک سے لکھا ہے اور انہیں بھی " مصحف" نام دیا گیا ہے جیسے:

الف: " مصحف احکام" یہ وہ مصحف ہے جس میں حضرت علی علیہ االسلام نے ان مطالب کو درج کیا ہے

جنہیں رسول خداؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے بیان فرمایا۔ اور اس صحیفہ کا ایک خاصا حصہ شرعی احکام سے متعلق ہے ۔ ائمہ معصومین علیہم السلام احکام کے سلسلے میں عام طور پر جس صحیفہ کی جانب رجوع فرماتے تھے قوی احتمال کے مطابق یہی صحیفہ ہے۔۳۶۔

ب: " صحیفہ وصیت" یہ وہ صحیفہ ہے جس میں شہزادی (س) نے وصیتیں لکھ کر تکیہ کے نیچے رکھ دیا تھا۔ اور خود سے متعلق اوقاف کے سلسلے میں اسی کے مطابق عمل کرنے کی حضرت علی علیہ السلام سے درخواست کی تھی۔۳۷۔

اہم سوال

جب یہ ثابت ہوگیا کہ " مصحف فاطمہؑ" نامی کوئی صحیفہ ہے تو پھر یہ سوال کسی بھی شخص کے ذہن میں آسکتا ہے کہ یہ کہاں ہے؟ یا اب ہے بھی یا نہیں ؟۔

جواب

یہ صحیفہ چونکہ معلومات کا ذخیرہ تھا اس لئے بہت ہی اہمیت کا حامل تھا اور جہاں اہلبیت علیہم السلام کی شان و منزلت گھٹانے کے لئے دشمنوں نے ہر ممکن کوشش کی، احادیث و دینی دستاویز کو نذر آتش کر دیا ۳۸۔ وہیں اسے بھی ضائع و برباد کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے لہٰذا اہلبیت علیہم السلام نے یکے بعد دیگرے اسے میراث امامت کے طور پر اپنے پاس رکھا اور آج یہ مصحف حضرت زہرا علیہا السلام کے آخری فرزند حجت حق امام زمانہ علیہ السلام کے پاس موجود ہے۔۳۹۔ اور روایات بھی اسی مطلب کی حکایت کرتی ہیں۔ نمونہ کے طور پر یہ روایت ملاحظہ فرمائیں:

ابو بصیر کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: " فَلَمّا ذَلکَ الْمُصْحَفُ بَعدَ مُضیّها؟ قَالَ؟: دَفَعتهُ اِلیٰ اَمِیْرِ الْمُومِنِینَ عَلَیْهِ السَّلامُ فَلَمَّا مَضٰی صَار الیَ الحَسَن عَلَیه السَّلام ثُمَّ اِلَی الْحُسَینِ عَلیه السّلام ثُمَّ عِنْدَ اَهْلِهِ حَتّی یَدْفَعُوہ اِلیٰ صَاحِبِ هٰذَ الاَمْر "۴۰۔

آقا میں آپ پر قربان جاؤں وہ مصحف، حضرت زہراؑ کی شہادت کے بعد کہاں گیا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ مصحف، حضرت علیؑ کی جانب منتقل ہوا پھر امام کی شہادت کے بعد امام حسنؑ پھر ان کی شہادت کے بعد امام حسینؑ تک اسی طرح ایک امام سے دوسرے امام تک منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ امام زمانہ علیہ السلام کے پاس اسے منتقل کیا گیا۔

متعدد روایات میں ملتا ہے کہ معصومین علیہم السلام فرماتے تھے " وَاِنَّ عِنْدَ نَا مُصحَفَ فَاطِمَة "۴۱۔ یا کہیں پر "عِنْدِی مُصحَفُ فَاطِمه "۴۲۔ (ہمارے پاس، یا میرے پاس مصحف فاطمہؑ ہے)

عصر اخیر کے عظیم ومایۂ ناز محقق " آقابزرگ طہرانی" کے ایک جملہ کے ساتھ مقالہ کو تمام کرتا ہوں، موصوف نے " کتاب الذریعہ " میں لکھا: مُصْحَفُ فَاطِمَة عَلَيْهَا السَّلامُ مِنْ وَدَاعِ الْاِمَامةِ عِنْدَ مَولانا وَاِمَامِنَا الزّمانُ عليه السَّلامُ كَمَا رُوِیَ فی عِدّةِ اَحَادیثٍ مِنْ طُرُقِ الْاَئِمَّةِ عَلَيهم السَّلامُ مِنْهَا فِي " بَصَائِرِ الدَّرَجَات" وَقَدْ حَكَاهُ العلامةُ المَجْلِسی فِي اوّلِ "البحار" "[۴۳]۔

مصحف فاطمہ علیہا السلام، ائمہ طاہرین علیہم السلام کی امانت و میراث ہے جو ہمارے مولا وآقا امام زمانہ علیہ السلام کے پاس موجود ہے جیسا کہ علامہ مجلسی نے "بحار" میں "بصائر الادرجات "کے حوالے سے ائمہ طاہرین علیہم السلام سے منقول متعدد روایتیں نقل کی ہے۔

❖

حوالے:

۱۔ اصفہانی، راغب، دار القلم، دمشق، اشاعت اول، ۱۴۱۶ھ ق، مادہ صحف

۲۔ قرآن، سورۂ اعلیٰ، آیت ۹؛اسی طرح سورہ بنیہ، آیت ۲۔۳

۳۔ طریحی، فخر الدین، تحقیق سید احمد حسینی، مکتب نشر الثقافۃ الاسلامیۃ، ایران، اشاعت دوم، ۱۴۰۸ھ ق، مادہ ص ح ف

۴۔ ڈاکٹر خلیل الجر، مادہ صحف

۵۔ ابن منظور، لسان العرب، مادہ صحف؛اسی طرح احمد حسن، المعجم الوسیط، مادہ صحف؛

۶۔ سیاح، احمد، انتشارات اسلام، تہران، اشاعت چہار دھم، ۱۳۷۳ھ ش

۷۔ نیر، نور الحسن، نور اللغات، ج ۳ (د۔ق) ، قومی کونسل برای فروغ اردو زبان، نئی دہلی، اشاعت اول، ۱۹۹۸ء

۸۔ دانشگاہ پنجاب، لاہور، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۲، ص۔ العجلی، طبع اول، ۱۳۹۳ھ ق

۹۔ ملاحظہ کریں: سورہ تکویر، آیت ۱۰ (واذا الصحف نشرت) .

۱۰۔ عسکری، سید مرتضیٰ، معالم المدرستین، ج ۲، ص ۱۷۔

۱۱۔ قفازی، ناصر بن عبد اللہ، اصول مذہب الشیعۃ الامامیۃ الاثنا عشریۃ، ج ۱، ص ۲۵۵ و ۲۶۸ و ج ۲، ص ۲۸۸، ۵۹۲، ۵۹۵۔

۱۲۔ ترجمہ آیت: پیغمبر یہ اہل کتاب آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کر دیجئے تو انہوں نے موسیٰ سے اس سے زیادہ سنگین سوال کیا تھا جب ان سے یہ کہا انہیں اللہ کو علی الاعلان دکھلا دیجئے تو ان کے ظلم کی بنیاد پر انہیں ایک بجلی نے اپنی گرفت میں لے لیا پھر انہوں نے ہماری نشانیوں کے آجانے کے باوجود گوسالہ بنالیا تو ہم نے اس سے بھی درگذر کیا اور موسیٰ کو کھلی ہوئی دلیل عطا کر دی۔

۱۳۔ قمی، ابن بابویہ، الاعتقادات، ص ۱۰۱ و ۱۰۲۔ اسی مطلب کو شیخ مظفر نے "عقائد الامامیہ" میں اور علامہ حلی نے شرح باب حادی عشر میں لکھا ہے۔

۱۴۔ امین، محسن، "اعیان الشیعہ"، ج ۱، ص ۹۷؛ صفار، محمد بن حسن، "بصائر الدرجات"، ص ۴۲؛ کلینی، شیخ محمد بن یعقوب، "اصول کافی"، ج ۱، ص ۳۴۶۔۳۴۷۔

۱۵۔ کلینی، شیخ محمد بن یعقوب، "اصول کافی"، ج ۱، ص ۲۳۶۔۲۳۷

۱۶۔ مذکورہ حوالہ۔

۱۷۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۲۵، ۲۶، ۲۷ اور ۴۵؛ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ج ۱، ص ۳۴۶۔۳۴۷

۱۸۔ کلینی، محمد بن یعقوب، "اصول کافی"، ج ۱، ص ۲۴۱؛ قزوینی، محمد کاظم، فاطمہ از ولادت تا شہادت، ص ۱۵۲؛ مجلسی، محمد باقر، "بحار الانوار"، ج ۲۲، ص ۵۴۵۔

۱۹۔ مجلسی، محمد باقر، "بحار الانوار"، ج ۴۳، ص ۸۰؛ کلینی، محمد بن یعقوب ج ۱، ص ۲۹۶۔

۲۰۔ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، جلد ۱، ص ۳۴۶۔

۲۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۲

۲۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۵۔۴۷

۲۳۔ سورۂ مریم، آیت ۱۶۔۲۶

۲۴۔ سورۂ ہود، آیت ۶۹۔۷۳

۲۵۔ سورۂ ذاریات، آیت ۲۴۔۳۰

۲۶۔ بخاری، محمد بن عبداللہ، صحیح بخاری، ص ۶۵۵۔ موصوف نے اس حدیث کو ابوہریرہ کی سند کے ساتھ پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے۔

۲۷۔ سورۂ قصص، آیت ۷۔ (رنجیدہ اور غمگین نہ ہو)

۲۸۔ سورۂ قصص، آیت ۷

۲۹۔ سورۂ نحل، آیت ۶۸

۳۰۔ سورۂ زلزلہ، آیت ۱۔۵۔

۳۱۔ سورۂ فصلت، آیت ۱۲۔

۳۲۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۷۸

۳۳۔ قرآن کریم، میں یہ لفظ آٹھ مقامات پر آیا ہے جیسے سورۂ اعلیٰ، آیت ۱۹، سورۂ مدثر، آیت ۵۲؛ سورۂ تکویر، آیت ۱۰؛ سورۂ عبس، آیت ۱۳۔۱۶؛ اور اس لفظ کے بارے میں مفردات میں راغب نے لکھا: قیل: "ارید بھا القرآن"

قیل کی تعبیر خود ضعیف قول کی حکایت کرتی ہے اس کے علاوہ لفظ صحیفہ کا معنی قرآن نہیں ہے بلکہ " قرآن " ارادہ کیا گیا ہے۔

۳۴ ۔ اسی لفظ کے ضمن میں ان لغات کا مطالعہ فرمائیں: مفردات راغب، فرہنگ بزرگ جامع نوین، ج۱، نور اللغات، ج ۱۳؛ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۲؛ لاروس خلیل؛ مجمع البحرین وغیرہ۔

۳۵ ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، ج۱، ص ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰ (اختصار کے مد نظر احادیث کو نہیں ذکر کیا گیا ہے لیکن قارئین مذکورہ حوالہ اور " الموسوعۃ الکبریٰ عن فاطمۃ الزہرا "، ج ۱۹، ص ۳۳۰ میں مطالعہ کر سکتے ہیں)۔

۳۶ ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، "اصول کافی"، ج۱، ص ۳۴۹، حدیث ۲۔

۳۷ ۔ جعفر الہادی، "مصحف فاطمہ"، جزوہ شمارہ ۱۳، سازمان مدارس، قم، ۱۳۸۰ھ ش

۳۸۔ البتہ یہ باتیں قرآن کے سلسلہ میں نہیں آتی چونکہ قرآن معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمان کی شناخت تھا اس لئے اسے کم از کم کوئی مسلمان نہ نذر آتش کر سکتا تھا اور نہ مٹا سکتا تھا۔

۳۹ ۔ کلینی، محمد بن یعقوب، "اصول کافی"، ج۱، ص ۳۲۷، حدیث ۳۔

۴۰ ۔ محمد بن جریر، دلائل الامامۃ، ص ۲۷ ماخوذ از موسوعۃ الکبریٰ عن فاطمۃ الزہرا، ج ۱۹، ص ۳۲۰۔

۴۱ ۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار ج ۲۶، ص ۳۹؛ کلینی، محمد یعقوب، اصول کافی، ج ۱ ص ۲۳۹، باب ۹۶

۴۲ ۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۳۷

۴۳۔ آقا بزرگ طہرانی، الذریعہ، ج ۲۱، ص ۱۲۶، رقم ۴۲۴۸۔

ادعیہ و مناجات جناب فاطمہ زہرا (س)

ناظم علی واعظ خیر آبادی

انسانی زندگی میں دعا کی ضرورت عظمت اور اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے طبیعی اور مادی تمام وسائل اور اسباب کے شکست خوردہ ہوجانے اور ظاہری طورپر ہمہ جہت دروازوں کے بند ہوجانے کے بعد ہر شخص اپنی حاجت کو حاصل کرنے کے لئے اس پروردگار کی بارگاہ کی جانب رخ کرتاہے جو "إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" کاصادق اعلان کرچکا ہے۔ جب ہر طرف سے امید کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو خداوند عالم کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرتاہے دعاکرنے اور اس کی قبولیت کا اظہار قرآن کریم میں خداوند عالم نے ان الفاظ میں کیا ہے: "ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" (سورہ: ۴۰، آیت :۶۰) تم مجھ سے دعاکرو میں اسے قبول کروں گا۔ معصومؑ نے دعا کو مومن کا اسلحہ قرار دیاہے۔

اَلدُّعَاءُ سِلَاحُ المُومِنْ وَعَمُودُ الدِّيْنِ وَنُورُ السَّمٰاواتِ وَالْاَرْضِينَ۔ ۱۔

دعامومن کو کا اسلحہ ، دین کا ستون اور آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

اَلدّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ وَلَا يَهْلِكُ مَعَ الدُّعَاءِ اَحَدٌ۔ ۲۔

دعا عبادت کا مغز ہے۔ دعا اگر ساتھ ہوتو کوئی ہلاک نہیں ہوتاہے۔ ظاہر ہے کہ بزبان قرآن کریم جنّات اور انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے اور اس کا مغزدعا ہے عبادت میں روح وجان دعا سے پیداہوتی ہے۔ عبادتوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ رب اور پیغمبرؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے اور نماز بغیر سورۂ فاتحہ کے نہیں ہوسکتی۔ لَاصَلاۃَ اِلاّ بِفَاتِحَۃِ الکِتَاب اور سورۂ فاتحہ مقدمۂ دعا اور دعا پر مشتمل ہے۔ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔" سے پہلے دعا کرنے کے سلیقہ کی تعلیم دی گئی ہے۔

تیسری حدیث میں بیان ہوا ہے:

اَلدُّعَاءُ مَقَالِيْدُ الْفَلَاحِ وَمَصَابِيحُ الْنَّجَاحِ۔ ۳۔

دعا فلاح کی کنجی اور کامیابی کا چراغ ہے۔ اسی سے ملتے جلتے الفاظ میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا ہے۔

اَلدُّعَاءُ مِفْتَاحُ الرَّحْمَةِ وَمِصْبَاحُ الظُّلمَةِ۔ یا اَلدُّعَاءُ مَفَاتِیحُ النَّجَاحِ وَمَقَالِیدُ الْفَلاَحِ۵۔

دعا رحمت کی چابی اندھیرے کا چراغ ہے۔

دعا کے ترک کرنے کو معصیت قرار دیا گیا ہے، خداوند عالم کی نگاہ میں پسندیدہ عمل دعا ہے، سب سے زیادہ عاجز وہ انسان ہے جو دعا سے عاجز ہو جائے، دعا انبیاء کا بھی اسلحہ ہے، قضاء الٰہی کو دعا ختم کر دیتی ہے، دعا ہی سے آخر میں ہر مرض سے شفا حاصل کی جاتی ہے، امواج مصائب وبلا کو دعا سے دور کیاجاتاہے، دعا کے ساتھ خداوند عالم رحمت کے دروازے کھول دیتاہے، دعا لوہے کے اسلحہ سے زیادہ کار آمد ہے، جملہ حاجات کے موقع پر دعا کا سہارا لینا چاہئے، دعا کے ذریعہ بندہ الٰہی دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے تو رحیم وکریم پروردگار اس کے لئے کھول دیتاہے البتہ دعا کی قبولیت کے کچھ شرائط بھی بیان کئے گئے ہیں، اگر ان شرائط کے مطابق دعا کی جائے گی تو خداوند عالم ضرور قبول کرے گا۔ ان شرائط کو بھی معصومینؑ نے بیان فرمایا ہے، ان کا مختصر تذکرہ یہ ہے۔ دعا پروردگار عالم کی بارگاہ میں کی جاتی ہے تو اس کی معرفت لازم ہے، معرفت کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی ہے، معرفت رب کے ساتھ اس کا حق ادا کرنا (اطاعت کرنا) لازم وضروری ہے۔غذا اور کسب کو پاکیزہ ہونا چاہئے۔گناہ سے پرہیز ہو۔ ظلم نہ کیاجاتاہو۔ دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرے۔دعا کو حقیر نہ سمجھے۔ مطلوب کو کثیر نہ جانے، طلب کرنے میں بلند ہمت ہو۔ دعا کو عام رکھے۔ یعنی اپنے لئے دعا سے پہلے دوسرے کے لئے دعا کرے۔ رازدارانہ دعا کرے۔ مناسب اوقات میں دعا کرے۔ قبولیت کے بارے میں حسن ظن رکھے۔ جماعت کے ساتھ دعا کرے۔ دعامیں الحاح کرے اس کے ساتھ معصومینؑ نے یہ بھی بیان فرمادیا ہے کہ کن لوگوں کی قبول ہوتی ہے اور کن افراد کی دعا بارگاہ اجابت تک نہیں پہنچتی ہے۔

دعا کی اہمیت وعظمت نے دوستان خدا کو برابر اس کی جانب متوجہ رکھا وہ دعا کرنے کے عادی رہے قرآن مجید میں انبیاء ومرسلین، صالحین وصدیقین کی متعدد دعاؤں کو ذکر کیا گیا ہے۔ مرسل اعظمؐ پیغمبر ختمی مرتبت کی حیات طیبہ میں بھی دعاؤں کی کثرت اور امت مسلمہ کو اس کی جانب رغبت دلائی گئی ہے۔

جناب معصومہ زہراؑ آغوش نبوت ورسالت کی پروردہ بضعۃ الرسول ہیں۔ انہوں نے پیغمبر اکرمؐ کی پاکیزہ زندگی کو بے حد قریب سے دیکھا ہے ان کی سیرت برابر ان کی نگاہوں کے سامنے رہی

ہے، انہیں بارگاہ پروردگار عالم سے علم حاصل ہوا ہے، ان کی حیات نمونۂ عمل ہے چنانچہ پیغمبرؐ کے صحابی جناب جابر بن عبد اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ عَلِيّاً وَزَوَجْتَهٗ وَاَبْنَاءَ هٗ حُجَجُ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِه وَهُمْ اَبْوَابُ الْعِلْمِ فِى اُمَّتِى مَنِ اهْتَدٰى بِهِم هُدَىٰ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔٦۔

اللہ نے علیؑ اور ان کی زوجہ (فاطمہ) اور ان کے فرزندوں کو اپنی مخلوق پر حجت قرار دیا ہے۔ یہ میری امت میں علم کا دروازہ ہیں جس نے ان سے ہدایت حاصل کی اسے صراط مستقیم کی ہدایت ملی۔

جناب معصومہؑ نے آسمانی اور ربّانی علوم کے صاف شفاف چشمہ سے آب زلال نوش فرمایا، اور قلب بیدار کو حکمت ومعرفت کے انواع واقسام سے لبریز کیا۔ انہوں نے زبان وحی ترجمان رسالت مآب سے بھی حقائق ومعارف آسمانی کو حاصل کیا اور بہت سے احکام، دعا، مناجات، حکمت اور اخلاقی امتیازی شان وشوکت سے خود کو آراستہ کیا، انہوں نے بہت سے کلمات کو الہامی طورپر بھی پایا، کیونکہ وہ محدثہ تھیں چنانچہ انہوں نے بہت سے سوالات کے جوابات بھی عطا کیے اس طرح تعلیم وتدریس کا فریضہ بھی انجام دیا، انہیں تعلیم دین کے پہنچانے سے بے حد محبت تھی، جب ایک عورت نے مسلسل سوالات کیے اور آپؑ برابر جواب دیتی تھیں تو اس عورت کو یہ احساس ہوا کہ جواب کی باربار زحمت دی ہے اس نے معذرت کی تو آپؑ نے فرمایا کہ اس میں اتنا اجرو ثواب ملتا ہے کہ اس کا شمار کرنا مشکل ہوتاہے(یہ واقعہ مفہومی طورپر عرض کیا گیا ہے، واقعہ کی تفصیل علامہ مجلسیؒ نے "بحار الانوار" میں تحریر کی ہے) افسوس یہ ہے کہ شہزادی زہراؑ کی حیات طیبہ بہت مختصر یعنی کل ۱۸/ سال کی تھی اور مورخین کی عصبیت پرستی نے بھی ان کے خصائص و امتیازات کو باقاعدہ بیان بھی نہیں کیا۔ واضح طورپر حقائق وحالات، علوم ومعارف کے پہچانے کے دو مواقع تاریخ میں ملتے ہیں ایک وہ موقع جب ارباب حکومت نے حق زہراؑ فدک غصب کرلیا تھا تو آپ نے ایک طولانی خطبہ مسجد میں ارشاد فرماکر حقیقت سے باخبر کیا۔ اور دوسرا خطبہ آپؑ نے انصار ومہاجرین کی عورتوں کے درمیان ارشاد فرماکر ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اتار دیے۔

معصومہؑ نے حقائق کو واضح کرنے کا طریقہ دعا ومناجات میں اختیار فرمایا۔ آپ کی جو دعائیں کتابوں میں ملتی ہیں وہ اسلامی تعلیمات ومعارف کا ایک دفتر ہونے کے ساتھ آپ کی علمی برتری کی دلیل ہیں۔

ادعیہ صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہراؑ

(۱) حضرت امام حسنؑ کا بیان ہے کہ مادر گرامی جناب فاطمہ زہراؑ نے ارشاد فرمایا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: لخت جگر ! کیا تم نہیں جانتی ہو کہ میں تمہیں ایسی دعا بتادوں کہ جو شخص بھی اسے پڑھے اس کی دعا قبول ہو اور اگر تم اسے پڑھو تو جادو اور زہر کا اثر تم پر نہ ہو، دشمنوں کی جانب سے برائی نہ دیکھو، شیطان قریب نہ آسکے، خداوند عالم سے دور نہ ہو، تمہارا دل حق سے کبھی منحرف نہ ہو، دعا رد نہ ہو، تمہاری آرزو پوری ہو، جناب فاطمہؑ نے کہا پدر بزرگوار! ایسی دعا مجھے بے حد پسندیدہ اور محبوب ہے تو پیغمبرؐ نے یہ دعا بتائی:

يٰا اَعَزُّ مَذْكُورً وَاقْدَماً فِي الْعِزِّ وَجَبَروت يٰا رَحِيْمَ كُلِّ ستر حم وَمَفْزَع كلِ مَلْهُوفٍ اِلَيه يٰا رَاحِمَ كُلِ حَزينٍ يشكو بثه وحزنه اليه. يٰا خَيْرَ مَنْ سُئِلَ الْمَعروفُ وَاَسْرَعَهِ اِعْطَاء يامن يخاف الملائكه المتوقدة بالنور منه اسألك بالاسماء التى يدعوك بها حملة عرشك ومن حول عرشك بنورك يسبحون شفقة من خوف عقابك وبالاسماء التى يدعوك بها جبرئيل وميكائيل واسرافيل الا اجبتنى وكشفت يا الٰهى كربتى وسترت ذنوبى يا من أمر بأصيحة فى خلقه فاذاهم بالساهرة يحشرون وبذالك الاسم احييت بى العظام وَهِيَ رَمِيْمٌ اُحيِ قَلبِى وَاشْرَحْ صَدْرِىْ وَاَصْلِحْ شَانى۔

يَامَنْ خَصَ نَفْسَه بِالْبَقَاءِ وَخَلَقَ لِبَرِيَّتِهِ الْموتَ وَالْحَيَاةَ وَالْفَنَاءَ يَامَنْ فِعْلُه قَوْلٌ وَقَولُهٗ اَمر وامره مَاض عَلٰى مايَشَاءُ۔

اَسْأَلُكَ بِالْاِسمِ الَّذِىْ دَعَاكَ بِهٖ خَلِيلك حين القى فى النار فدعاك به فاستجبت له وقلت يا نار كونى بردا وسلاما على ابراهيم۔

وبالاسم الذى دعاك به موسىٰ من جانب الطور الايمن فاستجبت له وبالاسم الذى خلقت بى عيسىٰ من روح القدس وبالاسم الذى تبت على داؤد وبالاسم الذى وهبت لزكريا يحيىٰ وابالاسم الذى كشفت بى عن ايوب الضُّر وبالاسم الذى تبت به على داؤد وسخرت به لسليمان الريح تجرى بأمره والشياطين وعلمته منطق الطير۔

وبالاسم الذى خلقت به الجن والانس وبالاسم الذى خلقت بى جميع خلقك وبالاسم الذى خلقت بى جميع ماردت من شئى وبالاسم الذى قدرت بى على كل شئى اسألك بهذه الاسماء له ما اعطنيتنى سؤلى وقضيت حوائجى ياكريم۔[۷]

ترجمہ: اے ذکر شدہ میں سب سے عزیز اور سابقین میں سب سے قدیم اپنی عزت وجبروتیت میں، اے رحم طلب کرنے والے پر رحم کرنے والے، اے ہر دل سوختہ کے دادرس، اے ہر مغموم پر رحم کرنے والے جو تیری پرُ شکوہ بارگاہ میں اپنے غم کی شکایت کرتا ہے۔ اے وہ بہترین ذات جس سے نیکی کا سوال کیا جاتاہے اور سب سے جلدی عطا کرنے والے، اے وہ خدا جس سے وہ ملائکہ ہراساں ہیں جو نور سے درخشاں ہیں، میں تجھے تیرے ان ناموں سے پکار رہاہوں جن سے تیرے حاملانِ عرش اور جو تیرے عرش کے ارد گرد رہنے والے تجھے پکارتے ہیں اور تیرے عتاب کے خوف سے تیری تسبیح کرتے ہیں اور جن ناموں سے جبرئیل ومکائیل اور اسرافیل پکارتے ہیں تو میری آواز کو قبول کرلے۔ اے خدا میری مصیبت کو دور کردے اور میرے گناہوں کو چھپالے، اے وہ ذات جس نے ایک چیخ کی آواز کے ذریعہ حکم دے کر اٹھایا اور وہ سب کے سب موت کے خواب گراں سے بیدار اور محشور ہوگئے۔ تجھے اس نام سے پکار کر سوال کررہاہوں جن کے وسیلے سے بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتاہے۔ میرے دل کو حیات دیدے، سینہ کو کشادہ کردے۔ میرے کام کو درست کردے۔ اے وہ ذات جس نے خود کو جاودانی سے مخصوص کیا ہے اور مخلوقات کے لئے موت کو پیدا کیا ہے۔

اے وہ ذات جس کا کردار وگفتار فرمان ہے اور اپنے فرمان کو جس پر چاہتاہے انجام پاتاہے، تجھے میں اس مقدس نام سے پکارتاہوں جس نے اسے تیرے خلیل ابراہیمؑ نے اس وقت پکارا جب وہ آتش نمرود میں ڈالے گئے اور تونے ان کی حاجت پوری کی اور حکم دیا اے آگ ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی کا ذریعہ بن جا۔

تجھے اس نام سے پکارتاہوں جس سے جناب موسیٰؑ نے طور سینا پر پکاراتو تونے ان کی حاجت روائی کی۔

تجھے اس نام سے پکارتاہوں جس کے ذریعہ تونے جناب ایوبؑ کی تکالیف اور زحمات کو دور کیا۔

تجھے اس نام سے پکارتاہوں جس کے سبب تونے جناب داؤد کی توبہ کو زیر فرمان کیا اور پرندوں کی زبان سکھادی، اور اس نام سے بلاتاہوں جس کے وسیلہ سے تونے جناب زکریّا کو یحیٰؑ عطا کیا اور جناب عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے روح القدس سے پیدا کیا اور اس عظیم نام سے جس کے پر تو سے عرش وکرسی کو ظاہر کیا اوراس بابرکت نام سے جس کی وجہ سے تونے جن وانس کو وجود بخشا اور اس بیش قیمت نام سے جس کے سبب تو نے تمام مخلوقات اور موجودات کو ظاہر کیا اور اس گراں قدر نام سے پکارتاہوں جس کی برکت سے تمام امور کو تونے انجام دیا۔

ہاں میں ان تمام پرُ شکوہ باعظمت ناموں سے پکارتاہوں کہ تو میری حاجتوں کو برلا اور تمام ضرورتوں کو اس کی برکت سے پورا فرما۔

پیغمبر اسلامؐ نے اس دعا کے آخر میں فرمایا ہے اے لخت جگر فاطمہ (س) ! جب تم اس دعا کو پڑھوگی تو خدا کی بارگاہ سے جواب ملے گا ہاں ہاں تمہاری حاجتیں پوری کردی گئ ہیں۔

(۲) دوسری دعا جو جناب معصومہ کی ملتی ہے وہ یہ ہے:

اللهم قنعني بما رزقتني واسترني وعافني ابدا ما ابقيتني واغفرلي وارحمني اذا توفيتني، اللّهمّ لا تعيني في طلب مالم تقدر لي وما قدرته علي فاجعله ميسرا سهلا، اللهم كاف عني والدی وكل من له نعمة علي خير مكافاة .اللهم فرغني لما خلقتني له ولا تشغلني بما تَكَفَّلْتْ لي به .لا تعذ بطني وانا استغفرک ولا تحرمني وانا اسالک اللهم ذلل نفسي وعظم شانک في نفسي والهمني طاعتک والعمل بما يرضيک والتجنب عما يسخطک يا ارحم الراحمين۔ ۸؎

ترجمہ : خدایا مجھے اس روزی پر قانع بنا جو تونے مجھے دی ہے ، میرے عیب کو چھپالے اور جب تک مجھے باقی رکھ اپنی آغوش لطف میں رکھ مجھے بخش دے اور مجھے موت کے بعد رحمت سے سرفراز فرما۔ خدایا جو روزی تونے میرے لیے نہیں قرار دی ہے اس کی تکلیف میں رکھ مجھے بخش دے اور مجھے موت کے بعد رحمت سے سرفراز فرما۔ خدایا جو روزی تو نے میرے لیے نہیں قرار دی ہے اس کو نہ دے اور جو میری روزی رکھی ہے وہ سہل اور آسان بنا۔ خدایا میرے والدین اور ان افراد کو جنہوں نے مجھے نعمت دی ہے بہترین جزادے ، خدایا جس کے لیے تونے مجھے پیدا کیا ہے اس سے آسودہ خاطر قراردے اور مجھے اس سے دور نہ رکھ جس کی تونے مجھے تکلیف دی ہے مجھے عذاب میں مبتلا نہ کرجب کہ میں تیری بارگاہ میں استغفار کررہاہوں۔ میں تجھ سے سوال کررہاہوں تو مجھے محروم نہ کر۔

خدایا میرے نفس کو میری نگاہ میں پست بنادے اور اپنے مرتبہ کو میرے نفس میں عظیم قرار دے۔ اپنی اطاعت مجھے عطا کر اور وہ عمل دے جس کو تو پسند کرتاہو اور جس سے راضی ہو اور اس سے پرہیز کی قوت عطا کر جس سے ناراض ہوتاہے۔ اے سب سے بڑے رحم کرنے والے پروردگار۔

(اگر اس دعا کو غوروفکر کے ساتھ پڑھا جائے تو ایک بندہ کی زندگی مکمل طورپر خوبیوں اور محاسن کردار کی حامل ہوسکتی ہے جس میں قناعت ، عافیت ، مغفرت واطاعت کے سوال کے ساتھ خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے پرہیز کرنے کا سبق بتایا گیا ہے، ظاہر ہے کہ بندہ کی زندگی میں اگر نیکیاں

آ جائیں اور برائیوں سے پرہیز ہو جائے تو یہی مکمل کامیاب زندگی ہے جس کا فائدہ دنیا اور آخرت دونوں مقام پر حاصل ہوتا ہے۔)

(۳)۔ مجمع جہانی اہل بیت ایران کی جانب سے شائع شدہ کتاب "پیشوایان ہدایت صدیقہ کبریٰ" میں چند دعاؤں کو نقل کیا گیا ہے جو ایک بندہ کی زندگی کو مکمل لائحہ عمل کی جانب نشاندہی کرتی ہے۔

جناب معصومہ زہرا(س) رات آنے کے بعد محراب عبادت میں قیام فرماتی تھیں مکمل توجہ سے نماز ادا کرتیں، بارگاہ رب میں دنیا سے بے تعلق ہو کر دعا و مناجات میں مصروف ہو جاتی تھیں انکی چند دعاؤں کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنّی اَسْأَلُکَ وَقُوَّةً فِی عِبَادَتِکَ وَتَبْصِراً فِی کِتَابِکَ وَفَهْماً فِی حُکْمِکَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَلاَ تَحْمِلِ القُرْآنَ بِنَا مَاحِلاً وَالصِّرَاطَ زَائِلاً وَمُحَمَّداً ﷺ عَنّا مولیاً ۹

ترجمہ: خدایا میں تجھ سے عبادت کی قوت، کتاب (قرآن) کی آیتوں میں بصیرت، تیرے احکام میں فہم وادراک چاہتی ہوں، خدایا محمدؐ وآل محمدؐ پر رحمت ودرود نازل فرماقرآن کو فہم کی دسترس سے دور، صراط کو زائل اور محمدؐ کو ہم سے رو گرداں نہ قرار دے۔

(۲)۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّل یَومِی هٰذا افلاحاً وَاَوْسَطَهُ سَلاَماً وَآخِرَه نَجَاحاً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآل مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ اَنَابَ اِلَیْکَ فَقَبِلْتَه وَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فَکَفَیْتَه وَتَضَرَّعَ اِلَیْکَ فَرَحِمْتَه. ۱۰

ترجمہ: خدایا میرے اس دن کے آغاز کو رستگاری اور درمیان دن کو موفقیت اور آخر کو کومیابی قرار دے، خدایا درود نازل کر محمدؐ وآل محمدؐ پر، اور ہم کو ان لوگوں میں قرار دے جنہوں نے تیری توبہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو تونے قبول کیا۔ تجھ پر توکل کیاتوتو ان کے لئے کافی ہوا، تضرع وزاری کیاتو تونے انہیں رحمت عطا کی۔

(۳)۔ اَللّٰهُمَّ اِنّی اَسْئَلُکَ الهُدیٰ واتقی والعفاف والغنی والعمل بما تحب وترضی۔ اَللّٰهُمّ انّی اَسْأَلُکَ مِن قُوتِک لضعفنا وَمِن غناک لفقرنَا وَفَاقتنا وَمِن حلمک وَعلمک لجهلنا اَللّٰهُمّ صَلّی عَلٰی مُحَمّد وَآل مَحَمّد وَاعنّا علٰی شُکرِک وَذِکرِک وَطَاعتک وَعبَادتک یَا اَرْحَم الرّاحِمِین۔ ۱۱

ترجمہ: خدایا میں تیری بارگاہ بیکس پناہ میں ہدایت، تقویٰ پاک دامنی، بے نیازی اور تیرے پسندیدہ عمل کا سوال کرتا ہوں، خدایا اپنی ناتوانی کے مقابل میں تیری قوت اور فقر وفاقہ کے مقابلہ میں تیری قوت اور فقروفاقہ کے مقابلہ میں تیری بے نیازی اور جہالت کے مقابلہ میں تیرا علم وحلم چاہتاہوں۔ خدایا درود نازل فرمامحمدؐ وآل محمدؐ پر اور میری مدد فرما اپنے شکر، ذکر طاعت وعبادت پر۔ اے سب سے عظیم رحم کرنے والے۔

اللّھمّ بعلمک الغیب وقدرتک علی اخلق احینی ما علمت الحیاۃ خیرا لی وتوفنی اذاکنت الوفاۃ خیرا لی اللھم انّی اسئلک کلمۃ الاخلاص وخشیتک فی الرضاء والغضب والقصد فی الغنی والفقر واسئلک لغیما لا ینفد واسئلک قرۃ عین لا تنطع واسئلک الرضا بالقضاء واسئلک برد العیش بعد الموت واسئلک النظر الی وجھک والشوق الی لقائک من غیر ضراء مضرۃ وال افتنۃ مظلمۃ الّلھم زینا بزینۃ الایمان واجعلنا ھداۃ مھدیین یارب العالمین۔۱۲؎

ترجمہ: خدایا تجھے تیرے علم غیب اور مخلوقات پر کمال قدرت کا واسطہ تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تو میری زندگی کو خیر جانے اور جب میری وفات میں خیر ہوتو مجھے موت دیدے، خدایا میں تیری بارگاہ میں سوال کرتاہوں کلمہ اخلاص کا رضا مندی اور غضب میں تیرے خوف کا اور مالداری اور فقیری میں میانہ روی کا میں تجھ سے ایسی نعمت چاہتاہوں جو ختم نہ ہوتی ہو اور ہمیشہ کی آنکھوں کی روشنی چاہتاہوں میں تجھ سے قضاء الٰہی پر رضا چاہتاہوں۔ میں تجھ سے موت کے بعد سعادت مند زندگی چاہتاہوں، تیرے چہرے پر نگاہ رکھنے اور تیری ملاقات کے شوق کا طلب گارہوں بغیر اس کے کہ کوئی ضرر پہنچے اور کوئی زیاں انگیز فتنہ ہو۔ خدایا مجھے ایمان کی زینت سے آراستہ کردے اور اپنی بارگاہ سے ہدایت یافتہ قرار دے۔ اے عالمین کے پروردگار۔

(۴)۔ امام چہارم حضرت زین العابدینؑ کا بیان ہے کہ میرے والد بزرگوار نے مجھے سینہ سے لگاکر فرمایا، اے روشنی چشم میرے پاس ایک دعامادر گرامی جناب فاطمہ زہرا(س) کی یادگار ہے میں تمہیں اسے عطاکرتاہوں۔ یہ دعا پیغمبر اسلامؐ نے انہیں بتائی جسے جبریل آنحضرتؐ کے پاس لائے تھے تاکہ غم اندوہ بلاومصیبت اور سخت ترین خطرناک موقع پر پڑھیں:

بحق یٰسین والقرآن الحکیم بحق طہ والقرآن العظیم یامن یقدر علی حوائج السائلین یامن یعلم مافی الضمیر یامنفس عن المکر وبین یامفرج عن المغمومین یا ارحم الشیخ الکبیر یارزاق الطفل الصغیر یامن لایحتاج الی التفسیر صل علی محمد وآل محمد وآل محمد وافعل بی۔

یٰسین اور قرآن حکیم کے حق کا واسطہ طہ و قرآن عظیم کا واسطہ اے وہ ذات وحدہ لاشریک جو سوال کرنے والوں کی حاجت پر قدرت رکھتی ہے، جو دل کے چھپے راز کو جانتی ہے جو غم زدوں کی فریادرس ہے، جو غم والوں کا غم دور کرتی ہے جو ضعف پر رحم کرتی ہے جو بچے کو رزق عطاکرتی ہے، جس کی تفسیر کی ضرورت نہیں ہے۔ درود نازل فرما محمدؐ وآل محمدؐ پر اور میرے ساتھ مناسب سلوک فرما۔

جب جناب فاطمہ زہرا(س) پیغمبر اکرمؐ سے ملاقات ودیدار کے لئے آئیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا میوۂ دل میں تمہیں قیمتی چیز عطا کرتا ہوں تم یہ دعا پڑھا کرو:

اللّهمّ ربّنا وربّ كلّ شئى منزل التوراة والانجيل والفرقان وفالق الحب والنوىٰ اعوذبک من شر كل دابة انت آخذ بناصيتها انت الاول فليس قبلک شئى وانت الآخر فليس بعدک شئى وانت الظاهر فليس فوقک شئى وانت الباطن فليس دونک شئى صل على محمد وعلى اهل بيته عليه و عليهم السّلام واقض عنى الدين وأغننى من الفقر ويسر لى كل الامر يا أرحم الرّاحمين۔ ۱۳؎

ترجمہ: اے میرے اور تمام چیزوں کے پالنے والے خدا۔ توریت، انجیل اور قرآن کے نازل کرنے والے۔ دانہ کو شگافتہ کرنے والے، میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر چو پائے کے شر سے، کیونکہ اس کی مہار تیری قدرت میں ہے۔ جس سے قبل کوئی چیز نہیں ہے۔ ایسا آخر ہے جس کے بعد کچھ نہیں ہے۔ ایسا ظاہر ہے اس کے اوپر کچھ نہیں ہے۔ ایسا باطن ہے کہ تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ درود نازل فرما محمدؐ واہلبیتؑ پر۔ میرے قرض کو ادا کردے فقیری کو مالداری میں بدل دے۔ میرے سارے کام آسان کردے۔ اے سب سے بڑے رحم کرنے والے۔

(۶)۔دعائے نور حضرت فاطمہ زہراؑ

یہ دعا اہل علم ومعرفت کے درمیان مشہور ومعروف اور بخار کے علاج کے لئے صدیوں سے نسلوں میں مخصوص اثر کی حامل رہی ہے۔ اس کا برابر تجربہ بھی کیا گیا ہے، علماء اعلام نے اپنی کتابوں میں اسے نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سید بن طاؤس نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

سلمان فارسی کا بیان ہے کہ میں نے یہ دعا جناب معصومہؑ سے سیکھی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ زندگی میں بخار کے مرض میں مبتلا نہ ہو تو اس دعا کو صبح وشام پڑھو جسے میرے پدربزرگوار نے تعلیم کیا تھا میں بھی برابر اسے صبح وشام پڑھتی ہوں۔ وہ دعا یہ ہے:

بِسْمِ اللهِ النُّوْرِ بِسْمِ اللهِ النُّوْرِ بِسْمِ اللهِ النُّوْرِ عَلٰى نُوْرٍ بِسْمِ اللهِ هُوَ مُدَبِّرُ الْاُمُوْرِ بِسْمِ اللهِ الَّذِى خَلَقَ النُّوْرَ مِنَ النُّوْرِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ النُّوْرَ مِنَ النُّوْرِ وَاَنْزَلَ النُّوْرَ عَلَى الطُّوْرِ فِى كِتَابٍ مَسْطُورٍ فِى رَقٍّ مَّنْشُورٍ بِقَدْرٍ مَقْدُوْرٍ عَلٰى نَبِىٍّ مَحبُورٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هُوَ بِالْعِزِّ مَذْكُوْرٌ وَبِالْفَخْرِ مَشْهُوْرٌ وَعَلَى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ مَشْكُوْرٌ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ۔ ۱۴؎

ترجمہ: خدائے نور کے نام سے اس خدا کے نام سے جو نور کا نور ہے، اس خدا کے نام سے جو نور

ہے، اس خدا کے نام سے جو امور کی تدبیر کرنے والا ہے، اس خدا کے نام سے جس نے نور کو نور سے خلق کیا، حمد اس خدا کی جس نے نور کو نور سے پیدا کیا اور نور کو طور سینا پر نازل کیا۔ اس کتاب میں جو لکھی ہوئی ہے کھلے ہوئے صفحہ میں معین اندازہ کے ساتھ اس نبی پر جسے نعمت دی گئی ہے۔ حمد اس الہ کے لئے جو عزت اور غلبہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور فخر کے ساتھ مشہور ہے آرام وتکلیف میں شکریہ کے قابل ہے اور اللہ کا درود ہو میرے سردار محمدؐ اور ان کی آل پاک پر۔

جناب سلمان نے اپنی روایت میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ میں نے اس دعا کو مکہ اور مدینہ میں ایک ہزار سے زیادہ افراد کو تعلیم کیا جو بخار کی بیماری میں مبتلا ہوئے، انہوں نے اسے پڑھا اور خداوند عالم کے لطف ورحمت سے اس سے نجات پا گئے۔

(۷)۔ امیر المومنین حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ دختر پیغمبر اسلامؐ سے بے خوابی کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا کہ غم واندوہ اور بے خوابی کو دور کرنے کے لئے یہ دعا پڑھو:

یَامُشْبِعَ الْبُطُونِ الجَائِعَة وَیَاکَاسِیَ الْجُسُوم العَارِیَة وَیَاسَاکِنَ العُرْوقِ الضَّارِیة وَیَامَنُومَ الْعُیونِ السَّاهِرَةَ سَکِّنْ عُرُوقِي الضَارِیة وَاَذِّنْ لِعَیْنِی نَوما عَاجِلاً[۵]

ترجمہ: اے بھوکے شکم کو سیر کرنے والے خدا، اے بے لباس جسم کو لباس پہنانے والے اللہ، اے لوگوں کو سکون دینے والے خدا، اے جاگتی آنکھوں کو سلانے والے اللہ، میری رگ کو سکون عطا کرو اور میری آنکھ کے لئے نیند کا حکم دے۔

(۸)۔ قید خانہ سے رہائی حاصل پانے سے متعلق ایک دعا جناب معصومہؑ کی محدث قمی نے بحوالہ سید بن طاؤس نقل کیا ہے۔ سید نے اپنی کتاب "مہج الدعوات" میں فرمایا ہے کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص شام میں بہت مدت سے قید میں تھا۔ اس نے حضرت زہرا (س) کو خواب میں دیکھا، آپؐ نے اس سے فرمایا کہ اس دعا کو پڑھو۔ جب اس شخص نے دعا کو پڑھا تو اس نے قید سے رہائی پائی اور اپنے گھر واپس لوٹ آیا:

اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ الْعَرْشِ وَمَنْ عَلَاهُ وَبِحَقِّ الْوَحْیِ وَمَنْ اَوْحَاهُ وَبِحَقِّ النَّبِی وَمَنْ بَنَاهُ وَبِحَقِّ الْبَیْتِ وَمَنْ بَنٰاهُ یَاسَامِعُ کُلَّ صَوْتً یَا جَامِعَ کُلِّ فَوْتٍ یَا بَارِیَ النُّفُوسِ بَعْدَ الْمَوْتِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَیْتِه وَآتِنَا وَجَمِیعَ الْمُومِنِین وَالْمُومنَات فِی مَشارق الارض ومغار بها فرجامن عندک عاجلا بشهادة ان لا اله الا الله وان محمّد اعَبْدِکَ وَرَسُولِکَ صَلی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَعَلٰی ذُرِّیَّتِهِ الطَّیِّبِین الطَّاهِرِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً[۶]

ترجمہ: حق عرش اور اس کے بلند کرنے والے کا واسطہ، وحی کے حق اور اس کے نازل کرنے والے

کا واسطہ ، نبی کے حق اور اسے نبی بنانے والے کا واسطہ ، خانۂ کعبہ اور اس کے بنانے والے کے حق کا واسطہ ، اے ہر آواز کے سننے والے ، اے ہر فوت شدہ کو جمع کرنے والے درود ورحمت نازل فرما محمدؐ اور ان کے اہل بیتؑ پر اپنی بارگاہ سے۔ جلد از جلد ہمیں کشادگی عطا فرما اور ان تمام مومنین ومومنات کو جو زمین کے مشرق ومغرب میں رہتے ہیں اس گواہی کے ساتھ کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ تیرے بندے اور رسولؐ ہیں۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر ان کی آل پر اور پاک وپاکیزہ ذریت پر اور کثرت سے سلام ہو۔

مذکورہ دعاؤں کے بغور پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جناب معصومہؑ نے دعا کرنے کا سلیقہ اور طریقہ عملی طورپر اس طرح بیان کردیا ہے کہ:

دعاکرنے والے کو خلوص نیت کے ساتھ بارگاہ رب العزت وقاضی الحاجات سے لگاکر اس کے اسماء حسنی اور صفات کاملہ کو پہلے اپنی زبان پر جاری کرنا چاہئے جس کی تصدیق دل بھی کررہاہو، پیغمبرؐ وآل پیغمبرؐ پر درود خود بھی بھیجنا چاہئے اور خداوند عالم سے رحمت کی دعا بھی کرنا چاہئے اس کے بعداپنی حاجت کو پیش کرنا چاہئے اور قلب وضمیر عقل وفکر کو بھرپور ان الفاظ کا ساتھ دینا چاہئے کیونکہ دل سے نکلی ہوئی بات کا اثر ہوتاہے:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

منابع ومآخذ

۱۔ کافی، ج ۲، ص۴۶۸، بحار، ج: ۹۳، ص ۲۹۴/مکارم الاخلاق، ص ۹۷/فلاح الاسائل، ص ۲۸۸۔
۲۔ بحار، ج ۹۳، ص ۳۴۱
۳۔ بحار، ج ۹۳، تنبیہ الخواطر، ص ۳۹۰
۴۔ بحار، ج ۹۳، ص۳۰۰
۵۔ اصول کافی، جلد ۴، ص۲۱۴
۶۔ شواہد التنزیل حسکانی حنفی، ج ۶، ص ۷۶
۷۔ نہج الدعوات سید بن طاؤس، ص ۱۴۱
۸۔ نہج الدعوات سید بن طاؤس، ص ۱۴۱

۹۔ پیشوایان ہدایت (صدیقہ کبریٰ) ص ۲۹۳، گروہ مولفان مجمع جہانی اہل بیتؑ ایران،
۱۰۔ پیشوایان ہدایت (صدیقہ کبریٰ) ص ۲۹۳، گروہ مولفان مجمع جہانی اہل بیتؑ ایران،
۱۱۔ پیشوایان ہدایت (صدیقہ کبریٰ) ص ۲۹۳، گروہ مولفان مجمع جہانی اہل بیتؑ ایران،
۱۲۔ فاطمہ الزهرا من المهد الى اللحد سید کاظم قزوینی، ص ۳۴۰، ایران
۱۳۔ فاطمہ الزهرا من المهد الى اللحد سید کاظم قزوینی، ص ۳۴۰، ایران
۱۴۔ نہج الدعوات سید بن طاؤس، مفاتیح الجنان شیخ عباس قمی، پیشوایان ہدایت (صدیقہ کبریٰ ص ۲۹۳)
۱۵۔ فاطمہ زہرا از ولادت تا شہادت، سید کاظم قزوینی، ص ۳۴۰، ایران
۱۶۔ مفاتیح الجنان شیخ عباس قمی، ص ۱۰۴، مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ

مسند فاطمہ زہرؑا ایک تعارف

پروفیسر سیّد فرمان حسین

مسند کے معنی

مسند کی جمع مسانید ہے۔ مسند، اس روایت کو کہتے ہیں جس کے راویوں کا سلسلہ معصوم تک مذکور ہو۔ اس کے مقابل مسلسل ہے اور اس حدیث کو مسلسل کہا جاتا ہے جس کے راویوں کا سلسلہ منقطع ہو۔

مسند اس کتاب کو بھی کہتے ہیں جس میں احادیث کی جمع آوری میں کسی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہو، مثلاً جن اصحاب نے معصوم سے روایت کی ہو ان کا تذکرہ حروف تہجّی کی ترتیب کے لحاظ سے ہو، یا ان کا ذکر سبقت اسلامی کی بنیاد پر ہو، یا کسی خاص خاندان سے تعلق کی بنا پر ہو، یا زمانہ کے تقدم و تاخر کی بنا پر ہو، چاہے وہ حدیثیں صحیح ہوں یا غیر صحیح ہوں۔

جناب سیّدہ فاطمہ الزہراء صلوات اللہ و سلام اللہ علیہا سے منسوب تین کتابیں اس وقت تک راقم السطور کے علم میں ہیں :

۱۔ صحیفۃ الزہراؑ ۲۔ مصحف فاطمہ ۳۔ مسند فاطمۃ الزہرا علیہا السلام

۱۔ صحیفۃ الزہراؑ کو جواد قیومی اصفہانی نے مرتب کیا اور مؤسسہ نشر اسلامی قم نے اسے شائع کیا ہے۔ راقم السطور نے اس کے دوسرے ایڈیشن کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں کل ۳۵۶ صفحات ہیں۔ ایک صفحہ پر عربی عبارت ہے اور اس کے مقابل صفحہ پر فارسی ترجمہ ہے یعنی کل عربی عبارتیں ۱۷۸ صفحات پر مشتمل ہیں۔

پہلی فصل میں شہزادیٔ کونین سے منقول دُعائیں درج کی گئی ہیں اور ان کے موضوعات مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ اللہ کی حمد اور اس سے حاجتوں کے لئے دُعائیں۔

۲۔ نماز سے متعلق دُعائیں۔

۳۔ رنج و غم دور کرنے اور حاجتوں کے پورا ہونے کے لئے دُعائیں۔

۴۔خطرات اور بیماریوں سے حفاظت کے لئے دُعائیں ۔
۵۔ایّام ہفتہ اور مہینوں سے مخصوص دُعائیں۔
۶۔ آداب خواب سے متعلق دُعائیں۔
۷۔افراد کی مدح یا مذمت کے سلسلے میں دُعائیں۔
۸۔روز قیامت سے متعلق دُعائیں۔
۹۔ متفرق اُمور کے سلسلے میں دُعائیں ۔
یہ حصہ صفحہ نمبر ۳۸ سے صفحہ ۲۱۳ تک ہے ۔
دوسری فصل میں جناب سیّدہ عالمیان کے تین خطبے ہیں :

پہلا خطبہ وہ ہے جو انہوں نے فدک سے محروم کردئے جانے کے بعد ارشاد فرمایا تھا۔ دوسرا خطبہ وہ ہے جو آپ نے حالتِ مرض میں مہاجرین و انصار کی خواتین کے لئے ارشاد فرمایاتھا۔اور تیسرے خطبے میں ان لوگوں سے خطاب ہے جنہوں نے حضرت علیؑ کو ان کے حق سے محروم رکھاتھا۔

اس کتاب کی تیسری فصل میں شہزادیٔ کونین کے چالیس اقوال درج ہیں۔ان میں اللہ کی حمد، قرآن کی توصیف، مدحِ رسولؐ، حضرت رسولِ خداؐ اورحضرت علیؑ کی مدح، اہلِ بیتؑ کی تعریف، شیعہ کی توصیف، علماء کی فضیلت، امام حسینؑ کے قاتلوں کا انجام اور کھانا کھانے کے آداب ۔اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ کھانا کھانے میں بارہ باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ہر مسلمان کے لئے ان کا جاننا اور پہچاننا ضروری ہے۔ان میں سے چار باتیں واجب ہیں :
۱۔معرفت۔۲۔ رضا و خوشنودی
۳۔اللہ کا نام لینا۔۴۔اس کا شکر کرنا
چار باتیں سُنّت ہیں :
۱۔کھانے سے پہلے وضو کرنا۔۲۔کھانے کے بائیں طرف بیٹھنا۔
۳۔ تین انگلیوں سے کھاناکھانا (چوتھی بات کا تذکرہ کتاب میں نہیں ہے)۔
کھانا کھانے کے آداب یہ ہیں :
۱۔جو چیز قریب ہو اُسے کھانا۔۲۔چھوٹا لقمہ لینا۔
۳۔لقمہ کو خوب چباکر کھانا۔۴۔لوگوں کے چہرے پر کم سے کم نگاہ ڈالنا۔

اس کے علاوہ اس فصل میں شب قدر کے فضائل، مہمان نوازی، پڑوسیوں کے حقوق ،

ماں کا رُتبہ، اچھے مرد اور اچھی عورتوں کے صفات، بہترین عورت کون ہے، حجاب، دُعا کا بہترین وقت(غروب آفتاب کا وقت)، وصفِ مومن، روزہ دار کے فرائض(اس سلسلہ میں آپ نے فرمایاہے کہ "مَايَصْنَعُ الْصَّائِمُ بِصِيَامِهِ اِذَالَمْ يَصُنْ لِسَانَه وَسَمْعَه وَبصَرَهُ وَجَوارِحَه" اس روزہ کا کیا فائدہ جس میں روزہ داراپنی زبان ، کان، آنکھ اور دیگر اعضا کو بُرائیوں سے نہ روکتاہو)

چوتھی فصل میں مؤلف نے ان استغاثوں کو درج کیاہے جس میں خاتونِ جنّت کو وسیلہ بناکر اور کہیں کہیں خطاب کرکے دُعائیں کی گئی ہیں۔

پانچویں فصل میں وہ قصیدے ہیں جو لوگوں نے معصومۂ عالم کی شان میں کہے ہیں۔

چھٹی فصل میں ان مآخذ اور مصادر کا تذکرہ ہے جن سے ان ادعیہ، خطبات اور کلمات کو اخذ کیاگیاہے اور مآخذ و مصادر کی ان کتابوں کے مؤلف ومصنف اور اسناد کا بھی ذکر ہے جس کی وجہ سے کتاب کا معیار اور اعتبار بہت بلند ہوجاتاہے۔

۲۔ مصحف فاطمہ

اس کا تذکرہ مختلف کتابوں میں ملتاہے :

امام جعفر صادقؑ سے کسی نے مصحف فاطمہؑ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ ۷۵ دن زندہ رہیں۔۲؎

(راقم الحروف کا متعدد روایات کا مطالعہ کرنے کے بعد خیال یہ ہے کہ یہ مدّت۷۵ دن نہیں بلکہ ۹۵ دن ہے)۔

وہ اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے صدمہ سے بے حد رنجیدہ اور غم زدہ تھیں۔ اس زمانہ میں جبرئیل امین آتے تھے اور انھیں تعزیت و تسلیت پیش کرتے تھے اور بتاتے تھے کہ اللہ کے نزدیک آں حضورؐ کے کیا مراتب و درجات ہیں اور یہ بھی بتاتے تھے کہ شہزادی کی وفات کے بعد ان کی ذریت کو کیا پیش آنے والاہے حضرت علیؑ ان تمام باتوں کو لکھ لیتے تھے، یہی مصحف فاطمہ ہے۔

اس میں تذکرۂ حرام و حلال یعنی احکام شریعت کا بیان نہیں ہے بلکہ آنے والے زمانہ کے حالات کے بارے میں پیشین گوئیاں ہیں۔کتاب" اصول کافی" اور کتاب "بصائر الدرجات" کے مطابق اس مصحف میں سیدۂ کونین کی وصیتیں بھی ہیں اور تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام اور ان کے والدین کے نام بھی درج ہیں۔

"دلائل الامۃ " میں اس مصحف کے بارے میں مکمل اسناد کے ساتھ یہ روایت مذکورہ ہے:
فِيهِ خَبَرٌ مَاكَانَ وَمَايَكُونُ الى يَومِ الْقيامَة(اس میں زمانۂ ماضی کے حالات اور قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کا تذکرہ ہے)
"دلائل الامۃ " میں یہ روایت بھی ہے کہ اس مصحف کو جناب سیدہ(س) نے حضرت علیؑ کو دے دیاتھا۔انہوں نے امام حسنؑ کو دیا اور پھر انہوں نے اسے امام حسینؑ کو دے دیاتھا اس کے بعد یہ ان ہی (امام حسینؑ) کی نسل میں ہے اور صاحب الامؑر تک پہنچ جائے گا۔
ابوبصیر نے امام جعفرصادقؑ سے نقل کیاہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے، تم نہیں جانتے کہ وہ کیاہے ؟
میرے (ابو بصیر کے)استفسار پر انھوں نے فرمایا کہ وہ ایک صحیفہ ہے جو حجم میں قرآن مجید کا تین گناہے۔اس میں قرآن کاحصّہ شامل نہیں ہے۔
یہ صحیفہ امیرالمومنینؑ نے جناب سیّدہ(س) کے لئے تیار کیاتھا اس میں جناب سیدہ(س) کی زندگی اور عالم اسلام کے عام حالات کا تذکرہ ہے۔

عبداللہ ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جناب سیدہ(س) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز یا قول ہے جو آپ ہمیں عنایت فرمائیں۔آپ نے کنیز کو اشارہ کیا کہ وہ صحیفہ لے آؤ۔کنیز نے اس کو تلاش کیا مگر وہ مل نہ سکا۔جناب معصومۂ عالم نے کنیز کو دوبارہ حکم دیا کہ اسے تلاش کرو وہ میرے لئے حسنؑ اور حسینؑ کے برابر ہے۔ تلاش بسیار کے بعد وہ صحیفہ دستیاب ہوگیا اس میں ایک حدیث یہ بھی تھی۔:

"وہ شخص صاحب ایمان نہیں ہے جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں"۔

جو شخص اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتاہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔بے شک اللہ بردبار اور معاف کرنے والے شخص کو دوست رکھتاہے اور بدگفتار، بدزبان، بخیل، بھکاری اور متکبر کو ناپسند کرتاہے۔
بے شک حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان متاعِ جنت ہے اور بد گوئی، فحش گوئی ہے اور دوزخ کا سرمایہ ہے۔

۳۔مسند فاطمہ ۳؎

اسے شیخ عزیزاللہ العطاردی نے مرتب کیاہے۔اس کے علاوہ انھوں نے ۳۸ اور کتابیں بھی

تالیف یا تصنیف کی ہیں جن کے نام یہ ہیں :
۱۔مسند امام کاظمؑ۔ ۲۔ مسند امام رضاؑ۔ ۳۔ مسند امام جوادؑ۔۴۔مسند امام ہادیؑ۔۵۔مسند امام حسن عسکریؑ۔ ۶۔اخبار و آثار امام رضاؑ، یہ کتاب فارسی میں ہے۔۷۔تاریخ آستانۂ قدس۔۸۔راویان امام رضاؑ۔ ۹۔الادعیہ و الزیارات المرویہ عن الامام الرضا(فارسی)۔۱۰۔جوامع الحکم وکلمات الزصا۔ ۱۱۔انباء الامام الموسی کاظم واخوانہ(فارسی)۔۱۲۔اجازات نہج البلاغۃ (فارسی)۔۱۳۔مسند عبدالعظیم الحسنی و حیاتہ و مشیختہ (فارسی)۔ ۱۴۔رجال تاج العروس۔ ۱۵۔غریب الحدیث۔۱۶۔حیاۃ السیدہ نفیسہ (فارسی)۔ ۱۷۔فہرست تفسیرکازر(فارسی)۔ ۱۸۔علماء خراسان و نہج البلاغۃ(فارسی)۔ ۱۹۔ردالشبہات حول نہج البلاغۃ۔ ۲۰۔المخطوطات الفارسیہ فی المدینۃ المنورۃ۲۱۔ جامع و کلمات امیرالمومنین قبل السید رضی۔۲۲ ۔ترجمہ مقتل الحسین للسید عبدالرزاق المقرم۔ ۲۳۔ترجمہ حیاۃ زیدالشہید للسید مقرم۔۲۴۔ترجمہ حیاۃ الامام سجاد علیہ السلام للاسیدالمقرم۔ ۲۵۔ترجمہ اعلام الوری لامین الاسلام طبرسی۔ ۲۶۔ترجمہ مشکاۃ الانوارللطبری۔ ۲۷۔ترجمہ النصائح الکافیہ محمد بن عقیل الحضرمی۔۲۸۔ترجمۃ مواعظ الشیخ صدوق۔ ۲۹۔حیاۃ السید رضی مؤلف نہج البلاغۃ۔۳۰۔فہرست رواۃ الامام رضا (فارسی)۔ ۳۱۔ تحقیق نہج البلاغۃ و مقابلتہ مع نسخ خطیّۃ عتیقۃ۔۳۲۔ تحقیق شرح نہج البلاغۃ للراوندی۔ ۳۳۔ تحقیق شرح نہج البلاغۃ...البیہقی۔۳۴۔ تحقیق اعلام نہج البلاغۃ لعلی بن ناظر سرخیی۔ ۳۵۔ تحقیق شرح نہج البلاغۃ من آثارالقرن الثامن۔ ۳۶۔ تحقیق التدوین فی اخبار قزوین للرافعی۔ ۳۷۔ تحقیق کلمات مکنونۃ للفیض الکاشانی۔۳۸۔ تحقیق تقریرات رشیدالدین بقلم علاّمہ حلی۔

اس فہرست سے اندازہ لگایاجاسکتاہے کہ مسندفاطمہؑ کے مؤلف کس اعلیٰ مرتبہ کی حامل شخصیت ہے اور ان کا علمی ذوق کس درجہ کا ہے ان کا مزاج تحقیقی ہے اور بزرگان دین کے آثارو احوال کی بازیافت سے ان کو گہری دلچسپی ہے۔

مؤلف نے کتاب کاابداء جناب سیدۂ صدیقۂ طاہرہ سلام اللہ علیہا کوہی کیاہے۔اہداء کی عبارت یہ ہے۔

اِلیٰ حَبِیْبَۃِ رَسُولِ اللہ ﷺ وَ بَضْعَۃ مُحَمَّدٍ وَ فَلذَۃِ کَبَدہ وَ قُرَّۃِ عَیْنَیْہ سَیِّدَۃِ نِسَاءِ الْعٰالَمِینَ وَ قَرِیْنَۃِ اَمِیْرِالْمُومِنِینَ وَ اُمِّ الْاَئِمّۃِ الطَّاھِرِیْنَ الْمَظْلُوْمَۃِ الْمَغْصُوبَۃِ وَالشَّھِیْدَۃِ السَّعِیْدَۃِ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَاءِ صَلَوَاتُ اللہِ وَسَلاَمُہٗ عَلَیْھَا وَ عَلٰی اَبِیْھَا وَ بَعْلِھَا وَبَنِیھَا

(رسولؐ کی چہیتی بیٹی کی خدمت میں جوکہ رسولؐ مقبول کی پارۂ جگر، آنکھ کی ٹھنڈک، تمام عالمین کی خواتین کی سردار، امیرالمومنین حضرت علیؑ کی ہمسر، ائمہ طاہرینؑ کی مادر گرامی قدر،

مظلومہ جو اپنے حق سے محروم رہیں، شہیدہ و سعیدہ حضرت فاطمہ زہرا علیہاالسلام کی خدمت میں جن پر اللہ کا درود و سلام ہو اور ان کے پدر بزرگوار اور ان کے شوہر نامدار اور ان کے فرزندانِ والا تبار پر سلام ہو۔)

کتاب کو بارگاہ معصومہ میں پیش کرتے وقت یہ بھی عرض کیاگیاہے :

يَا سَيِّدتِي، يَا بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ اهدِی اِلَيْکَ الْکِتَابَ وَ اَرْجُو مِنْکَ اَنْ تَشْفَعِیْ لِی وَلِوَالِدَیَّ فِی يَوْمِ الْحِسَابِ۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَابِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْه۔

(اے میری سردار! اے بنت رسولؐ! اس کتاب کو میں آپ کی خدمت میں پیش کرتاہوں اور اُمید کرتاہوں کہ آپ میری اور میرے والدین کی شفاعت قیامت کے روز فرمائیں گی جس دن انسان اپنے بھائی، ماں، باپ، زوجہ اور اولاد سے بھی گریزاں ہوگا)۔

کتاب کو چند ابواب پر مرتب کیاگیاہے اور کہاہے کہ اس کا بھی امکان ہے کہ کچھ اور روایات بھی ہوں جو (اس کتاب میں درج کرنے سے)چھوٹ گئی ہوں۔مؤلف نے قارئین کرام اور علماء اعلام سے امید کی ہے کہ اگر انھیں کوئی ایسی روایت ملے جو اس کتاب میں درج نہ ہوسکی ہو تو اس کے مصدروماخذ کے بارے میں مؤلف کو آگاہ کردیں تاکہ وہ اس کا بھی استدراک کرسکیں۔

مؤلف نے جناب فاطمہ زہراسلام اللہ علیہاسے مروی روایات کو متصل اسناد کے ساتھ اپنے مشائخ سے نقل کیاہے اور تحریر فرمایاہے کہ میں نے اپنے مشائخ کا تذکرہ مسند امام رضا علیہ السلام کے مقدمہ میں کردیا۔

یہ کتاب تین فصلوں پر مشتمل ہے :

پہلی فصل میں حیات فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا، ان کے فضائل و مناقب اور بعد وفات پیغمبرؐ کی زندگی کی کیفیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسری فصل میں اُن احادیث اور روایات کا اندراج ہے جو ان سے اصول، احکام اور سنن کے بارے میں وارد ہوئیں اور تیسری فصل میں معصومہؑ کونین سے روایت کرنے والے راویوں کی فہرست اور ان کے مختصر حالات مذکور ہیں۔

کتاب کا باقاعدہ آغاز صفحہ نمبر ۷ سے ہوا مگر وہاں یہ درج نہیں ہے کہ پہلی فصل یہاں سےشروع ہوگئی ہےصرف (۱) ڈال دیا گیا ہے اور اس کے نیچے عنوان ہے "بَابُ وِلادَتُهَاعَلَيْهَاالسَّلامُ"

پہلی فصل ،صفحہ ۷ سے شروع ہوکر صفحہ ۱۷۰ پر ختم ہوگئی۔ اس میں ۳۶ ابواب ہیں۔ دوسری فصل صفحہ۱۷۴ سے شروع ہوتی ہے مگر مؤلف علام نے یہاں بھی "دوسری فصل" لکھنامناسب نہیں سمجھا اور صرف نمبر ڈال دیاہے۔

پہلاباب، باب العلم کے نام سے شروع کیاہے۔ یہ پتہ نہیں چل پاتاکہ اب دوسری فصل شروع ہوگئی ہے اور یہ بھی درج نہیں ہے کہ دوسری فصل کے مباحث کیاکیاہیں۔

بہرحال اس فصل میں ۱۷/باب ہیں اور جناب سیدہ سے منقول روایات اسی فصل میں جمع کر دی گئی ہیں اور یہی درحقیقت مسند فاطمہ ہے۔

ابواب کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ باب العلم۔۲۔باب الامامة۔۳۔باب فضائل اهل البيت۔ ۴۔باب الغيبة۔۵۔ باب فضائل الشيعه۔ ۶۔باب صفات المومن۔۷۔باب القرآن۔۸۔باب الدعاء۔(اس باب میں دو تعوذات بھی درج ہیں) ۹۔باب الاحتجاجات۔۱۰۔باب الصلوة۔۱۱۔باب الحج و الزيارة۔۱۲۔باب الاطعمه۔۱۳۔باب الاشربة۔ ۱۴۔باب الحدود۔ ۱۵۔باب الحشر۔۱۶۔باب حكمهاومواعظها۔۱۷۔باب اشعار هاوندباتها۔

یہ فصل ص ۱۷۴ سے شروع ہوکر ص۵۸۹ پر ختم ہوجاتی ہے۔اس میں کل ۱۱۹ صفحات ہیں اور ۱۱۲ احادیث ہیں۔

علم کے باب میں ۲/حدیثیں، بات امامت میں ۶/حدیثیں، فضائل اہلِ بیت میں ۴۰/احادیث، باب غیبت میں ۵ /حدیثیں، فضائل الشیعہ میں۱/حدیث، صفات مومن میں چار حدیثیں، باب القرآن میں چار حدیثیں، باب الدعا میں ۲۶/حدیثیں، باب الاحتجاجات میں ۱۰/حدیثیں، باب الصلوۃ میں ۶/حدیثیں،باب الحج و الزیارۃ میں ۳، باب الاطعمہ میں ۱، باب الاشربہ میں۱ ،باب الحدود میں۱، باب الحشر میں...، باب حکمہاو مواعظہامیں ۱، اور باب اشعار ھا وندباتہا میں شہزادی کے اشعاراور ندبات کا تذکرہ ہے۔

کتاب کی تیسری فصل سب سے زیادہ مختصر ہے اس میں ان لوگوں کے مختصر حالات کا تذکرہ ہے جنھوں نے معصومہٴ عالم سے روایتیں نقل کی ہیں۔اس میں ۲۹/افراد کا ذکرہے۔ان کے نام حروف تہجی کے لحاظ سے درج ہیں، جو اس طرح ہیں :

۱۔ابن ابی ملیکہ

ان کا اصل نام ہے ابوبکرعبیداللہ ابن ابی ملیکہ،یہ مکی تھے، ابن زبیر کے قاضی اور مؤذن تھے۔

انھوں نے جناب سیدہ زہراؑ سے ایک روایت نقل کی ہے۔

۲۔ابوایوب انصاری

ان کا نام زید بن خالد تھا، ان کا تعلق بنی نجار کی شاخ خزرج سے تھا۔انھوں نے ایک روایت بیان کی ہے۔

۳۔ابوسعید خدری

ان کا نام سعد بن مالک بن سنان تھا، خزرجی تھے، انھوں نے بھی ایک روایت بیان کی ہے۔

۴۔ابوہریرہ

انھوں نے بھی ایک روایت بیان کی ہے۔

۵۔اسماء بنت عمیس

پورا نام اس طرح ہے۔اسماء بنت عمیس بن معبدالخثمیعہ، انھوں نے بھی ایک روایت بیان کی ہے۔

۶۔ام کلثوم

امیرالمومنین اور جناب سیدۂ عالم کی لخت جگر۔انھوں نے بھی ایک حدیث بیان کی ہے۔

۷۔بشیر بن زید

یہ ان چھ افراد میں سے تھے جنہوں نے عہد رسولؐ مقبول میں قرآن جمع کیا تھا۔
انھوں نے ایک حدیث حج کے سلسلے میں شہزادی سے روایت کی ہے۔

۸۔جابر بن عبد اللہ الانصاری

ان کی کنیت ابوعبدالرحمان تھی۔انھوں نے متعدد روایات نقل کی ہیں۔

۹۔حسن بن علی

یعنی امام حسن علیہ السلام۔انھوں نے اپنی مادر ذی قدر سے ایک روایت نقل کی ہے۔

۱۰۔حسین بن علی

یعنی امام حسین علیہ السلام،انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔

۱۱۔حکم بن ابی نعیم

انھوں نے ایک روایت نقل کی ہے جو باب صفات مومن میں مندرج ہے۔

۱۲۔ربعی بن خراش

یہ تابعی تھے۔انھوں نے دو حدیثیں بیان کی ہیں۔

۱۳۔زینب بنت ابی رافع

صحابیہ تھیں، ان کے والد ابورافع رسول اللہ کے غلام تھے۔انھوں نے کئی روایات نقل کی ہیں۔

۱۴۔زینب بنت علی

یعنی عقیلۂ بنی ہاشم جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔

۱۵۔سلمان فارسی

ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ انھیں سلمان خیر اورسلمان محمدی بھی کہاجاتاہے۔انھوں نے کئی حدیثیں روایت کی ہیں۔

۱۶۔ سہل بن سعد انصاری

ان کی کنیت ابوالعباس تھی۔اصحاب رسولؐ سے تھے۔انھوں نے کئی حدیثیں روایت کی ہیں۔

۱۷۔شہیب بن ابی رافع

یہ رسولؐ اللہ کے غلام ابورافع کے فرزندتھے۔انھوں نے ایک حدیث بیان کی ہے۔

۱۸۔عباس ابن عبدالمطلب

انھوں نے ایک حدیث فضائل اہلِ بیتؑ کے سلسلے میں شہزادی سے نقل کی ہے۔

۱۹۔عبداللہ بن حسن

یہ امام حسنؑ کے پوتے اور امام حسینؑ کے نواسے تھے۔ان کی والدہ فاطمہ بنت الحسین تھیں۔ انھوں نے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

۲۰۔عبداللہ بن عباس

ایک روایت نقل کی ہے ، انھیں حبرالامّۃ بھی کہاجاتاہے۔

۲۱۔عبداللہ بن مسعود

عظیم صحابی تھے۔کئی روایات کے راوی ہیں۔

۲۲۔ علیؑ بن ابی طالبؑ

یعنی حضرت علیؑ، انھوں نے بھی متعدد روایات نقل کی ہیں۔

۲۳۔ علی بن الحسین

یعنی امام زین العابدینؑ، انھوں نے ایک روایت نقل کی ہے۔

۲۴۔عوانہ بن حکم

انھوں نے معصومۂ عالم سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔

۲۵۔فاطمہ بنت الحسین

آپ امام حسینؑ کی صاحبزادی تھیں اور آپ کا عقد حسن مثنی بن امام حسنؑ سے ہوا تھا۔ ان کی روایات مرسل ہیں۔ انھوں نے اپنی دادی کو نہیں دیکھا۔

۲۶۔ قاسم بن سعید خدری

انھوں نے دو روایتیں نقل کی ہیں۔

۲۷۔ہارون بن خارجہ

صحابہ یا تابعین میں ان کا نام نہیں ملتا۔

۲۸۔ہشام بن محمد

ان کے حالات بھی فراہم نہیں ہو سکے۔انھوں نے دو روایتیں نقل کی ہیں۔

۲۹۔یزید بن عبدالملک

پورا نام اس طرح ہے ابوالمغیرہ یزید بن عبدالملک بن المغیرہ بن نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب النوفلی۔

انھوں نے ایک روایت نقل کی ہے۔

کتاب کے ماخذ اور مصادر کے طور پر ۶۰ کتابوں کے نام درج ہیں۔

مؤلف نے یہ کتاب ۲۷/رجب ۱۴۱۲ھ کو مکمل کی ہے۔

ملاحظات

۱۔شہزادیٔ کائنات حضرت سیدۂ صدیقہ جناب فاطمہ زہرا (س) کے حالات، واقعات اور روایات کے سلسلے میں یہ کتاب ایک قیمتی پیشکش اور پیشرفت ہے۔

۲۔جناب سیدہ(س) کے حالات سے متعلق ہر طرح کے موضوعات پر احادیث جمع کر دی گئی ہیں۔

۳۔کتاب میں صرف جمع و ترتیب ہی ہے۔مؤلف نے نہ کسی بات کی تشریح کی ہے اور نہ ہی تاریخی پس منظر بیان کیا ہے نہ کسی روایت کے سلسلے میں اپنی کوئی رائے تحریر کی ہے۔ صرف ایک بار صفحہ ۱۱۶ پر انھوں نے ایک روایت کے سلسلے میں تحریر کیا ہے کہ دیلمی نے بھی "ارشادالقلوب" میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس روایت میں کچھ اضافہ بھی ہے اس مزید حصّہ کا تذکرہ بھی مسند فاطمہؑ میں کیا گیا ہے۔

۴۔جناب فاطمہ الزہراءؑ کے سن ولادت کے سلسلے میں مؤرخین میں بہت اختلاف ہے۔ مسند فاطمہؑ نے اس سلسلے کی تمام روایات کو جمع کر دیا ہے۔

کلبی، طبرسی، ابوجعفر طبری، ابن شہر آشوب کی وہ روایتیں بھی درج کی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ جناب سیدہ کی ولادت بعثت کے پانچویں سال میں ہوئی تھی اور صدوق کی وہ روایت بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ رسولؐ خدا سے شادی کے بعد مکہ کی عورتوں نے جناب خدیجہ سے ہر طرح کے تعلقات منقطع کر لئے تھے۔ (یہ روایت اگرچہ عقل و نقل دونوں اعتبار سے کمزور ہے مگر اس وقت اس پر روشنی ڈالنا بے محل ہے)کتاب میں شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی اور ابن طاؤس کی وہ روایت بھی مذکور ہے جس میں حضرت سیدہ کی پیدائش کو ۲ بعد بعثت بتایا گیا ہے۔

علی بن عیسیٰ کی وہ روایت بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جناب فاطمہ زہرا(س) بعثت کے پانچ سال بعد پیدا ہوئی تھیں اور اس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے۔

(یہ بات تاریخی اعتبار سے قابل قبول ہو ہی نہیں سکتی)کیونکہ خانہ کعبہ کی تعمیر نو متفقہ طور پر بعثت سے پانچ برس پہلے ہوئی تھی۔

مؤلف نے ان روایتوں کو بھی کتاب میں جگہ دی ہے جن میں معصومہ عالم کی ولادت پانچ سال قبل بعثت بتائی گئی ہے۔

علاّمہ مجلسی اور حاکم نیشاپوری کی وہ روایتیں بھی درج ہیں جن میں جناب فاطمہ(س) کا سن ولادت بعثت کا پہلا سال بتایا گیا ہے۔

۵۔کتاب کی تالیف میں فریقین کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے جس کی بنا پر کتاب کی افادیت میں یقیناً وسعت پیدا ہوئی ہے۔

۶۔متعدد روایات کو محض نقل کر کے غالباً مؤلف نے ذوق تحقیق اور مطالعہ کا شوق رکھنے والے افراد کو ایک موقع فراہم کیا ہے اور تحقیق و جستجو اور نقد و بصیرت کی دعوت دی ہے۔

۷۔باب امامت میں تیسری حدیث صدوق کی کتاب "خصال" سے اخذ کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام محمد باقرؑ نے جابر بن عبداللہ الانصاری سے یہ روایت کی ہے کہ :

قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی فَاطِمَۃَ عَلَیْہَاالسَّلامُ وَبَیْنَ یَدَیہَا لَوْحٌ فِیہِ اسمَاءُ الْاَوصیاء فَعَدَدْتُ اِثْنِی عَشَرَ۔اَحَدُھُم الْقَائِمُ، ثَلَاثَۃٌ مِنْھُمْ مُحَمّدٌ، وَثَلَاثَۃٌ مِنْھُمْ عَلِیٌّ(میں جناب فاطمہ زہرا(س) کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک لوح ہے جس میں اوصیاء رسولؐ کے نام ہیں

میں نے انھیں گنا تو بارہ تھے ان میں سے ایک قائم، تین محمدؐ اور تین علیؑ تھے)۔

اس روایت کا ایک پہلو درایت کے معیار پر پورا نہیں اترتا اور وہ یہ ہے کہ تین محمدؐ تو سمجھ میں آتے ہیں یعنی امام محمد باقرؑ، امام محمد تقیؑ، اور بارہویں امام حضرت محمد مہدیؑ آخر الزماں۔ مگر تین علیؑ والی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کیونکہ رسولؐ کے اوصیاء میں سے تین کے نہیں بلکہ چار حضرات کے نام علیؑ ہیں اور وہ یہ ہیں :

۱۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ (امام اوّل)

۲۔ حضرت علی ابن الحسینؑ (امام چہارم)

۳۔ حضرت علی رضاؑ (امام ہشتم)

۴۔ حضرت امام علی نقیؑ (امام دہم)

گنتی میں یہ تسامح یا تو راوی کو ہوا ہے یا کسی مرحلہ پر نقل روایت میں رہ گیا ہے۔

۸۔ آیت تطہیر کے نزول کے سلسلے میں جو روایت اس کتاب میں منقول ہے وہ عام شہرت رکھنے والی روایت سے مختلف ہے۔ وہ یہ ہے :

فراتُ بنُ ابراهیم الکوفی معنعناًعَن شَهربن حوشَب قَال اَتَیتُ اُمّ سَلْمة زَوجةَ النَّبِی صَلَّی الله عَلَیه وَآلهِ وَسَلّم لَاُسَلِّمَ عَلَیْهَا فَقُلتُ اَمَارَاَیْتِ هٰذِهِ الاٰیة یَااُمَّ الْمُومِنِینَ "یُرِیدُاللهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْراً" قَالَتْ اَنَا وَرُسُولُ اللهِ صَلّی اللهُ عَلَیه وَآله وَسَلّم کُنّاعَلٰی مَقَامَةٍ لَنَا. تَحْتنَاکساءٌ خَیْبَرِیٌ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ وَمَعَهَا الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَبَرِمَة فِیهَا حَرِیْرَةٌ فَقَالَ اَیْنَ ابْنُ عَمِکِ قَالَتْ فِی الْبَیْتِ قَالَ فَاذْهَبِی فَادْعُه۔ قَالَتْ فَدَعَوْتُه فَاَخَذَ الْکسَاءَ مِنْ تَحْتَنَا فعطقه فَاَخَذَ جَمِیْعَه بِیَدِه فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَهْلُ بَیْتِی فَاذْهِبْ عَنْهُمُ الرِجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِیْراً۔

وَاَنَاجَالِسَةٌ خَلْفَ رَسُولِ الله صَلّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلم فَقُلْتُ یَا رَسُولَ اللهِ بِاَبِی اَنْتَ وَاُمّی فَاَنَاقَالَ اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍوَنَزَلَتْ هٰذِهِ " إِنَّمَا یُرِیدُ اللَّهُ لِیُذْهِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیرًاً فی النّبِی وَعَلِیٍ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ والحُسَیْنِ (فرات ابن ابراہیم کوفی معنعن حدیث کے ذریعہ شہر بن حوشب سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں امّ المومنین جناب امّ سلمہ زوجۂ رسولؐ خدا کے پاس پہنچا، تاکہ انھیں سلام کروں۔ میں نے ان سے کہا اے ام المومنین کیا آپ نے اس آیت (إِنَّمَا یُرِیدُ اللَّهُ لِیُذْهِبَ عَنکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیرًاً) کو دیکھا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ میں اور رسولؐ خدا ایک بستر پر تھے ہمارے نیچے

خیبری چادر تھی اس وقت فاطمہ (س) حسنؑ اور حسینؑ کے ساتھ آگئیں ان کے پاس ایک ہانڈی بھی تھی جس میں حریرہ تھا۔ آنحضرت نے پوچھا کہ تمہارے ابن عم (علیؑ) کہاں ہیں انھوں نے کہا کہ وہ تو گھر پر ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ جاؤ اور انھیں بھی بلا لاؤ۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے انھیں بھی بلالیا رسولؐ نے ہمارے نیچے جو چادر تھی اسے لے لیا اور فرمایا کہ اے پروردگار یہ میرے اہل بیتؑ ہیں ان سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھ اور ایساپاکیزہ رکھ جیسا حق ہے۔ اور میں (امّ سلمہ) رسولؐ کے پیچھے بیٹھی تھی میں نے کہا کہ اے خدا کے رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر نثار میرے بارے میں کیا حکم ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ تم خیر پر ہو۔ تب یہ آیت، نبیؐ، علیؑ، فاطمہ (س)، حسنؑ اور حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی۔

حدیث کساء کی عام روایت اور اس روایت میں فرق مندرجہ ذیل پہلوؤں سے ہے :

۱۔ مشہور روایت میں حدیث کساء کے راوی جابر ابن عبداللہ الانصاری ہیں اس میں شہر بن حوشب ہیں۔

۲۔ اُس میں روایت جناب سیدہ (س) سے ہے جب کہ اس میں جناب ام سلمہ ہے۔

۳۔ اُس روایت کے مطابق آیۂ تطہیر کا نزول خانۂ جناب سیدہ (س) میں ہوا اور اس روایت کے مطابق جناب ام سلمہ کے گھر میں ہوا۔

۴۔ اُس روایت میں یمنی چادر کا ذکر ہے اس میں خیبری چادر کا ذکر ہے۔

۵۔ اُس روایت میں ذکر ہے کہ رسول خداؐ جناب معصومۂ عالم (س) کے گھر تشریف لائے تھے۔ اِس میں ذکر ہے کہ جناب سیدہ (س) رسولؐ کے گھر تشریف لے گئی تھیں۔

۶۔ اُس روایت میں ہے کہ پہلے امام حسنؑ، پھر امام حسینؑ، پھر حضرت علیؑ آئے تھے اور حضرت علیؑ کو رسولؐ اللہ نے کہہ کر بلوایا تھا۔ بہرحال نفس مضمون دونوں کا ایک ہی ہے۔ یعنی رسول خداؐ نے حضرت علیؑ، جناب سیدہ (س)، جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو چادر میں لے کر بارگاہِ رب العزت میں دُعا کی تھی کہ پروردگار یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں اور اللہ نے آیت تطہیر نازل فرمائی تھی۔

۷۔ جناب ام سلمہ کا تذکرہ اگرچہ عام متداول حدیث میں نہیں ہے مگر دیگر روایات میں یہ ضرور ملتاہے کہ انھوں نے چادر کے پاس جاکر اپنے بارے میں بھی عرض کیا تھا اور آنحضورؐ نے انھیں خیر پر ہونے کی بشارت دی تھی مگر یہ بھی فرمادیاتھا کہ اہلِ تطہیر بہرحال ہم پانچ ہی ہیں۔

۸۔ مؤلف نے حاکم نیشاپوری کی "مستدرک الصحیحین" سے یہ روایت بھی نقل کردی ہے کہ

جناب سیدہ (س) کے پاس سونے کی ایک زنجیر تھی، اسے دیکھ کر رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ اے فاطمہ(س) کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ یہ فاطمہ بنت محمدؐ ہے اور تمہارے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہو۔ یہ کہہ کر آنحضرتؐ چلے گئے اور بیٹھے نہیں اس کے بعد خاتون جنت نے اس زنجیر کو بیچ کر ایک غلام خریدا اور اسے آزاد کردیا۔ یہ بات آنحضرتؐ کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذی نَجّیٰ فَاطِمَةَ مِنَ النَّارِ (تمام حمد ہے اس اللہ کے لئے جس نے فاطمہ(س) کو آگ سے نجات دی۔)

۱۔اوّل تو اس روایت کو نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ صاحب "مستدرک" ان لوگوں میں سے ہیں جن کا رویہ معمولاً اہل بیت رسولؐ کے لئے مخالفانہ بلکہ معاندانہ ہوتاہے۔ یہ طبقہ اہل بیتؑ کا اوّل تو کبھی تذکرہ کرتاہی نہیں اور اگر بحالت مجبوری کرنا بھی ہوتاہے تو اس طرح ذکرکرتاہے کہ جس میں ایک پہلو اگر مدح کا ہو تو دوسرا پہلو منقصت کا ضرور ہوتاہے۔

۲۔یہ روایت اس اعتبار سے بھی ناقابل قبول ہے کیونکہ جناب سیدہ(س) کے پاس سونے کی زنجیر کہاں سے آئی ہوگی جب کہ ان کا تمام مال تو اسلام کی نشرو اشاعت میں صرف ہوچکا تھا۔ حضرت علیؑ کی آمدنی زیادہ تر مزدوری سے ہوتی تھی یا کچھ زراعت سے اور اس کا زیادہ تر حصہ غرباء، فقراء و مساکین اور ضرورتمندوں پر خرچ ہوجاتا تھا۔ان کے گھر میں اکثر فاقوں کی نوبت آتی رہتی تھی۔

۳۔خود جناب سیدہ(س) کا مزاج اس قدر قناعت پسند اور زاہدانہ تھا کہ ان کو ایسی چیزوں کی طرف رغبت بھی نہیں تھی۔

۴۔اور اگر یہ فرض بھی کر لیاجائے کہ جناب سیدہ(س) کے پاس سونے کی زنجیر تھی تو سونا پہننا خواتین کے لئے مباح اور جائز ہے۔اس کے پہننے پر رحمۃ للعالمین کا اس قدر ناراض ہوجانا کہ گھر سے چلے جائیں...بیٹی کے پاس نہ بیٹھیں، ایسے پہلو ہیں جو صاحب خلق عظیم کی سیرت کے بالکل منافی ہیں۔

۵۔اس روایت کے مطابق جب شہزادی نے اس زنجیر کو فروخت کرکے ایک غلام خریدا اور اسے راہ خدا میں آزاد کردیا تو آنحضرتؐ کو پتہ چلاتو بیٹی کے ایثار، دنیاپر آخرت کو ترجیح دینے، ایک غلام کو آزاد کرکے انسانیت کی سربلندی جیسے عمل پر مدح و ثنا کرنے کے بجائے صرف یہ کہنا کہ اس نے فاطمہ(س) کو آگ سے بچالیا اور اس سے نجات دے دی،بالکل خلافِ عقل اور خلافِ

دین ہے۔ ایک جائز کام پر آگ کیوں جلائے گی۔ اگر مؤلف کے خیال میں اس روایت کا کتاب میں شامل کرنا ضروری بھی تھا تو اس موقع پر تنقید اور تبصرہ ضرور کرنا چاہیے تھا۔

بہرحال جناب سیدہ(س) سے مروی ۱۱۲/ احادیث کو مع اسناد کے یکجا کردینا بھی ایک عظیم کارنامہ ہی ہے جو ذوق تحقیق رکھنے والوں کے لئے دعوتِ فکر اور علمی شوق رکھنے والوں کے لئے قیمتی سرمایہ اور اہل قلم کے لئے ہمت و محنت کے لئے ایک دعوت ہے۔

حوالے:

۱۔ صحیفۃ الزہرا، جواد قیومی اصفہانی

۲۔ اصول کافی، ص ۲۴۱

۳۔ کتاب مسند فاطمہ علیہا السلام کو انتشارات عطارد نے شائع کیا ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۴۱۲ھ میں یعنی تقریباً ۱۳ سال قبل ہوئی۔ تین ہزار نسخے چھپے تھے۔ تقسیم کار ہیں تہران (ایران) کے میدان حسن آباد، خیابان استخر، شمارہ نمبر ۳۔ کتاب کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔

❖

مصحف حضرت فاطمہ زہراؑ

مولانا سید محمد رضا رضوی (غروی)

تاریخ اسلام میں معزز و محترم خواتین کا ایک سلسلہ ہے جو جناب حوّا سے شروع ہوتا ہے اور معصومہ عالمؑ کی ذات پر اپنے پورے کمال تک پہنچ جاتا ہے اسلامی روایات و تاریخ میں اسکا ذکر تفصیل سے موجود ہے چنانچہ جناب حوّا دنیائے ہستی کی پہلی خاتون ہیں مگر اپنی اجتماعی زندگی میں ماں باپ کے ساتھ رہ کر ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے اور ان کے ساتھ کس طرح پیش آیا جائے ان کی زندگی میں اسکا نشان نہیں ملتا۔ جناب مریمؑ تاریخ کی اہم ترین خاتون کی صف میں دکھائی دیتی ہیں۔ انکی زندگی بھی اپنے دور کیلئے ایک نمونہ تھی پھر بھی جناب مریمؑ کو عملی زندگی میں آئیڈیل اور نمونہ قرار دیا جائے تو شوہر کے ساتھ زندگی گذارنے کے کیا قوانین و اصول ہیں ان کی زندگی میں اسکا جواب نہیں ملے گا۔ اسی طرح جناب آسیہ کی زندگی اپنی جگہ پر کامل ہونے کے باوجود نمونۂ عمل قرار نہیں دی جاسکتیں کیونکہ ان کے یہاں جناب موسیٰؑ کی پرورش کی بنا پر اگر مادرانہ شفقت کی جھلک تلاش کر بھی لی جائے تو باپ اور بیٹی کا رشتہ تاریخ کے اندھیرے میں گم نظر آتا ہے۔ اس کے برخلاف تاریخ اسلام کے دامن میں ایک ایسی مثالی خاتون کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ جس کی زندگی زمان و مکان کی قید سے نکل کر ہر جہت سے ہر ایک کیلئے نمونہ اور مثالی قرار دی جاسکتی ہے۔

چنانچہ امّ المومنین جناب خدیجہؑ کا افتخار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پارۂ دل جناب فاطمۃ الزہراؑ کی ۱۸ر سالہ پوری زندگی دنیا کے لئے نمونہ اور مثالی ہے۔ ایک طرف معاشرتی زندگی میں خانہ داری کے سبھی اصول و ضوابط پیش کر دیے گئے ہیں تو دوسری طرف بندگی و عبادت کا سلیقہ اور ایثار و فداکاری کے رموز سکھائے گئے ہیں۔ گویا انسانی تربیت کا ہر نمونہ شہزادیٔ کائنات کی مختصر حیات میں مل جائے گا۔

چنانچہ مصحف حضرت زہراؑ تعلیمات اسلامی کا ایک ایسا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے کہ جس میں تعالیم الٰہی کا ایک بحر زخار موجزن ہے۔

مصحف فاطمہ زہراؑ :- معنویت و علوم و معارف کا وہ چشمہ ہے کہ جس کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے اور جس طرح سے قبر حضرت زہراؑ مخفی ہے اسی طرح صحیفہ بھی عام نظروں سے پوشیدہ اور ایک راز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپکے القاب میں سے ایک لقب محدّثہ بھی ہے کہ جس کے سلسلے میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: **اِنَّمَا سُمِّيَتْ فَاطِمَةُ مُحَدَّثَةً لِاَنَّ الْمَلاَئِكَةَ كَانَتْ تَهْبِطُ مِنَ السَّمَاءِ فَتَنَادِيهَا**

كَمَا تُنَادِي مَرِيمَ بِنتَ عِمرانَ۔ فاطمہؑ کو محدّثہ اس لئے نام دیا گیا کہ فرشتۂ الٰہی مسلسل آسمان سے زمین پر آتے اور شہزادی سے گفتگو فرماتے جس طرح سے مریم بنت عمران سے مخاطب ہوتے تھے۔۱؎

مصحف کے معنی اہل لغت کی زبانی

"مختار الصحاح" میں مصحف کے معنی یہ بیان ہوئے ہیں: مصحف بضم میم وکسر میم ایسا مفہوم ہے کہ جو صفحات پر مشتمل ہو۔

"المنجد" مُصحف، مَصحف، مِصحف:۔ ان صفحات کو کہا جاتا ہے جو دو دفتیوں کے درمیان مجلد ہو۔

"مفردات راغب" صحیفہ اسکو کہتے ہیں جس میں کچھ لکھا گیا ہو۔

"مصباح المنیر" مادۂ صحفۃ کے ذیل میں لکھا ہے کہ صحیفہ کسی چمڑے یا کاغذ کے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے کہ جس پر کچھ لکھا جاتا ہے۔

"لسان العرب" مصحف اسکو کہتے ہیں کہ جس میں لکھے ہوئے اوراق کو دو دفتیوں کے درمیان میں رکھا جاتا ہے۔۲؎

اہل لغت کے درمیان مصحف بضم میم زیادہ مشہور ہے۔

کلمۂ مصحف فاطمہؑ کے سلسلے میں روایات وارد ہوئی ہیں کہ جو حقیقت مصحف کو واضح کرنے کیلئے کافی ہیں۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ امام صادقؑ کے چاہنے والوں میں سے کسی نے مصحف فاطمہؑ کے سلسلے میں آپ سے سوال کیا تو امامؑ نے ایک عمیق سکوت کے بعد فرمایا: تم اپنی ضروری و غیر ضروری چیزوں کے بارے میں جستجو اور تحقیق کرتے ہو۔اسکے بعد امام نے فرمایا: اِنَّ فَاطِمَةَ مَكَثَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ خَمْسَةً وَسَبْعِيْنَ يَوْماً وَكَانَ دَخَلَهَا حزنٌ شَدِيدٌ عَلىٰ اَبِيْهَا وَ كَانَ جِبْرَئِيلُ يَاتِيهَا فَيَحْسَنُ عَزاءَ هَا عَلىٰ اَبِيْهَا وَتَطِيبُ نَفْسَها۔۔۔ الخ۔ یعنی رسول اکرمﷺ کی بیٹی آپکیﷺ رحلت کے بعد ۷۵/دن زندہ رہیں ان ایام میں اپنے بابا کے سوگ میں نہایت اندوہ و غم والم کے دن بسر کر رہی تھیں فرشتہ امین آپکی تسلی کی خاطر زمین پر آتے تھے اور کلمات تسلی پیش فرماتے تھے اور رسولﷺ کی منزلت و مقام کا ذکر فرماتے۔امیر المومنینؑ ان کو لکھتے وہی آج مصحف فاطمہؑ کی شکل میں موجود ہے۔۳؎

ایک دوسری روایت حسین بن علاء سے ہے۔امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ مصحف فاطمہؑ ہر گز قرآن کے مانند نہیں ہے لیکن اس میں ہر وہ چیز موجود ہے کہ جس کی بناپر لوگ ہمارے نیاز مند ہیں اور ہم لوگوں سے بے نیاز ہیں حتیٰ اس میں تازیانہ اور خراش کی دیت کا بھی ذکر ہے۔۴؎

امام جعفر صادقؑ نے ایک محدث کے اس سوال کے جواب میں کہ مصحف فاطمہؑ کیا ہے؟ قَالَ اِنَّ

اللهَ لَمَّا قُبِضَ نَبِيُّه دَخَلَ عَلىٰ فَاطمة عليها السّلامُ مِنْ وَفَاتِه مِنَ الْحُزْنِ مٰالاَ يَعْلَمَهٗ اِلاّ اللهُ عَزَّ وَجَلّ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا مَلَكاً يسلى غمّهَا و يحدثها ۔۔۔ الخ فرمایا :۔ پروردگار نے جب رسول کریم ﷺ کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا تو شہزادی پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کہ اس مصیبت عظمیٰ کو سوائے پروردگار کے کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا پروردگار نے ایک فرشتہ شہزادیؑ کی خدمت میں بھیجا تاکہ تسلی آمیز گفتگو سے حزن واندوہ کو کچھ کم کرسکے شہزادی نے مولائے کائناتؑ سے اس ماجرے کا تذکرہ کیا تو آپؑ نے فرمایا: اے بنت نبی ﷺ جب بھی فرشتہ کے آنے کا احساس کریں اور اس کی آواز سنیں تو ہمیں مطلع کریں، چنانچہ شہزادیؑ اس گفتگو سے علیؑ کو مطلع فرماتیں جو علیؑ سنتے، اس کو لکھتے جاتے، چنانچہ وہی مصحف فاطمہؑ کہلایا۔ ۵؎

فرشتگان الٰہی اور شہزادیؑ سے گفتگو کے نمونے

۱۔فرشتے شہزادی کو مخاطب کرتے ہوئے ان آیات کی تلاوت فرماتے : یا(فاطمہ) انَّ الله اصطَفٰكِ وَطَهّرَک وَاصْطَفٰک عَلىٰ نساء العَالمِيْن يَا (فاطمة) اقنُتِي لِرَبّک وَاسجُدی وَارکعی مَعَ الرَّاکعیْن"۔ (اے فاطمہؑ) خدانے آپکو چن لیا ہے اور پاکیزہ بنایا ہے اور عالمین کی عورتوں میں منتخب قرار دیا ہے۔(اے فاطمہؑ) پروردگار کی اطاعت کرو سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ ٦؎

آیات میں مخاطب جناب مریمؑ ہیں (وَاِذْ قَالَتِ الْمَلاَئِكَةُ يَا مَرْيَم ۔۔۔) لیکن چونکہ فرشتے شہزادی سے گفتگو فرماتے تو مریمؑ کی جگہ یا فاطمہؑ کہتے۔ ۷؎

۲۔ فاطمہؑ فرشتگان الٰہی سے گفتگو فرماتیں اور ملائکہ شہزادیؑ کو حالات سے باخبر فرماتے ایک رات شہزادیؑ نے ملائکہ سے سوال کیا۔ کیا مریم دختر عمران دنیا کی عورتوں پر برتری نہیں رکھتیں؟ جواب میں فرشتوں نے فرمایا: مریمؑ اپنے زمانے کی منتخب خاتون تھیں لیکن آپ کو پروردگار نے ہر زمانے کیلئے بامرتبہ قرار دیا ہے اور آپ سیدۂ نساء اولین وآخرین ہیں ۸؎

۳۔ سهل بن ابی صالح عن ابن عباس : اَنَّه أغمیٰ عَلىٰ النّبی ﷺ فِي مَرَضِه فَدَقَّ بابَه ۔ فَقَالَتْ فَاطمةُ : مَنْ ذَا ؟ قَالَ : أنَا رَجُلٌ غَرِيبٌ اَتَيتُ أسأل رَسولَ اللهِ أتَأذنون لي فِي الدُّخُولِ عَلَيه ، فَأَجَابَتْ : امضِ رَحِمَکَ اللهُ لَحَاجَتِکَ فَرَسُولُ اللهِ عَنْک مَشْغُول فَمَضِى ثُمَّ رَجَعَ فَدَقَّ البَابَ وَقَالَ : غَريبٌ يَسْتَأْذِنُ عَلىٰ رَسُولِ الله أَتَأْذون لِلغُرَبَاء ؟ فَأَفَاقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ غَشْيَةٍ فَقَالَ: يَا فَاطِمَةُ أتَدْرِينَ مَنْ هٰذا ؟ قَالَ: هٰذا مُفرقُ الجَمَاعَات ؟ وَمُنْغِضُ اَلّذَّات. هٰذَا ملکُ المَوتِ. مَا اِسْتَأْذنَ وَالله عَلىٰ أحدٍ قَبْلِي. وَلَا يَسْتَأْذنُ لِاَحدٍ مِنْ بَعْدِى. اِسْتَأْذَنَ عَلَيّ لِکَرامتى عَلَى

اللهِ ائذنی لَه، فَقَالَتْ: اَدْخُل رَحِمَکَ اللهُ۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کا آخری وقت تھا شہزادی اپنے بابا کی خدمت میں تھیں کہ کسی نے آکر دروازے پر دق الباب کیا شہزادیؑ نے کہا کون ؟ جواب ملا میں ایک مسافر ہوں اور رسول اکرم ﷺ سے کچھ سوال کرنے آیا ہوں۔ اجازت مرحمت فرمائیں شہزادیؑ نے فرمایا خدا تم پر رحمت کرے واپس چلے جاؤ ابھی بابا کی حالت نامساعد ہے۔ فرشتہ واپس گیا اور پھر آیا اور اسی انداز میں آنے کی اجازت چاہی شہزادیؑ نے وہی جواب دیا اسی اثناء میں نبی کریم ﷺ کی آنکھ کھل گئی تو شہزادیؑ فرمایا: اے باباجان کوئی مسافر ہے جو آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے آیا آپ کی اس حالت میں مناسب تھا کہ میں آنے کی اجازت دیتی تو نبی خدا نے اپنی بیٹی سے فرمایا: اے میری لخت جگر! اے میری پارۂ جگر یہ تمہارے در کا شرف ہے۔ ورنہ یہ آنے والا کسی سے اذن ورود نہیں مانگتا۔ ۹۔

ممکن ہے کہ کوئی کہے کہ فرشتے انبیاء کے علاوہ کسی سے گفتگو نہیں کرتے اور وحی انبیاء کے علاوہ کسی پر نہیں آتی تو یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ قرآن وتاریخ اس بات کے گواہ ہیں کہ فرشتوں نے انبیاء الٰہی کے علاوہ بھی گفتگو فرمائی ہے اور وحی لیکر آئے ہیں۔ چنانچہ چار خواتین کا تذکرہ تاریخ وقرآن میں ملتا ہے کہ جن سے فرشتوں نے گفتگو کی اور دیگر مخلوقات الٰہی سے بھی گفتگو فرمائی۔

وہ چار خواتین یہ ہیں۔ ا۔ جناب مریمؑ، جناب عیسیٰؑ کی والدہ گرامی ۲۔ زوجہ جناب عمران، حضرت موسیٰؑ کی مادر گرامی ۳۔ جناب سارہ حضرت اسحٰق ویعقوب کی ماں ۴۔ فاطمۃ الزہراؑ رسول گرامی ﷺ کی بیٹی۔ ۱۰۔

وحی الٰہی کے متعلق چند قرآنی آیات

ا۔ آسمانوں کو: **فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ۚ وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ** ۔ پھر ان آسمانوں کو دو دن کے اندر سات آسمان بنادیے اور ہر آسمان میں اسکے معاملے کی وحی کر دی اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے آراستہ کر دیا ہے اور محفوظ بھی بنا دیا ہے کہ یہ خدائے عزیز و علیم کی مقرر کی ہوئی تقدیر ہے۔ ۱۱۔

۲۔ حواریوں کو: وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي ۔ اور جب ہم نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ ہم پر اور ہمارے رسولوں پر ایمان لے آؤ۔ ۱۲۔

۳۔ فرشتوں کو وحی: **إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا** ۔ جب تمہارا پروردگار ملائکہ کو وحی کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں لہٰذا تم صاحبان ایمان کو ثبات قدم عطا کرو۔ ۱۳۔

۴۔ شہد کی مکھی کو وحی: **وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ**

وَمِمَّا يَعْرِشُونَ۔ اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں اور گھروں کی بلندیوں میں اپنے گھر بنائے۔ ۱۴۔

۵۔ جناب موسیٰؑ کی مادر گرامی کو وحی: وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ۔ اور ہم نے مادر موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ اپنے بچے کو دودھ پلاؤ۔ ۱۵۔

خصوصیات مصحف زہراؑ

۱۔ مصحف فاطمہ زہراؑ قرآن کے ۳/ برابر ہے اور ۱۰۰۰/ صفحات سے زیادہ پر مشتمل ہے۔ مصحف فاطمہ زہراؑ تعلیمات اور آداب ورسوم الٰہی اپنے وسیع دامن میں لئے ہوئے ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ امام صادقؑ نے ابی بصیر سے فرمایا ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ ہے لوگ کیا جانیں کہ مصحف فاطمہؑ کیا ہے یہ قرآن کے ۳/ برابر ہے۔ خدا کی قسم ! اس میں قرآن کا ایک لفظ بھی نہیں ہے اور اس میں حقائق کا بحر بیکراں موجزن ہے کہ جسے پروردگار عالم نے ہماری مادر گرامی فاطمہؑ پر وحی فرمائی۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مصحف فاطمہؑ اصل میں قرآن ہے۔ ۱۶۔

اس حدیث شریف سے استفادہ ہوتا ہے کہ :

۱۔ مصحف زہراؑ قرآن کے ۳/ برابر ہے۔

۲۔ مصحف زہراؑ قرآن نہیں ہے اور نہ ہی تکمیل کنندۂ قرآن ہے۔

۳۔ مصحف زہراؑ قرآن کے مقابل نہیں ہے۔

۴۔ یہ خیال کرنا کہ مصحف زہراؑ ہی قرآن ہے یہ حرمت قرآن کے منافی ہے۔

۵۔ امام علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ مصحف زہراؑ قرآن کے ۳/ برابر ہے یہ مصحف کے حجم اور اس کے مطالب کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن سے مقایسہ کے لئے نہیں ہے بلکہ مقایسہ اس لئے ہے تاکہ مصحف زہراؑ کا اندازہ ہوسکے چونکہ لوگوں کے ہاتھوں میں قرآن موجود ہے اور حجم وآیات قرآن مشخص ہیں۔

۶۔ مصحف کا اطلاق صرف قرآن کریم پر ہی نہیں ہوتا ہے۔ اور نہ ہی قرآن کریم کی کسی آیت میں کتاب خدا کو مصحف سے تعبیر کیا گیا ہے جبکہ قرآن میں کلمۂ صحف استعمال ہوا ہے لیکن غیر قرآن کے لئے استعمال ہوا ہے۔ إِنَّ هَـٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۔ یہ بات تمام پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے ابراہیم کے صحیفوں میں بھی اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں بھی۔ ۱۷۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ مصحف کا اطلاق بہ معنای عام، قرآن کریم پر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اہل لغت نے مصحف کو اس جمع شدہ کتاب کیلئے استعمال کیا ہے کہ جو دو دفتیوں کے درمیان ہو۔ ۱۸۔

۲۔ مصحف زہراؑ سرچشمۂ وحی ہے کہ جس کے مضامین پروردگار کی طرف سے ہیں اور علم الٰہی پر مشتمل ہیں

جس کو جبرئیل امین حکم پروردگار سے شہزادی کی خدمت میں لیکر حاضر ہوتے اور شہزادی کائناتؑ املا فرماتیں اور مولائے کائناتؑ ضبط تحریر میں لاتے۔

مصحف زہراؑ کا موازنہ کسی بھی کتاب سے نہیں کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ جو بھی کتابیں تالیف یا تصنیف کی جاتی ہیں اس میں ذاتی افکار اور اپنی سمجھ بوجھ شامل ہوتی ہیں یا کسی سے نقل کی جاتی ہیں۔ مگر مصحف زہراؑ وہ عظیم علمی خزانہ اور بیش بہا معرفت کا دریا ہے کہ جسکا منبع اسرار الٰہی ہے۔

یہ وہ عظیم سرمایہ ہے کہ جس میں ابتدائے کائنات سے انتہائے کائنات کا تذکرہ ہے جبکہ اس کتاب کی تدوین صرف ۷۵/دنوں میں ہوئی ہے اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد شہزادی کائنات معتبر قول کے مطابق ۷۵/دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں۔

۳۔ مصحف شہزادی کائنات، مجموعۂ اسرار رسالت وامامت ہے جو صرف ائمہ طاہرین علیہم السلام کے پاس رہا اور زمانے کے گذرنے کے ساتھ ایک امامؑ سے دوسرے امامؑ تک پہونچتا رہا اور امام کی امامت کی دلیل قرار پایا۔ روایت میں ہے کہ جب امام رضاؑ نے امام معصوم کی علامات اور نشانیوں کا ذکر فرمایا تو فرمایا:
"وَيَكُوْنُ عِنْدَهُ مُصْحَفُ فَاطِمَةَ" ۔ مصحف فاطمہؑ امام کے پاس امامت کی نشانی وعلامت ہے۔۱۹؎

وہ علوم جو ائمہ طاہرینؑ کے امتیازات واختصاصات شمار کئے جاتے ہیں جیسے کہ علم جامعہ، جفر، مصحف فاطمہؑ یہ وہ علوم ہیں جن کے بارے میں بہت ساری روایات وارد ہوئی ہیں۔ ائمۂ طاہرینؑ انھیں علوم کے ذریعہ لوگوں کی علمی وفکری پیاس بجھاتے اور لوگوں کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اسی کتاب سے استفادہ کرتے تھے۔ یہ علوم ومعارف اسلامی کے وہ گراں بہا خزانے ہیں جن کو ذہن بشری سمجھنے سے قاصر ہے اور مادی افکار میں یہ نہیں سما سکتے۔

علوم اختصاصی ائمہ طاہرین علیہم السلام کے سلسلے میں روایات

عَنْ اَبِي بَصِيْرٍ قَالَ:۔ دَخَلْتُ عَلىٰ اَبِي عَبْدِاللّٰهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ اِنِي اَسْئَلُكَ ۔جُعِلْتُ فِدَاكَ۔ عَنْ مَسْئَلَةٍ لَيْسَ هٰاهُنَا اَحَدٌ يَسْمَعُ كَلاَمِي ؟ قَالَ فَرَفَعَ اَبُوعَبْدِاللّٰه ستراً بَيْنِي وَبَيْنَ آخرٍ فَاَطَّلَعَ فِيه۔۔۔ وَاِنَّ عِنْدَنا الْمُصْحفَ فَاطِمَةَ وَمَايُدْرِيْهِمْ مَا مُصْحَفُ فَاطِمَةَ۔۔۔ الخ ۲۰؎

ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں ایک روز امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے کہا (ہماری جانیں آپ پر قربان ہو جائیں) ہم آپ کی خدمت میں کچھ سوال لیکر آئے ہیں یہاں کوئی ہماری گفتگو کو سننے والا موجود تو نہیں ہے؟ امامؑ نے دو کمروں کے درمیان جو پردہ تھا اسکو اٹھایا اور ایک سرسری نگاہ ڈالی پھر فرمایا اے ابومحمد! جو بھی تمہیں پوچھنا ہے پوچھو پھر فرمایا: اے ابومحمد ہمارے پاس جامعہ ہے لوگ کیا جانیں کہ جامعہ کیا ہے؟ راوی کہتا ہے میں نے پوچھا جامعہ کیا ہے؟ تو امام نے جواب میں فرمایا: جامعہ

ایک طومار ہے کہ جس کی لمبائی سات ذراع ہے کہ جس کو رسول ﷺ نے تعلیم فرمایا اور حضرت علیؑ نے لکھا، اس میں سارے ہی حلال و حرام اور لوگوں کے مورد نیاز مسائل موجود ہیں۔ یہاں تک کہ خراش کی دیت بھی ہے۔ پھر فرمایا: ہمارے پاس جفر ہے اور لوگ کیا جانیں کہ جفر کیا ہے؟ راوی کہتا ہے میں نے جفر کے سلسلے میں بھی استفسار کیا تو امام نے فرمایا: کہ جفر ایک کھال کا ٹکڑا ہے جس میں پیامبران الٰہی و اوصیاء الٰہی و بنی اسرائیل کے باعلم و فضل افراد کے علوم و معارف جمع ہیں۔ پھر فرمایا: ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے اور لوگ کیا جانیں کہ اس میں کیا ہے اور پھر فرمایا: مصحف فاطمہؑ، جو قرآن تمہارے پاس ہے اسکے تین برابر ہے لیکن خدا کی قسم ایک حرف بھی اس میں قرآن کا نہیں ہے۔ ۲۱۔

ان احادیث شریفہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مصحف فاطمہؑ قرآن نہیں ہے لیکن ایک معاند گروہ شیعوں کو اس بات سے متہم کرتا ہے کہ شیعوں کا قرآن جو ہمارے پاس ہے اس سے الگ ہے اور وہ چالیس پاروں پر مشتمل ہے جس کو یہ لوگ مصحف فاطمہؑ کہتے ہیں۔ اس اتہام کے کچھ وجوہات ہیں :

۱۔ شیعوں کی کتب احادیث سے عدم واقفیت اور کتب شیعہ کی طرف مراجعہ نہ کرنا کہ جس میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ مصحف فاطمہؑ قرآن نہیں ہے۔

۲۔ بر بناء عناد و تعصب شیعوں پر بے جا اتہام لگایا جاتا ہے تا کہ چہرۂ مکتب تشیع کو مخدوش کیا جاسکے۔

۳۔ اہلبیتؑ سے دشمنی۔ اہلبیتؑ کا رابطہ وحی سے ہے اس حقیقت سے انکار کرنے کے لئے یہ بات پیش کی جاتی ہے تا کہ یہ واضح کریں کہ یہ جو کہتے ہیں وہ قرآن کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور یہ بھی ہمارے ہی طرح عام انسان ہیں۔

۴۔ صحیفہ سے مراد صرف قرآن ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد مسلمانوں حتیٰ اصحاب کے درمیان بھی یہ بات ذہنوں میں بٹھا دی گئی کہ مصحف کا اطلاق صرف اور صرف آیات قرآنی پر ہوتا ہے اور اس دور میں بہت سے لوگوں کے پاس قرآنی آیات کا مجموعہ موجود تھا کہ جس کے پاس وہ ہوتا، اس کی نسبت اسی کی طرف دے دیتے تھے جیسے کہ وہ قرآن جو مولائے کائناتؑ کے پاس تھا اسکو مصحف علیؑ کہا کرتے تھے البتہ آج بھی مصحف شریف کا اطلاق قرآن پر مشہور ہے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کہ مصحف کا اطلاق صرف قرآن پر ہوتا ہو اس لئے کہ جو لوگ قرآن کو مصحف کہتے تھے یا کہتے ہیں انھوں نے معنای لغت کو مدنظر رکھا ہے اس لئے کہ اہل لغت ہر اس تحریر کو کہ جو دو دفتیوں کے درمیان موجود ہو مصحف یا صحیفہ ہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہاں پر بعض روایات ذکر کی جارہی ہیں جن میں صراحت کے ساتھ یہ بات بیان کی گئی ہے کہ مصحف فاطمہؑ، قرآن نہیں ہے۔

ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سوال کیا: وَمَا مُصْحَفُ فَاطِمَةٌ ؟ قال علیہ السلام: مصحف فیه مثل قرآنکم ثلاث مرات والله مافیه من قرانکم حرف واحد۔ مصحف فاطمہؑ کیا ہے امامؑ نے جواب میں فرمایا: کہ جو قرآن تمہارے پاس ہے اس کے ۳/ برابر ہے اور خدا کی قسم تمہارے پاس جو قرآن ہے اس میں کا ایک حرف بھی اس میں نہیں ہے۔ ۲۲۔

محمد بن مسلم نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے؛۔ وَخَلَفَتْ فَاطِمَةُ مُصْحَفاً مَا هُوَ قُرآنٌ وَلٰكِنَّه كَلاَمٌ مِنْ كَلاَمِ اللهِ اُنْزِلَ عَلَيْهَا۔ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنی یادگار چھوڑی ہے لیکن وہ قرآن نہیں ہے لیکن کلام خدا ہے کہ جو فاطمہؑ پر نازل ہوا ہے۔ ۲۳۔

حسین بن علاء کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا: اِنَّ عِنْدِی مُصحَف فَاطمة مٰاأَزْعَمَ اَنَّ فِيهِ قُرانًا۔ میرے پاس مصحف فاطمہؑ ہے لیکن کوئی گمان نہ کرے کہ اس میں آیات قرآنی ہیں۔ ۲۴۔

ابی حمزہ امام صادقؑ سے روایت کرتے ہیں: مُصْحَفُ فاطمة(س)مٰا فِيه شَئٌ مِن كِتابِ اللهِ وَاِنَّمَا هُو شَئٌ اُلْقِیَ عَلَيهَا بَعْد موتِ اَبِیها۔ مصحف فاطمہؑ میں قرآن کریم میں سے کچھ نہیں ہے اور مصحف ان مطالب پر مشتمل ہے جن کو فرشتہ الٰہی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان (فاطمہ زہراؑ) پر الہام فرمایا۔ ۲۵۔

ان احادیث سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ مصحف فاطمہؑ قرآن کے ۳/ برابر ہے لیکن مطالب کے اعتبار سے قرآن کے ظواہر کا کوئی بھی مطلب اس میں موجود نہیں ہے۔

چنانچہ علّامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن میں سب کچھ موجود ہے اور اس میں گذشتہ وآئندہ کی ساری باتیں ذکر کر دی گئی ہیں تو پھر اس حدیث کے معنیٰ کیسے کئے جائیں گے کہ جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ مصحف فاطمہؑ میں علوم ماکان ومایکون یعنی حوادث گذشتہ وآئندہ کا ذکر موجود ہے تو ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ممکن ہے مصحف فاطمہؑ ان قرآنی آیات کی تاویل و تفسیر پر مشتمل ہو کہ جن تک ذہن بشر کی رسائی ممکن نہیں ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ مصحف فاطمہؑ، قرآن کے ظاہری الفاظ پر مشتمل نہیں ہے۔ ۲۶۔

مصحف فاطمہؑ میں کیا کیا ہے؟

امام صادقؑ سے روایت ہے فرمایا:۔ عِنْدِی مُصْحَفُ فاطِمة ۔۔۔ وَفِيهِ مٰایَحْتَاجُ النّاسُ اِلَيْنا وَلَا يَحْتَاجُ اِلىٰ اَحَدٍ حَتىٰ فِيهِ اَرْشُ الْخَدشِ:۔ میرے پاس مصحف فاطمہؑ ہے۔۔۔ اس میں ہر وہ کچھ موجود ہے کہ جس کی لوگوں کو ضرورت ہے اور اسی مصحف فاطمہؑ نے ہمیں تمام لوگوں سے بے

نیاز کر دیا ہے یہاں تک کہ اس میں خراش کی دیت کا بھی ذکر ہے۔ ۲۷۔

قَالَ اَبُوعَبدِاللّٰه عليه السلام اِنَّ عَبْدَاللّٰهِ بنَ الْحَسَنِ يَزْعُمُ اَنّه لَيْسَ عِنْدَه مِنَ الْعِلْمِ اِلاّ مٰا عِنْدَالنَّاسِ فَقَالَ عليه السلام صَدَقَ وَاللّٰهِ عَبْدُاللّٰهِ بنُ الْحَسَنِ مٰا عِنْدَه مِنَ الْعِلمِ اِلاّ مٰا عِنْدَ النَّاس۔۔۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں :۔ عبداللہ بن حسن کا تصور یہ ہے کہ ہمارے اور دوسرے لوگوں کے علم میں کوئی فرق نہیں ہے وہی سارے علوم جو لوگوں کے پاس ہیں ہمارے پاس بھی ہیں اور اس سے زیادہ کچھ بھی ہمارے پاس نہیں ہے۔ پھر امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! عبداللہ بن حسن کے پاس بس وہی علم ہے جو لوگوں کے پاس ہے (عبداللہ بن حسن کے علم اور ہمارے علم میں اتنا ہی فرق ہے جتنا فرق کوزہ اور سمندر میں ہے) لیکن خدا کی قسم ہمارے پاس جامعہ ہے جس میں حلال وحرام الٰہی کا ذکر ہے۔ ہمارے پاس جفر ہے کیا عبداللہ بن حسن جانتے ہیں کہ جفر کیا ہے اور ہمارے پاس مصحف فاطمہؑ ہے خدا کی قسم اس میں ایک حرف بھی قرآن سے نہیں ہے پھر فرمایا جب اطراف واکناف عالم سے لوگ آئیں گے اور عبداللہ بن حسن سے سوال کریں گے تو وہ کیا جواب دیں گے اور کیا کریں گے (کیا منھ دکھائیں گے)۔ ۲۸۔

كَانَ الصَّادِقُ عليه السلام يَقُولُ ۔۔۔ اِنَّ عِنْدَنا الجَفَرَ الْاَحَمَر وَالْجَفَر الاَبْيَضَ وَمُصْحفَ فَاطمه۔۔۔ وَاَمَّا مُصْحَفُ فَاطِمة فَفِيْهِ مٰايَكُونُ مِنْ حٰادِثٍ وَ اَسْمٰاءِ كلِ مَن يَملكِ اِلى اَنْ تَقُومَ السَّاعةُ۔۔۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ ۔۔۔ مصحف فاطمہؑ میں ہر نو پذیر واقعات کا ذکر موجود ہے اور تا قیامت جو لوگ بھی اس زمین پر حکومت کریں گے ان کے نام کا ذکر ہے۔ ۲۹۔

عَنْ فُضَيْلٍ قَالَ : دَخَلْتُ عَلىٰ اَبِى عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ يٰا فُضَيْل اَتَدرِى فِى اَىِّ شَىءٍ كُنْتُ اَنْظُرُ فَقُلْتُ لاَ قَالَ: كُنْتُ اَنْظُرُ فِى كِتابِ فَاطمه فَلَيْسَ مَلِكٌ يَمْلِكُ اِلّا وَ هُوَ مَكْتُوبٌ بِاسْمِهِ وَاِسْمُ اَبِيه فَمٰا وَجَدْتُ لِوَلِدِ الْحَسَنِ فِيْهِ شَيْئاً ۔ فضیل بن سکرہ کہتے ہیں کہ میں امام صادقؑ کی خدمت اقدس میں مشرف ہوا تو امام نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا : اے فضیل تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے آنے سے پہلے کس چیز کو دیکھ رہا تھا میں نے کہا نہیں۔ تو امامؑ نے فرمایا: میں کتاب فاطمہؑ کو دیکھ رہا تھا جس میں کوئی بھی حکومت کرنے والا حاکم نہیں ہے کہ اس کا نام اس کی ولدیت کے ساتھ اسمیں تحریر نہ ہو اور اس میں امام حسنؑ کے فرزند کا کوئی ذکر نہیں پایا۔ (محمد بن عبداللہ نے چونکہ امامت وحاکمیت کا دعویٰ کیا تھا امامؑ کا اشارہ اسی طرف ہے) ۳۰۔

قَالَ اَبُوعَبدِاللّٰهِ مٰا مِنْ نَبِىٍ وَلَا وَصِى وَلَا مَلِكٌ اِلاّ فِى كِتَابٍ عِنْدِى لَا وَاللّٰهِ مَا لِمُحَمدُ بنُ عَبْدِاللّٰهِ بنِ الحَسَنِ فِيْهِ اِسمٌ :۔ معلٰی بن خنیس سے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا کوئی بھی پیامبر الٰہی اور ان کا جانشین جو پیغام الٰہی لیکر آیا ہو ایسا نہیں ہے کہ جس کا نام اس کتاب میں موجود نہ ہو جو

کتاب میرے پاس موجود ہے اور خدا کی قسم! محمد بن عبداللہ بن حسنؑ کا نام اسمیں موجود نہیں ہے۔۳۱؎

مصحف فاطمہؑ کہاں ہے؟

متعدد روایات معصومینؑ سے کہ جن میں عِنْدِی (میرے پاس) عِنْدَنَا (ہمارے پاس) ذکر ہے استفادہ ہوتا ہے کہ مصحف فاطمہؑ امامت کی نشانی ودلیل ہے اور ائمہ طاہرینؑ میں ہی یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا ہے۔ اور منکرین امامت کے سامنے ائمہ طاہرینؑ، صحیفہ کو دلیل کے طور پر پیش فرماتے رہے اور اپنے امام حق ہونے پر دلیل دیتے رہے۔

ابی بصیر فرماتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے دریافت کیا: قُلْتُ جُعِلْتُ فِداکَ فَلِمَنْ صَارَ ذٰالِکَ الْمُصْحَفُ بَعدَ مُضِیّها قَالَ دَفَعَتْه اِلَی اَمِیْرِالْمُومِنِیْن(ع) فَلَمّا مَضٰی صَارَاِلَی الحسن ثُمَّ اِلَی الْحُسَیْنِؑ ثُمَّ عِنْدَ اَهْلِهِ حَتّٰی یَدْفَعُوهُ اِلٰی صَاحِبِ هٰذا الْاَمْرِ۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ اتنا ہمیں بتائیں کہ شہادت شہزادیؑ کے بعد مصحف کہاں گیا تو امامؑ نے فرمایا وہ مصحف امام علیؑ کی طرف منتقل ہوا پھر شہادت امامؑ کے بعد امام حسنؑ کے پاس آیا پھر امام حسینؑ کے پاس منتقل ہوا پھر ایک امامؑ سے دوسرے امامؑ تک منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ امام زمانہ تک منتقل ہوا۔ ۳۲؎

دوسری روایت ابو بصیر سے ہی ہے کہ:۔ مَامَاتَ اَبُو جَعْفَر علیہ السلام حَتّیٰ قَبَضَ مُصْحفَ فَاطِمَه سَلامُ اللّٰهِ عَلَیهَا۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ نے اپنے انتقال سے پہلے مصحف ہمارے حوالہ کر دیا۔ ۳۳؎

علامہ آقا بزرگ طہرانی اپنی کتاب "الذریعہ" میں مصحف فاطمہؑ کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

مُصْحَفُ فَاطِمَة عَلَیهَاالسَّلامُ مِنْ وَدَایعِ الْاِمَامَةِ عِنْدَ مَولِیْنَا وَاِمَامِنَا صَاحِبِ الزَّمَان کَمَا رُوِیَ فِی عِدَّةِ اَحَادِیثٍ مِنْ طُرُقِ الْاَئمَّة مِنهَا فِی (بَصَائر الدرجات) قَدْ حَکَاهُ العَلامَةُ المَجْلِسِی فِی اَوّلِ (البحار) مصحف فاطمہؑ ائمہ طاہرینؑ کی امانت ہے جو ہمارے امام زمانہؑ کے پاس موجود ہے۔ جیسا کہ "بصائر الدرجات" میں ائمہ طاہرینؑ سے متعدد روایات نقل ہوئی ہیں جنہیں علامہ مجلسی نے "بحار" میں حکایت فرمایا ہے۔ ۳۴؎

قَالَ فِی تَذْکِرَةِ الْاَئمَةِ فِی ذِکْرِ مُصْحَفِ فَاطِمةؑ اِنَّه کُلَّمَاحَدَّثَهَا جِبْرِئیلُ بَعْدَ اَبِیهَا مِنَ الْاَخْبَارِ وَالقِصَصِ وَمَاجَرَیٰ اِلٰی یَومِ الْقِیٰامَةِ وَمَایَصْنَعُ الْمُنٰافِقُونَ مِنْ هٰذِه الْاُمَّةِ وَخُلَفَاءِ الْجورِ مِنْ بَنِی اُمَیَّةَ وَبَنِی الْعَبَاسِ وَ غَیْرِهِمْ مِنْ سَلاطِینَ الْکُفْرِ وَالْاِسْلامِ فِی کُلّ العٰالَمِ اَمَلاَهَا

فَاطِمَةٌ وَكَتَبَ اَمِيْرُالْمُومِنِيْنَ فِي طُومَارٍ سُمّی مُصحفُ فَاطِمَةَ وَ هُوَ الآنَ عِنْدَ صَاحِبِ الْعَصْرِ ۳۵۔

یعنی مصحف فاطمہؑ کے سلسلے میں "تذکرۃ الائمہ" میں مذکور ہے کہ وفات رسول کریم ﷺ کے بعد جناب جبرئیل بنت رسول ﷺ کی خدمت میں آتے اور سارے واقعات اور قصہ جو قیامت تک انجام پانے والے ہیں آپکی خدمت میں عرض کرتے اور منافقین کے کالے کرتوت، خلفائے بنی امیہ و بنی عباس وغیرہ کے ظلم وجور وستم اور سلاطین وحکمران اور بادشاہان اسلام وکفار جو سارے عالم میں حاکم ہیں ان کا ذکر کرتے۔ شہزادیٔ کائناتؑ اس کو مولائے کائناتؑ سے بیان فرماتیں۔ اور مولائے کائناتؑ اس کو ضبط تحریر میں لے آتے اسی کا نام مصحف فاطمہؑ رکھا گیا اور آج وہ امام عصرؑ کے پاس موجود ہے۔

حوالے:

۱۔ عوالم العلوم والمعارف والاحوال: علامہ بحرانی، ص ۶۸، انتشارات مؤسسہ تحقیقات ونشر معارف اہلبیتؑ۔ بحار الانوار، ج ۱۴ ص ۴۳، ص ۷۸۔

۲۔ لسان العرب، ج ۳، ص ۱۰۳۸، چاپ دار الفکر۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۲۲ ص ۵۴۵۔ ج ۴۳، ص ۷۹، اصول کافی، ج ۱، ص ۲۴۱، باب ۹۶۔ فاطمہؑ از ولادت تا شہادت محمد کاظم قزوینی، ص ۱۵۲۔

۴۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۴۰، باب ۹۶۔

۵۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۸۰۔ ج ۲۶، ص ۴۴۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۹۶، باب ۹۶۔

۶۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۲ و ۴۳

۷۔ عوالم العلوم والمعارف والاحوال، علامہ بحرانی، ص ۶۸

۸۔ عوالم العلوم والمعارف والاحوال، علامہ بحرانی، ص ۶۸۔ بحار الانوار ج ۱۴، ص ۲۰۶۔

۹۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۱۱۶۔

۱۰۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۱۱۵۔

۱۱۔ سورۂ فصلت، آیت ۱۲۔

۱۲۔ سورۂ مائدہ، آیت ۱۱۱۔

۱۳۔ سورۂ انفال، آیت ۱۲۔

۱۴۔ سورۂ نحل، آیت ۶۸۔

۱۵۔ سورۂ قصص، آیت ۷۔

۱۶۔ اصول کافی ج ۱، ص ۲۳۸، باب ۹۶۔ فاطمہ از ولادت تا شہادت، محمد کاظم قزوینی، ترجمہ علی کرمی، ص ۱۴۹تا۱۵۱۔

۱۷۔ سورۂ اعلیٰ، آیت ۱۸۔۱۹۔

۱۸۔ اعلموا انی فاطمة، عبدالحمید باہر۔ج/۶، ص ۱۰، انتشارات افق فروا

۱۹۔ بحار الانوار ج/ ۲۵، ص ۱۱۷۔

۲۰۔ دفاع عن الکافی ج ۲، ص ۳۵۳ بحار الانوار ج ۲۶، ص ۳۹۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۳۹، باب ۹۶۔

۲۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۳۹، باب ۹۶۔ بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۳۸۔

۲۲۔ اصول کافی ج ۱، ص ۲۳۹، باب ۹۶۔ بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۳۸۔

۲۳۔ بصائر الدرجات، محمد بن حسن الصفار، ص ۱۷۶۔

۲۴۔ بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۳۷۔

۲۵۔ بحار الانوار، ج ۲۶ ص، ۴۸۔

۲۶۔ بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۴۰۔

۲۷۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۴۰ باب ۹۶۔ بحار الانوار ج ۲۶، ص ۱۸۔

۲۸۔ بحارلانوار، ج ۲۶، ص ۴۶ (نوٹ) روایت میں املاء رسول و خط علی ہے۔ لیکن بحار کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مراد جناب جبرئیل ہیں۔

۲۹۔ بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۱۸۔

۳۰۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۴۲ باب، ۹۶۔ بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۱۵۵۔

۳۱۔ بحار الانوار، ج ۲۶، ص ۱۵۶۔ ج ۴۷، ص ۳۲۔

۳۲۔ مسند فاطمة عزیز اللہ عطاری، ص ۲۹۲۔ دلائل الامامة، ص ۲۷ نقل از موسوعة الکبریٰ عن فاطمة الزہراؑ۔ ج ۱۹، ص ۳۲۰۔

۳۳۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۴۷۔

۳۴۔ الذریعہ، علامہ بزرگ طہرانی، ج ۲۱، ص ۱۲۶۔ رقم ۴۲۴۸۔

۳۵۔ الموسوعة الکبریٰ عن فاطمة الزہراؑء ۱۹، ص ۳۳۰۔ تذکرۂ ائمہ، علّامہ مجلسی (فارسی نسخۂ خطی) ص ۳۹، باب دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فصلنامہ "راہ اسلام"

زیر نظر مجلّہ کی وصولیابی، یقینی بنانے اور اشاعت سے لیکر ارسال تک کے جملہ مخارج میں سے کچھ کے تدارک کے لئے مبلغ ۳۰۰روپیہ زراشتراک درج ذیل اکاؤنٹ پر ارسال فرمائیں:

براہ کرم بینک ڈرافٹ اس نام سے بنوائیں:

Islamic Republic of Iran Cultural Counsellor, A/C No. 11084232692 ,
State Bank of India, IFSC : SBIN 0000961

اس کے علاوہ آپ سے گزارش ہے کہ منسلکہ فارم کے مندرجات کو پر کرکے جلد از جلد دفتر راہ اسلام کے پتہ پر بینک ڈرافٹ کے ساتھ ارسال فرمائیں۔

ممبر شپ فارم

فصلنامہ "راہ اسلام"

۱۸، تلک مارگ نئی دہلی۔۱۱۰۰۰۱

پورانام:...

عمر:.............. تعلیم:.............................. مشغلہ:..............................

مادری زبان: ....(دوسری زبانیں جو آپ لکھ اور پڑھ سکتے ہوں)..............................

مکمل پتہ انگریزی میں:...

....

....

ٹیلیفون نمبر:.............................. ای میل..............................

آپ کن موضوعات کو ہندوستانی معاشرہ کے لئے مفید اور ضروری سمجھتے ہیں؟ ان کی نشاندہی فرمائیں تاکہ ہم آئندہ شماروں میں ان کو شامل کرسکیں۔؟

دستخط وتاریخ

مقالہ نگار حضرات!

السّلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته

جیسا کہ آپ واقف ہیں فصلنامہ "راہ اسلام" صاحب قلم، علماء ودانشوروں کے افکار ورشحات قلم کے سایہ میں اسلامی، علمی وفکری مراحل گذشتہ کئی برس سے طے کر رہا ہے۔ متعدد خصوصی شماروں کی اشاعت کے بعد، ہمارا ارادہ ہے کہ **اتحاد و بصیرت** نیز **مسجد** سے متعلق خصوصی شماروں کی اشاعت عمل میں لائی جائے۔ ذیل میں مذکورہ خصوصی شماروں سے متعلق عناوین درج کیے جا رہے ہیں۔ امید ہے ہمیں آپ کا قلمی تعاون حاصل رہیگا۔

عناوین مقالہ مسجد:

۱۔ ہندوستان میں مساجد کی تاریخ: (لکھنؤ، حیدرآباد، دہلی، بنارس و...) **۲**۔ ہندوستانی مساجد کی طرز تعمیر پر ایرانی معماری کے اثرات، **۳**۔ عظمت مساجد، قرآن وروایات اور علماء کی نظر میں (امام خمینیؒ، آیت اللہ خامنہ ای و۔۔۔) **۴**۔ اسلامی معاشروں میں مساجد کا تربیتی، سماجی اور سیاسی کردار **۵**۔ احکام مساجد **۶**۔ مساجد کی دشواریاں اور امکانات: پیشنمازوں، متولیوں اور نمازیوں کی رو سے **۷**۔ مساجد کے تئیں ہماری ذمہ داریاں **۸**۔ حکومت ہند کی نظر میں مساجد کی اہمیت، **۹**۔ مسجد میں خواتین کی دینی، عبادی اور اجتماعی شرکت کا تاریخی جائزہ (یا مسجد میں خواتین کی شرکت اسلامی تعلیمات کے پس منظر میں)

آپ سے التماس ہے کہ درج ذیل شرائط کے ساتھ، جلد از جلد مذکورہ بالا کسی عنوان پر اپنا تحقیقی مقالہ تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔ خداوند متعال آپ کی علمی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

شرائط:

۱۔ ارسال شدہ مقالہ کا خوشخط ہونا ضروری ہے۔ اگر ممکن ہو تو ٹائپ شدہ MSword فائل ارسال فرمائیں۔

۲۔ صرف غیر مطبوعہ مقالہ ہی ارسال فرمائیں۔

۳۔ مقالہ کے متن میں جن مآخذ ومدارک کا استعمال کیا گیا ہو ان کا ذکر ضرور فرمائیں۔

۴۔ اگر ممکن ہو تو مقالہ، بذریعہ ای میل ichdelhi@gmail.com پر ارسال فرمائیں۔

۵۔ مقالہ ایران کلچر ہاؤس کے پتہ پر پوسٹ بھی کر سکتے ہیں۔

۶۔ مقالے کی اشاعت کے لئے ایڈیٹوریل بورڈ کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

۷۔ آپ کے ارسال کردہ مقالہ کی اشاعت یا عدم اشاعت کے لئے ادارہ کو اختیار ہوگا۔

نوٹ: آپ اپنا مقالہ ۲ مہینہ کے اندر ادارہ کو ارسال کر دیں۔ مذکورہ شرائط نہ پائے جانے کی صورت میں مقالہ، شامل اشاعت نہیں ہوگا۔

والسلام

چیف ایڈیٹر "راہِ اسلام"

خصوصی شمارہ اتحاد و بصیرت

عناوین مقالہ اتحاد و بصیرت:

۱۔اتحاد و بصیرت علماء کی نظر میں

۲۔مسلکی اتحاد اور عوام کی بصیرت میں علماء اور مبلغین کا کردار

۳۔ سامراج کے مقابل معاشروں کی بصیرت واتحاد

۴۔مقاومت، بصیرت اور یکجہتی ،آزادی قدس کے عناصر کی حیثیت سے

۵۔اسلامی دانشوروں کی بصیرت مسلمانوں میں اتحاد کی ضمانت

۶۔ ہفتہ وحدت، دشمنان اسلام کے مقابل دوراندیشی کا لائحہ عمل

۷۔اتحاد کی بنیاد اور راہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ درج ذیل شرائط کے ساتھ، جلد از جلد مذکورہ بالا کسی عنوان پر اپنا تحقیقی مقالہ تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔خداوند متعال آپ کی علمی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔آمین

شرائط:

۱۔ارسال شدہ مقالہ کا خوشخط ہونا ضروری ہے۔اگر ممکن ہو تو ٹائپ شدہ MSword فائل ارسال فرمائیں۔

۲۔ صرف غیر مطبوعہ مقالہ ہی ارسال فرمائیں۔

۳۔ مقالہ کے متن میں جن مآخذ ومدارک کا استعمال کیا گیا ہو ان کا ذکر ضرور فرمائیں۔

۴۔اگر ممکن ہو تو مقالہ، بذریعہ ای میل ichdelhi@gmail.com پر ارسال فرمائیں۔

۵۔مقالہ ایران کلچر ہاؤس کے پتہ پر پوسٹ بھی کر سکتے ہیں۔

۶۔ مقالے کی اشاعت کے لئے ایڈیٹوریل بورڈ کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

۷۔آپ کے ارسال کردہ مقالہ کی اشاعت یا عدم اشاعت کے لئے ادارہ کو اختیار ہوگا۔

نوٹ: آپ اپنا مقالہ ۲ مہینہ کے اندر ادارہ کو ارسال کر دیں۔مذکورہ شرائط نہ پائے جانے کی صورت میں مقالہ، شامل اشاعت نہیں ہوگا۔

والسلام

چیف ایڈیٹر "راہِ اسلام"